# قرآن اور مستشرقین

کہہ دیجئے اگر انسان اور جن سب مل کر اس
قرآن کی مثال لانے کی کوشش کریں تو وہ اسکی
مثال لا نہیں سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے
کا ہاتھ بٹائیں۔ (بنی اسرائیل ۸۸)
اگر تم سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورہ
لاؤ۔ (یونس ۳۸)

اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو
کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب
اپنے شیطانوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں
تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم صرف
مذاق اڑاتے ہیں۔
(البقرہ ۱۴)

سید علی شرف الدین موسوی

دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

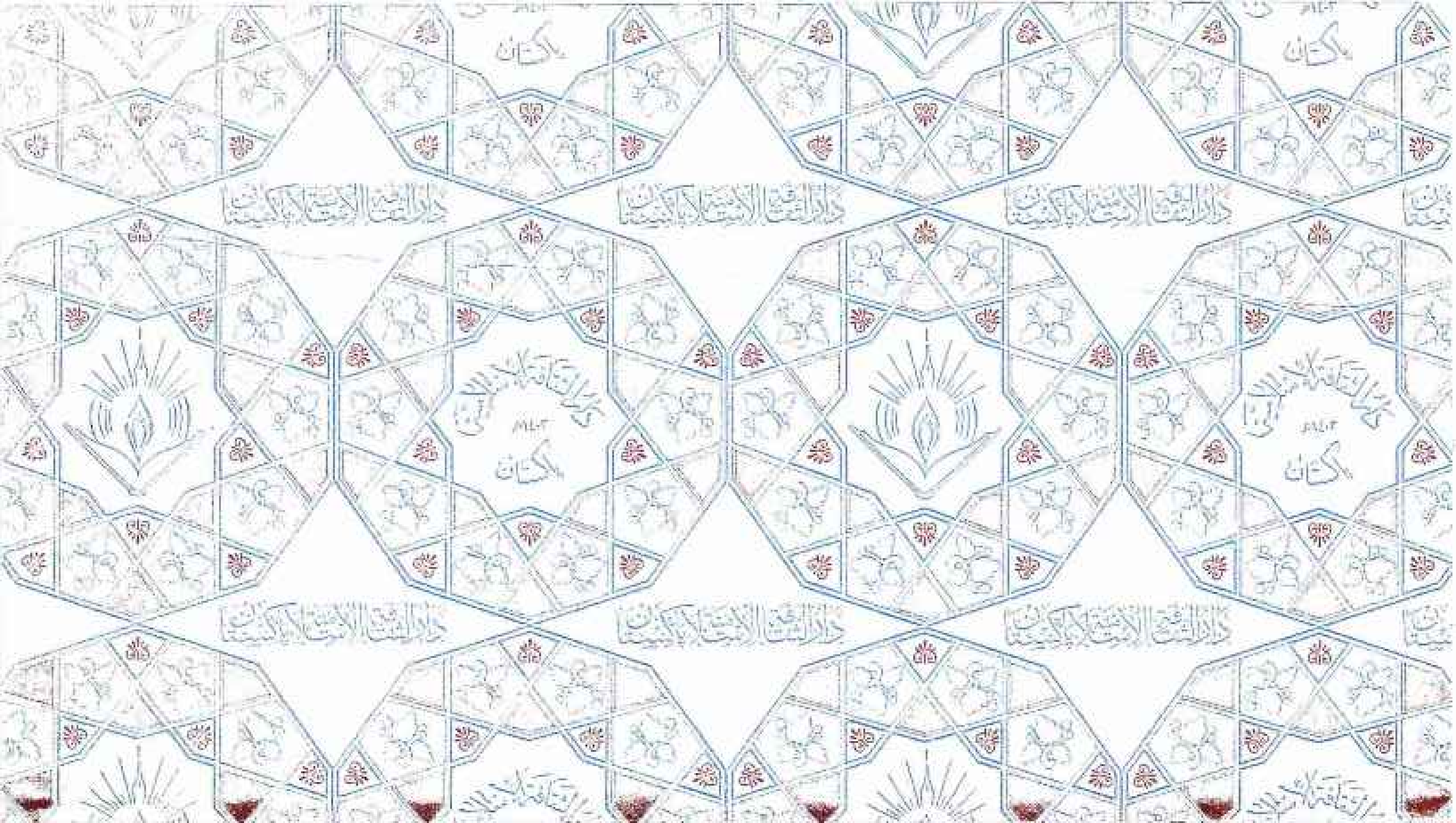

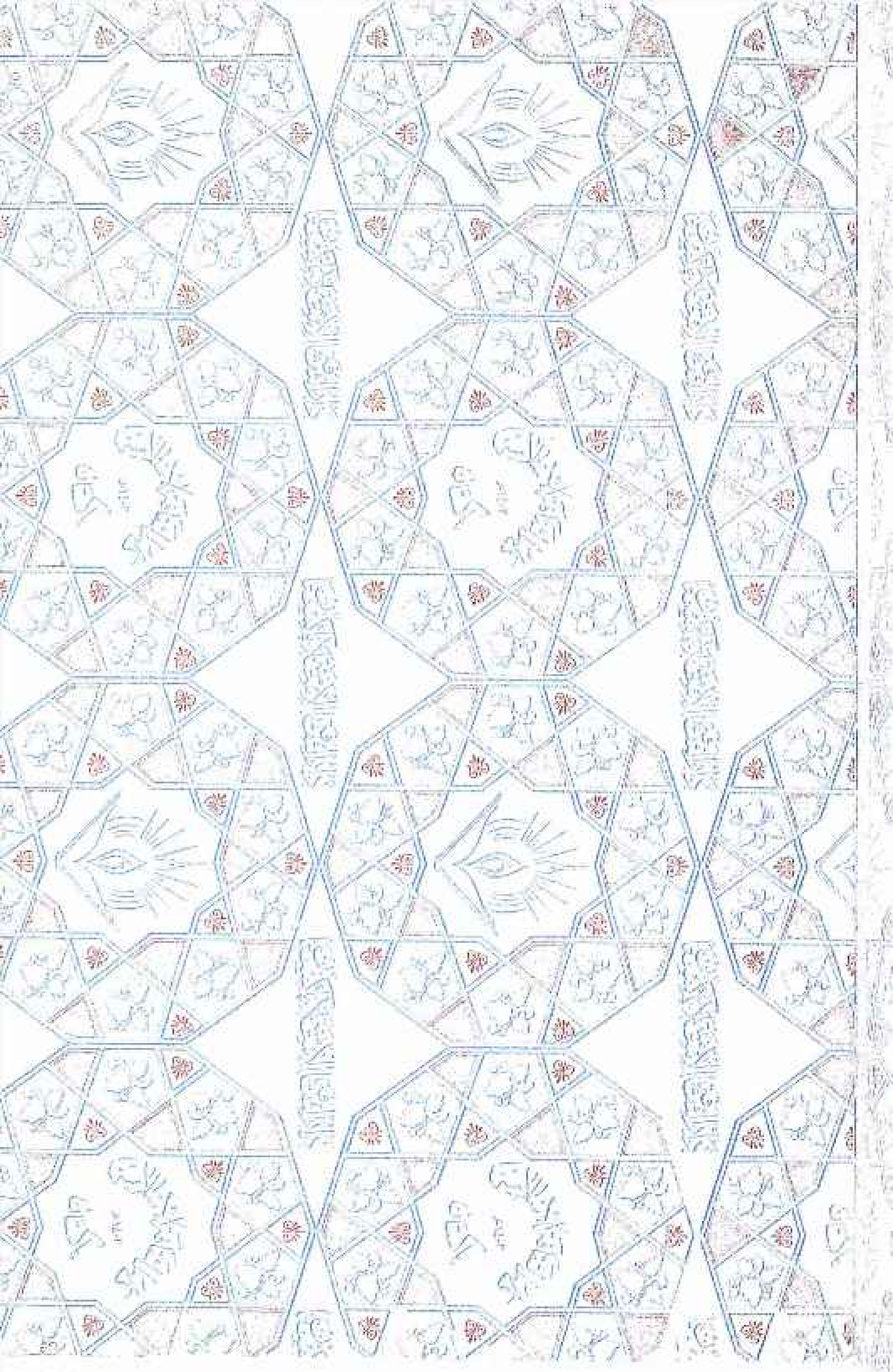

ACC No. 10011 Date 8/1/02
Section ... Status ...
D. D. Class ...
NAJAFI BOOK LIBRARY

# قرآن

# اور

# مستشرقین

تألیف

سیّد علی شرف الدّین موسوی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بسم الله الرحمن الرحيم


نام کتاب..............................قرآن اور مستشرقین

تالیف..............................سید علی شرف الدین موسوی

ناشر..............................دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

طبع اول..............................ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

اسلام کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

# اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

وھو فی الاٰخرۃ من الخسرین

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین کا خواہاں ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا (آل عمران ۱۹-۸۵)

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

اور اس نے کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے (توبہ ۴۰)

## حضرت علیؑ نے فرمایا:

اللہ نے اپنے رسولؐ کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا اللہ نے آپ کو کفایت کرنے والی حجت، شفا دینے والی نصیحت۔ گذشتہ تمام امور (جہالتوں) کی تلافی کرنے والی دعوت کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ذریعہ سے (شریعت کی) نا معلوم راہیں آشکار کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن وسنت میں) بیان کئے ہوئے احکام واضح کئے لہذا اب جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اس کی شقاوت مسلّم اور ریسمان حیات بکھر جائے گی اور اس کا منہ کے بل گرنا سخت و (ناگریز) ہو جائے گا اور انجام کار دائمی حزن والم اور شدید ترین عذاب ہوگا (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۱)

لاشرف أعلى من الاسلام    اسلام سے بلند تر کوئی شرف نہیں ہے (نہج البلاغہ قصار ۳۷۱)

کیلئے کیا کر رہے ہیں؟

# یا ایها الذین امنوا
# ان تنصروا الله ینصرکم ویثبت اقدامکم

سورۂ محمد - الآیۃ ۷

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (اسلام شریعت) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

اور اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ (اعراف ۹۶)

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى

اے نبی کہہ دیجئے کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کیلئے اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اٹھو کھڑے ہو (سباء ۴۶)

اے نبی، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمہارے عزیز و اقارب، اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہاری وہ تجارت جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری پسند کی مکانات اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو ٹھہرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔ (المائدہ/۲۴)

## حضرت علیؑ نے فرمایا:

ان لوگوں (انصار) نے خدا کی قسم اپنی دولت کے ساتھ ساتھ اپنے فیاض ہاتھوں اور اپنی تیر کی طرح چلتی ہوئی زبانوں سے، اسلام کی اس طرح پرورش کی جس طرح ایک سالہ بچھڑے کی پرورش کی جاتی ہے (نہج البلاغۃ قصار ۴۶۶)

یاد رکھو کہ کسی بندۂ خدا پر اگر زمین و آسمان دونوں کے راستے بند ہو جائیں اور وہ تقوائے الٰہی اختیار کرلے تو اللہ اس کیلئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال دے گا۔ دیکھو تمہیں صرف حق سے انس، دلچسپی اور باطل سے خوف و وحشت ہونی چاہیے (نہج البلاغۃ خطبہ ۱۳۰)

۱۔ بعض لوگ منکرات کا انکار دل، زبان اور ہاتھ سب سے کرتے ہیں تو یہ خیر کے تمام شعبوں کے مالک ہیں۔

۲۔ بعض لوگ صرف زبان اور دل سے انکار کرتے ہیں اور ہاتھ سے روک تھام نہیں کرتے تو انہوں نے نیکی کی دو خصلتوں کو حاصل کیا اور ایک خصلت کو برباد کر دیا۔

۳۔ بعض لوگ صرف دل سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہاتھ استعمال کرتے ہیں اور نہ زبان تو انہوں نے دو خصلتوں کو ضایع کر دیا ہے اور صرف ایک کو حاصل کیا ہے

۴۔ بعض وہ ہیں جو نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، اور نہ ہی دل سے برائی کی روک تھام کرتے ہیں، یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاشیں ہیں (نہج البلاغۃ قصار ۳۷۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تمہید

الحمد للہ الذی جعلنا من المتمسکین بالقرآن العظیم و بنبیہ وصفیہ ونجیبہ و حبیبہ وسیدنا و امامنا و امام الانبیاء والائمۃ المعصومین و اصحابہ المنتجبین علیہم صلواۃ اللہ وصلواۃ المصلین نتبرا من اعدائھم و اعداء اللہ اجمعین من الآن الیٰ قیام یوم الدین

غم وغصہ، دہشت، دھوکہ وفریب، نیرنگی، سحرو جادو (شعبدہ) سب وشتم، پروپیگنڈا چاہے کسی فرد کی طرف سے ہو یا کسی گروہ سے ہو اس کا مصدر و مآخذ اس کے اندر پوشیدہ ضعف و ناتوانی اور احساس کمتری ہوتا ہے۔ جبکہ رحمت ورفعت، عفو و درگزر، محبت وشفقت، افہام وتفہیم کا مآخذ ومنبع ہے اور ان میں قدرت اور طاقت پوشیدہ ہوتا ہے اور اسکی بلند مصداق خداوند متعال قادر مطلق کی ہستی ہے۔ جسے کوئی طاقت وقدرت ناتواں نہیں کرسکتی، اسکی ذات وصفات میں رحمن ورحیمیت دونوں ہیں۔ قرآن کریم میں چندین باران صفات کا تکرار ہوا ہے۔ جو ہستی اس کتاب کو ذات باری تعالی کی طرف سے مخلوق اللہ کیلئے تحفۂ رحمت لائی اس کی مدح وصفت میں "رحمت للعالمین" کہا گیا ہے۔ یہاں سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ وہ ہستی کتنی طاقت وقدرت کی مظہر ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دین کو دوسروں تک پہنچانے اور سمجھانے کیلئے ہر قسم کے جبر وتشدد سے بار بار منع کیا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات میں اس کا ذکر یوں آیا ہے:

﴿افا انت تکرہ الناس حتیٰ یکونو المومنین﴾

"کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔" (یونس ۱۰۔ آیت ۹۹)

﴿لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی﴾ "دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں تحقیق ہدایت اور ضلالت میں فرق نمایاں ہو چکا ہے۔" (بقرہ ۲۔ آیت ۲۵۶)

ان آیات کے علاوہ اور بہت سی آیات میں بھی اس دین کی قوت سند اور قوت تفاہم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ جیسے پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ جبر و تشدد ضعف و ناتوانی کی نشانی ہیں۔ لیکن دین اسلام کے عقائد اور آئین و نظام زندگی میں متعلق آئین و دستور میں کسی بھی قسم کی ضعف و کمزوری نہیں پائی جاتی لہٰذا یہ اپنے حریف و فریق سے جنگ و جدال سے پرہیز کرتا ہے کیونکہ اس کی کتاب میں آیا ہے کہ کسی سے مجادلہ نہ کرو اگر مجادلہ کرنے کی ضرورت پڑے بھی تو احسن طریقے سے کرو لیکن جس گروہ میں طاقت و قدرت کا فقدان ہو وہ اپنوں اور دوسروں سے طاقت و قدرت کا وقتاً فوقتاً مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔ مثلاً فوجی مشقیں میدانی علاقوں میں کرنے کی بجائے شہری آبادی میں کی جائیں۔ یہ دشمنوں کو ڈرانے دھمکانے کی بجائے اپنوں کو خوفزدہ کرتے ہیں۔ یہ افہام و تفہیم پر ایمان نہیں رکھتے اگر کہیں ضرورت پڑے تو اپنی بات منوانے کیلئے پہلے طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں اسکے بعد بات کرنے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ کسی کے پاس مسترد کرنے کی جرأت نہ رہے۔ یہ صورتحال لادینی طاقتوں سے ہوتے ہوئے اُن دینی اور مذہبی حلقوں میں بھی سرایت کر چکی ہے جہاں افراد صلاحیت و اہلیت کے بغیر کسی اجتماعی، سیاسی اور مذہبی مقام و منصب پر قابض ہوتے ہیں یا معاشرے میں ناجائز تصرفات کے حامل ہوتے ہیں اور مادی' جسمانی اور

افرادی قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دین و مذہب بھی اس وقت کچھ ایسی صورت حال سے دوچار ہے۔ ایک مذہبی حلقہ دوسرے مذہبی حلقہ کے بارے میں انسانی اور دینی بنیاد پر بھی اسکی غلطیوں کی نشاندہی نہیں کرسکتا بلکہ یہاں تو ظاہری خامیوں کو اعلیٰ اقدار کے طور پر متعارف کروایا جاتا ہے۔

دین یہود و نصاریٰ کا مصدر و مآخذ تورات وانجیل ہے لیکن اس وقت یہود و نصاریٰ اطمینان سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کتب میں موجود کلمات وفقرات خالص وحی الٰہی ہیں اور اس میں کسی قسم کی غلطی نہیں اور یہ تضاد و تناقض سے مبراء ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں یہ نبیوں کی شان میں غیر معقول اور نازیبا کلمات سے بھری پڑی ہیں لہٰذا یہ دونوں فرقے اپنی کتاب کو اٹھا کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیئے اس کتاب کو پڑھیں اس میں اگر کوئی نقص ہے تو ہمیں بتائیں۔ لہذا جب وہ خود نہیں کہہ سکتے تو دوسرے اس کی کیسے تصدیق کریں گے۔ جبکہ اسکے برعکس مسلمانوں کی کتاب قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے سے رہتی دنیا تک عرب و عجم اور ہر جن وانس کو چیلنج کیا ہے کہ اس کتاب میں کسی بھی زاویہ سے کوئی عیب و نقص نکال کر دکھائیں۔

دنیائے یہود و مسیحیت بالخصوص کلیساء پر قابض افراد اپنی کتاب میں موجود خرابیوں کو دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہوئے اور گیارہویں صدی سے مسلمانوں کے خلاف ہر محاذ سے جنگ کا آغاز کیا۔ اس سلسلے میں اسلام و مسلمین سے نبرد آزما، یہود و نصاریٰ کا پہلا گروہ کا نام مستشرقین ہے۔ اس جنگ میں مستشرقین کا پہلا نشانہ قرآنِ کریم ہے۔ قرآنِ کریم کے بارے میں انکے آراء ونظریات دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق اندرونِ خانہ نجی محافل اور پالیسی ساز ایوانوں سے ہے جہاں اربابِ اقتدار مسلمانوں کے

بارے میں حقائق سے روشناس کرنے اور مسلمانوں کی طاقت وقوت سے آگاہ کرنے کی خاطر قرآن کی حقیقی مقام ومنزلت کو پیش کیا جاتا ہے۔ ان کا دوسرا اظہارِ نظر بیرونِ خانہ ہے جہاں انھیں اپنی عوام سے یہ خوف لاحق ہے کہ کہیں یورپ کے یہود ونصاریٰ میں موجود فطرتِ سلیم کے حامل افراد پر قرآنِ کریم کی جاذبیت اور اسکی شعاعوں کا اثر نہ پڑ جائے اس لئے قرآن کے خلاف اب تک جو دولت خرچ ہوئی ہے، اگر اُسے کہیں جمع کریں تو وہ عبور نہ ہونے والی بلند چوٹی بن جائے۔ لیکن بدقسمتی سے ہم مسلمان چودہ سو سال تو چھوڑیں پندرہویں صدی میں بھی حُسنِ قرأت اور مقابلہ حفظ سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔

گروہ مستشرقین، یہ لشکرِ ابرھہ جب قرآن اور اسلام کی طاقت وقدرت کی خبریں لیکر واپس اپنی کمین گاہوں میں پہنچا تو اس نے اس کتاب کی عظمت وبزرگی کے بارے میں اپنے ارباب کو مطلع کیا۔ ہم نے اس شکست خوردہ لشکرِ ابرھہ کی کمین گاہوں سے اس کتاب کے خلاف ہونے والی سازشوں اور منصوبہ بندیوں اور اس کی عظمت وبزرگی کے بارے میں ان کے بیان کئے جانے والے اعتراضات کو جمع کر کے ایک کتابچہ کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ جنہیں خوف زدہ کیا جا رہا ہے اور دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے انھیں کوئی پناہ گاہ مل جائے اور وہ اپنے اصل مرکز اور طاقت وقدرت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ لہٰذا اس کتاب کا نام ''قرآن اور مستشرقین'' رکھا گیا ہے یعنی یہ قرآن کریم کے بارے میں مستشرقین کے اقوال ونظریات کا ایک مجموعہ ہے۔ ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ مستشرقین کی تعریف انکی تاریخ پیدائش، ان کے اہداف ومقاصد اور ان کے عزائم کے بارے میں مختصری روشنی ڈالیں۔ اس کتاب کی تصنیف وتالیف کو ایک آسان اور سادہ عمل یعنی جمعِ اقوال ونظریات سمجھ کر شروع کیا لیکن اس میں داخل ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ

منقولات کو جمع کر کے کتاب بنانا بھی آسان عمل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میدان میں بہت سے ضد و نقیض، نفی و اثبات سے بھرے ہوئے منقولات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مجموعہ سے کسی نتیجہ پر پہنچنے میں عقل و فراست، قیاس آرائیوں اور احتمالات و مفروضات کے استقراء کو عدل و انصاف کے ترازو میں تولنا پڑے گا۔ ہم نے اس سلسلے میں علماء و مفکرین اور دانشوروں کے اقوال و نظریات کو جمع کیا ہے۔ تاہم اس کتاب کی تصنیف میں ہمارا بنیادی مقصد عظمت و بزرگیِ قرآن اور اس بلند افق کی طرف امتِ مسلمہ کو متوجہ کرنا ہے۔ شاید ہم اس مقصد میں کچھ حد تک کامیاب ہوئے ہوں۔

اس کتاب کی تدوین و تالیف میں جن برادران نے اپنی مصروفیات کے باوجود معاونت کا ہاتھ بڑھایا ان میں سید محمد مہدی، سید محمد روح اللہ موسوی، جناب برادر فدا علی شگری تھوکھمو اور جناب فدا علی فدا خلتی، جناب خادم حسین، جناب ملک اظہر، جناب محمد فیاض، جناب محمد باقر، جناب محمد جاوید حیدر، جناب سید ناصر علی شاہ صاحب اور سید محمد باقر شامل ہیں لیکن ان میں سے خاص طور پر جناب محمد باقر شگری اور محمد جاوید حیدر اور جناب سید ناصر علی شاہ صاحب کی شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ان کے حق میں مزید توفیقات کیلئے درگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں اور ساتھ ہی ان سے آئندہ بھی اپنے تعاون کا سلسلہ جاری رکھنے کی امید کرتے ہیں۔ اسلام و مسلمین کی سربلندی، استعمار اور ظالمین سے آزادی اور فردی اور خاندانی زندگی کی سطح تک احکام قرآن کی بالادستی کیلئے سب سے ملتمس دعا ہیں۔

آمین ثم آمین

سیّد علی شرف الدین موسوی

۲۸ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ

## قرآن اور مستشرقین پر لکھنے کی ضرورت

امت اسلامیہ کے علماء، عوام، دانشوران، حاکمین ومحکومین، بچے بوڑھے اور مرد و خواتین سب کے سب احساس حقارت وکمتری کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں ۔اس مہلک مرض کی وجہ سے اپنی کسی بھی چیز پر اس وقت تک اعتماد و بھروسہ نہیں کرتے جب تک اس کی قدر و قیمت پر مغرب والوں کی طرف سے کوئی تصدیق اور تائید صحت کی مہر نہ لگ جائے۔ ان کے پاس کسی چیز کی حسن وخوبی کی بہترین دلیل یہ ہے کہ دشمن بھی اس کی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اسکے ثناخواں ہوں ۔لیکن ہم اس کے بارے میں اپنا نقطہ نظر اور تحفظات رکھتے ہیں تاہم اس کو ایک مسلمہ مفروضہ تسلیم کر کے ہم بھی رائے عامہ کے ساتھ ہم سفر و ہم نظر ہو کر امت اسلامی کو اس کے گراں قدر اور نہ ختم ہونے والے سرمایہ قرآن کریم کی عظمت و بزرگی کی طرف متوجہ کرنے کی خواہشمند ہیں اور مغربی اساتید و دانشمندان، حکمران اور سیاست مداروں کے قرآن کے بارے میں تاثرات اور اظہار خیال کو پیش کرنے کی سوچ اس موضوع پر فکر و قلم کو حرکت میں لانے کا سبب بنی ہے۔

سنہ ۱۴۲۲ ہجری بمطابق ۲۰۰۱ عیسوی کے آخر میں پوری دنیا پر حکمرانی کی ہوس اور جنون میں مبتلا حکمرانوں کے ملک میں نامعلوم اسباب و وجوہات کے تحت ایک واقعہ رونما ہوا جس کے نتیجہ میں ان کے غم و غصے اور عتاب کا نشانہ امت اسلامی بنی اور ان سے کہا گیا کہ من وعن ہمارا ساتھ دے کر ذلت کی زندگی گزاریں یا عزت کی موت کیلئے آمادہ ہو جائیں۔ گرچہ ہم حسین حسینؑ کہتے ہیں لیکن ہم عزت کی موت کیلئے تیار نہیں ہوئے اور ہم نے ذلت کی زندگی کو ہی ترجیح دی۔ اس کشمکش کے دوران عزت کی موت صحیح ہے یا ذلت کی

زندگی، اسلام مقدم ہے یا پاکستان، اسلام مقدم ہے یا عرب؟ ہماری نظر پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث پر پڑی کہ جس میں آپ فرماتے ہیں:

"جب فتنے رات کی تاریکی کی مانند تمہاری طرف ہجوم کریں تو تم قرآن کی طرف رجوع کرو"

جب ہم نے قرآن کی طرف رجوع کیا تو مندرجہ ذیل آیات نظروں سے گذریں:

**الف:** ﴿وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین﴾

"عزت اللہ" اس کے رسول اور مومنین کیلئے ہے" (منافقون ۶۳۔ آیت ۸)

﴿یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم﴾

"اے ایمان والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ بہت جلد ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ سے محبت کریں گے اور جن سے اللہ محبت کرے گا مومنین کے ساتھ نرمی اور کافرین کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے ہونگے راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بڑا علم والا ہے" (مائدہ ۵۔ آیت ۵۴)

تو ذہن میں یہ سوال آیا کہ آخر ہم کیوں ذلیل ہیں۔

**ب:** ﴿فلا تھنوا و تدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم﴾

"تم ہمت نہ ہارو اور نہ ہی صلح کی دعوت دو جبکہ تم ہی غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے"

(محمد ۴۷۔ آیت ۳۵)

﴿ولاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین﴾

''ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو کہ تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو'' (آلعمران ۳۔ آیت ۱۳۹)

﴿الاتخافوا ولاتحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون﴾ ''نہ خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے'' (فصلت ۴۱۔ آیت ۳۰)

﴿وجعل کلمة الذین کفروا السفلیٰ و کلمة اللہ ھی العلیا﴾ ''یوں اس نے کافروں کا کلمہ نیچے کر دیا اور اللہ کا کلمہ تو سب سے بالاتر ہے'' (توبہ ۹۔ آیت ۴۰)

نیز اس سلسلے میں بعض مغربی دانشوروں کے قرآن کے بارے میں یہ جملات نظروں سے گذرے ''جب تک قرآن مسلمانوں کے درمیان میں موجود ہے ہم انھیں ختم نہیں کر سکتے'' یہاں سے ہمارا ذہن اس نکتے کی طرف مبذول ہوا کہ یہ لوگ اس قرآن کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں، لہٰذا ایسے اقوال وکلمات تلاش کرنے کی خواہش ہوئی۔

ج۔ سورۂ انفال کی آیت ۶۰ میں ہمیں حکم دیا ہے:

﴿واعدوالھم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترھبون به عدو اللہ وعدو کم واخرین من دونھم لاتعلمونھم اللہ یعلمھم﴾

''اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے اُن کے مقابلہ کیلئے مہیا رکھو تا کہ اُس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور اُن دوسرے اعداء کو خوفزدہ کر دو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے''

ہمارے اربابِ اقتدار نے عصر حاضر کی قدرت کا نمونہ جسے اپنے ہی لوگوں کے لقمۂ حیات کو کاٹ کر بنایا وہ اب ہمارے گلے پڑا ہے اور اس کی وجہ سے ہمیں دھمکیاں مل رہی ہیں بجائے اس کے کہ یہ قدرت کا نمونہ ہمارا تحفظ کرتا ہمیں اسکا تحفظ کرنا پڑ رہا ہے یہ شاید اس

لئے ہے کہ جو طاقت وقدرت دشمن کو خوفزدہ کرنے کا سبب بنتی ہو یہ وہ طاقت نہ ہو بلکہ وہ طاقت کوئی اور ہو۔ لہذا ایسی طاقت کی تلاش میں ہمیں ایسی کتاب کی تالیف کی طرف دعوت ملی۔

د۔ جب ہم نے مستشرقین کے قرآن کے بارے میں اقوال ونظریات اور تاثرات کو جمع کرنا شروع کیا اور ایسی شخصیات کی سوانح حیات اور ان کی دیگر سرگرمیوں کو بھی سمجھنا چاہا تو ہم ان کے قرآن کی عظمت وبزرگی کے بارے میں اعتراف، قصائد ومداحی کے علاوہ قرآن کے بارے میں سب وشتم اور بُرے عزائم ونیتوں سے بھی آگاہ ہوئے اس لحاظ سے اس میں مزید وقت خرچ کرنے، فکر وقلم کو وسعت دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

قرآن اور مستشرقین کے موضوع سے ہماری مراد یہ ہے کہ مستشرقین، قرآن کے بارے میں کتنی قسم کے منفی ومثبت عزائم اور موقف رکھتے ہیں۔ اس سوال کا واضح اور تسلی بخش جواب پیش کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم پہلے مستشرقین کی وضاحت، انکی لغوی اور اصطلاحی زاویئے سے تفسیر کریں اور پھر ان کے اہداف اور مقاصد اور اس سلسلہ میں اٹھائے گئے اقدامات کو پیش کریں۔ اس سلسلہ میں ہمیں ترتیب اور تنظیم میں تسلسل اور طبیعی مراحل اور مراتب کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔ اسکے علاوہ قرآن ومستشرقین کے موضوع پر کوئی کتاب پیش کرنے کی متعدد وجوہات ہمارے مطمعِ نظر ہیں جسے آگے چل کر بیان کریں گے۔ قرآن اور اسلام کے بارے میں ان سے منسوب اقوال اور نظریات حسن ظن پر مبنی ہیں یا سوءِ ظن اور بُرے عزائم یا منافقانہ سلوک کے حامل ہیں اسے بھی درک کرنے کی ضرورت ہے۔ تاہم حسنِ نیت رکھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اور اس کم تعداد والوں کے بارے میں بھی شکوک وشبہات اپنی جگہ باقی ہیں بہر حال کلی طور پر سب کو ہی بُرے عزائم رکھنے والوں میں

شمار کرنا بھی اپنی جگہ مشکل ہوگا اوراسی طرح چند اچھے کلمات ونظریات دیکھ کران کی انصاف پسندی اورعدل نمائی کے حق میں فیصلہ کرنا بھی مشکل ہے تاہم بحث اور فیصلہ کو تحلیل اور تجزیہ کرنے اوراسناد پیش کرنے تک متوقف رکھنا علمی اور تحقیقی تقاضا ہے۔

## مستشرق اسم فاعلِ استشراق: (ORIENTALISM)

استشراق مادۂ شرق سے مأخوذ ہے شرق، شروق واشراق طلوع آفتاب کو کہتے ہیں جس کی روشنی سے زمین میں روشنی پھیلتی ہے جیسا کہ سورۂ زمر کی آیت ۶۹ اور سورہ ص کی آیت ۱۸ میں اس کا ذکر آیا ہے:

﴿واشرقت الارض بنورربها﴾ ''زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی'' (زمر/۶۹)

﴿یسبحن بالعشی والاشراق﴾ ''صبح شام وہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں'' (ص/۱۸)

اسلام اور مسلمین اور انکے وطن، عقائد، تاریخ، ثقافت، آداب، تقالید، اجتماعیات، سیاست، طاقت، کمزوریاں وغیرہ پر ہونے والی تحقیقاتی عمل کو استشراق کہتے ہیں۔

جن قوموں نے اس عملِ استشراق میں حصہ لیا ان میں فرانس، جرمنی، اسپین، اٹلی، روس، امریکہ اور برطانیہ شامل ہیں۔

مستشرق: یہ قواعد لغتِ عرب کے تحت خلافِ قیاس ہے مستشرق اسم مکان کے معنوں میں مندرجہ ذیل آیات میں آیا ہے:

﴿وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ﴾ ''مشرق ومغرب سب اللہ کے ہیں جس طرف بھی تم رخ کروگے، اسی طرف اللہ کا رخ ہے'' (بقرہ/۱۱۵)۔

﴿قال ابراھیم فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب﴾ ''ابراہیم نے

کہا: اچھا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا اُسے مغرب سے نکال لا" (بقرہ/ ۲۵۸)

مستشرق سے مراد وہ انسان ہے جو مغرب کے سیاسی اور مذہبی قیادتوں کی طرف سے مشرق زمین کی علاقائی اور نفسیاتی، بالخصوص سرزمینِ مقدسِ اسلام اور اُس سے وابستہ مسلمانوں کی تمام خصوصیات اور امتیازات کی تحقیقات پر گماشتہ اور متعین کردہ ہیں۔

اصطلاحِ عام میں مشرق ہر جگہ کی اُس سمت کو کہتے ہیں جہاں سے سال بھر سورج طلوع ہوتا ہے۔ ہر اس علاقے کو جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے مشرق کہتے ہیں اور دوسری طرف جہاں غروب ہوتا ہے اُسے مغرب کہتے ہیں اور جہاں سے غروب ہوتا ہے وہیں سے دوسرے علاقے کیلئے طلوع ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے قرآن کریم میں مشرق و مغرب ان آیات میں تثنیہ کے صیغہ میں آیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ملاحظہ کریں:

صیغہ تثنیہ میں

﴿یالیت بینی و بینک بعدالمشرقین فبئس القرین﴾ "کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا بُعد ہوتا" (زخرف ۴۳۔ آیت ۳۸، رحمٰن ۵۵۔ آیت ۱۷)

چونکہ سال بھر کے طلوع اور دیگر مقامات کے حوالے سے محلِ طلوعِ آفتاب کی تعداد کثیر ہے لہٰذا قرآن کریم میں مشرق اور مغرب دونوں صیغہ جمع میں آئے ہیں مندرجہ ذیل آیات میں ملاحظہ کریں:

﴿واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض و مغاربها﴾

"اُس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا" (اعراف ۷۔ آیت ۱۳۷)

﴿فلا اقسم برب المشارق و المغارب انا لقادرون﴾ "میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں

کے مالک کی ہم اس پر قادر ہیں'' (معارج ۷۰۔آیت ۴۰)

دونوں صیغے اسم زمان کے معنوں میں بھی آیا ہے:

﴿فاخذتهم الصيحة مشرقين﴾ ''آخر کار پو پھٹتے ہی اُن کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا'' (حجر ۱۵۔آیت ۷۳)

مفہوم جغرافیائی: کُرہ ارضی کی ہر آبادی اپنے مکینوں کیلئے ایک مشرق رکھتی ہے جہاں وہ سورج کو نکلتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اسی طرح ایک مغرب رکھتی ہیں جہاں وہ سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں لہٰذا سکونت کے حوالے سے ہر ایک علاقے کا ایک مشرق اور مغرب ہے اسی حقیقت کے پیش نظر قرآن کریم میں ان دونوں کو صیغۂ جمع میں بھی لایا گیا ہے۔

مشرق، یورپ اور مستشرقین کے نظر میں

دنیا جو اقلیم یورپ کے مشرق کی طرف واقع ہے اسے یورپ والوں نے اپنے نظریہ کے تحت تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ شرق ادنیٰ یعنی برصغیر شرق اوسط، مشرق وسطیٰ یا شرق اقصیٰ اور مشرق بعید۔ یہ اصطلاح یورپ والوں کے اپنے نکتہ نظر سے بنی ہے اس کے تحت انہوں نے عالم مشرق کی دیانت، عادات اور عقیدہ کو جو عقیدہ اسلامی ہے اسے دین بوذیہ قرار دیا ہے اور یہ سب کچھ ان کی بدنیتی پر مبنی ہے۔ استشراق اور استعمار دونوں ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں استشراق درحقیقت اسلامی ملکوں کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے کے علمی طریقے کا نام ہے یعنی ثقافتی استعمار و مستشرقین۔ اس علم کے طالب لوگ، تحقیق کرنے والے اور تعلیم یافتہ صاحب نظریہ افراد عام طور پر یورپی خبر رساں ایجنسیوں اور امور خارجہ

اور امور مستعمرات کے ملازمین اور عہدہ دار ہیں یا مسلمانوں کے خلاف جنگ وسیاست میں مشاور ہوتے ہیں۔ان میں بعض نے اسلام کے خلاف یا اسلام کے اندر تحقیق کے نام سے یا خود کو مسلمان پیش کر کے اپنے ملکوں کی خدمت کی ہے۔ان میں سے قابل ذکر مستشرق شروع لینڈی ہے جو خود کو مسلمان پیش کر کے مکہ ومدینہ میں جا کر ترکی کے خلاف سرگرم عمل ہوا یہاں سے استشراق اور استعمار میں گہرا ربط واضح ہوتا ہے کہ استشراق نے استعمار کیلئے ہی کام کیا ہے۔

یورپ والے مشرق اُن علاقوں کو کہتے ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اس نقطہ نظر کے تحت خود یورپ، کے بعض علاقے ایشیاء اور اقلیم افریقہ کے بعض علاقے بھی اس تعریف میں آتے ہیں لیکن زیادہ تر توجہ کے مرکز وہ علاقے ہیں جو مسلمانوں کی حکمرانی اور خلافت کے دائرے میں رہے ہیں یہاں سے اُنھوں نے مشرق کی تین حصوں میں تقسیم بندی کی ہے جیسے مشرق بعید، مشرق وسطیٰ اور شرق ادنیٰ۔بعض وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی حکومت اور وطن ہیں اور بقول انکے ایشیاء کے بعض علاقے مشرقِ قریب وبعید ووسط اور وہ علاقے جو اقلیم افریقہ میں شامل ہیں اُسے بھی مغرب والے مشرق کہتے ہیں مشرق کی طرف توجہ دینے اور اسکی تاریخ' تمدن وثقافت' دین وآداب اور لغت کے بارے میں گفتگو کے عمل کو استشراق کہا جاتا ہے۔

## استشراق ومستشرقین مفکرین اسلام کی نظر میں

الندوہ ش ا، صفحہ ۲۱۰ میں آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ فرماتے ہیں کہ استشراق اس ثقافتی تحریک کا نام ہے جس میں اہل مغرب کے دین، اجتماع اور دیگر امور کے بارے

میں تحقیق کرتے ہیں اکثر و بیشتر یہ تحقیقات کرنے والے اپنے ملکوں کی حکومتوں کو مشرق زمین سے متعلق عقائد و تاریخ اجتماعیات ونفسیات کی معلومات فراہم کرتے رہتے ہیں تا کہ یہ حکومتیں جب اس قوم پر مسلط ہونا چاہیں اور اُن کو ایک دوسرے سے لڑانا اور آپس میں اختلاف وافتراق اور جھگڑوں میں پھنسانا چاہیں تو انہی معلومات کی بنیاد پر اقدامات کریں۔ یہ محققین اکثر و بیشتر انھی حکومتوں کے جاسوسی، سیاسی اور عسکری عہدوں پر ہوتے ہیں۔ انکی مشرق پر یلغار کی وجہ مندرجہ ذیل نقاط ہیں:

۱۔ مشرق زمین میں موجود دین یعنی اسلام اور اس کی طاقت وقدرت کو دیکھا جو کہ نا قابل تسخیر وشکست ہے۔

۲۔ اس سرزمین میں مدفون بے بہا ذخائر اور نہ ختم ہونے والی دولت کو دیکھا۔

۳۔ مسلمانوں کی کثیر جمعیت کے اندر افتراق و انتشار، ضعف و سستی غرض ان کے اس دیمک زدہ اجتماعی ڈھانچہ کو دیکھا۔

۴۔ دوسو سال مسلسل مشرق پر خون بہانے لیکن ایک مطمئن اور پر سکون فتح سے مایوس ہونے کے بعد انہوں نے اس میدان میں محاذ کھولنے کا ارادہ کیا اور اسکے نتیجہ میں یہ گروہ وجود میں آیا لیکن مجلہ رسالۃ قرآن شمارہ ۱۱ صفحہ ۱۸۱ مین ایک عنوان بنام ''رواد المستشرقین ''اس وقت کے نامور عربی دانشور استاذ عبدالجبار رفاعی کی طرف سے نشر ہوا ہے جس میں انہوں نے مستشرقین کی تاریخ پیدائش کو یورپ کے ملک ہسپانیہ اور اس کے دارالخلافہ اندلس کا مسلمانوں کے قبضے میں آنے کے بعد لکھا ہے۔

۵۔ حرکت مستشرقین کا آغاز ۱۷۱ء میلادی یورپ کے شہر اندلس کی فتح سے شروع ہوا اور ستر ہویں صدی کے آخر تک جاری رہا۔ اندلس کا شہر غرناطہ ۱۴۹۲ میلادی کو مسلمانوں کے

ہاتھوں سے نکل گیا۔ اسی دوران یورپ والوں نے سرزمین مشرق میں بسنے والوں اور خاص طور پر دین اسلام کے بارے میں پڑھنا اور سمجھنا شروع کیا اور اسلام کے چہرے کو مسخ کر کے اہل مغرب کے سامنے پیش کیا۔ اور یہیں سے ایک فرقہ بنام تبشیر نے مسیحیت کو مسلمانوں سے متعارف کروانے اور اسلام کے خاتمے کیلئے بیج بونا شروع کیا۔ بہت سے علمائے نصاریٰ پر یہ چیز واضح ہوئی کہ اسلام کو طاقت کے بل بوتے پر ختم کرنا ممکن نہیں اور طاقت سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں کر سکتے۔ اس کی تصریح بطرس (۱۰۹۴ء-۱۱۵۶ء) اور روجیہ بیکون کیدوس، طوسہ اقوینی، جون یوکلف، یوحن سی وکی، بابا بیوس الثانی نے گیارہویں صدی سے پندرہویں صدی تک اپنے عقائد اور افکار میں پیش کی ہے۔ ان کی پشت پناہی عرب میں موجود مسیحی طاقت نے کی۔ یہ لوگ ہسپانیہ کی حکومت دوبارہ آزاد کروانے میں کامیاب نہیں ہو سکے جس سے بار بار جنگوں کے ذریعے انتقام اور خون بہانے کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ۱۴۹۲ء کو انھوں نے ''جہاد مقدس صلیبی'' کے نام سے جنگ کی اور ہسپانیہ کے کیتھولک فرقہ نے اسلام سے مسلح جنگ کے علاوہ فکری' اجتماعی خاص طور پر ثقافتی علمی اور فنی جنگ کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ اس میں فکری اور سیاسی جدل کے حوالے سے مسلمانوں کو اپنی سرزمین پر ایک قابض کے طور پر دکھانا شروع کیا اور ہسپانیہ کے اقتدار سے ہٹنے والے بادشاہوں کو اپنی طاقت واپس لانے اور مسلمانوں کے سامنے خاضع نہ ہونے کی تعلیم دی۔ اس طرح سے فتنہ اور فساد کی جنگ کو بھڑکایا گیا۔ اس کے مقابل بنی امیہ کے بعض حکام نے ان غیر عربوں کو جو اندلس اور بربر سے آئے تھے تحقیر اور ذلت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا۔ یہاں سے رفتہ رفتہ قومی شعور نے جنم لیا اور دین کے بارے میں جذبہ کی جگہ قومیت نے لے لی۔ اس وقت کے ہسپانوی بادشاہ الفونسو (۸۶۶-۹۱۰) نے مسلمانوں کو اندرونی اور بیرونی

طور پر تباہ کرنے، عربوں کو اسلام چھوڑنے اور قرطبہ کے حکمران کے خلاف بغاوت کرنے اور ان کے اندر پوشیدہ مذہبی جذبات کو ابھارنے اور بعد میں انھیں استقلال اور آزادی دینے کے وعدے کیے اور اس طریقہ سے مسیحیت کے غلبے اور تسلط کو ترجیح دی۔

کلیسا نے یہ محسوس کیا کہ ایسا قانون وضع کرنے کی ضرورت ہے جو دشمن سے مقابلے میں مدد فراہم کرے۔ اس قانون کے چند مختصر نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ دشمن کو سمجھنا

۲۔ دشمن کس حوالے سے قوی اور ضعیف ہے

۳۔ دشمن کہاں ہے

۴۔ دشمن کیوں کامیاب ہے

اس قانون کے یہ نکات کو پہلے مرحلہ میں ہسپانوی مسلمانوں کے خلاف عمل میں لائے گئے۔ تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد یورپ والوں کو پتہ چلا کہ کھیل میں گیند کو کس طرح چلایا جاتا ہے۔

## موضوعات مستشرقین

مستشرقین نے اطلاعاتی اور معلوماتی دور گزارنے کے بعد جس میں انھوں نے اسلام، مسلمین کے اندر پائے جانے والے کمزور اور طاقت وقدرت کے مظہر کے پہلوؤں کا مشاہدہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کے پاس سب سے طاقت وقدرت مند چیز جسے کسی بھی حوالے سے شکست نہیں دی جاسکتی وہ مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن کریم ہے۔ اُنھوں نے اپنے جدِ امجد ابلیس کے عزم وارادے، بلند ہمتی ہمت کی تاسی کرتے ہوئے

اسلام کے خلاف ہر طرف سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا اس جنگ کے بعض محاذوں کا ذکر ہم ذیل میں بیان کریں گے تاکہ امت مسلمہ اپنے خلاف لڑی جانے والی جنگوں کے محاذوں کی شناخت کریں اور قرآن سے دفاع کرسکیں وہ محاذ یہ ہیں:

۱۔ مشرق زمین میں رہنے والوں کی عقائد وافکار۔

۲۔ مشرق زمین میں موجود تمام مطبوعات وغیر مطبوعات' کتب' خطوط' لوحات وغیرہ۔

۳۔ عادات' رسومات' تقالید' بودوباش۔

۴۔ ذخائر و مکشوف و مسطور ذخائر و معادن۔

۵۔ مشرق زمین سے وابستہ افراد کی ذہنیت کا جائزہ۔

۶۔ مشرق زمین میں موجود ادیان و مذاہب کی تاریخی پس منظر۔

۷۔ مشرق زمین میں موجود ادیان و مذاہب میں پایا جانے والا نقطہ اختلاف وانتشار۔

۸۔ مشرق زمین میں رہنے والوں کی طاقت وتوانائی اور نقاط ضعف وکمزوری۔

## استشراق ومستشرقین کی تاریخ پیدائش

موت وحیات اس کائنات کے مسلمہ جاری وساری قوانین میں سے ہے اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں۔ اسی کے تحت استشراق اور مستشرقین بھی اس دنیا کے ایک مظاہر جلی میں سے ہیں ان کی بھی ایک تاریخ پیدائش ہے چونکہ یہ ایک شیطانی عمل ہے اور بُرے عزائم اور بُری نیات میں حاملہ ہوئی ہے لہذا وہ مختلف شکل وصورت اور بدلتے انداز میں نمودار ہوئے ہیں لہذا ان کی تاریخ پیدائش کا دقیق انداز میں تعین نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کے ہر حلیہ اور بدلتی ہوئی شکل وصورت کی ایک الگ تاریخ ہے لہذا اس کے تمام مراحل کے

ظہور ونمود تعین کرنے میں دشواری ہوگی۔ مستشرقین سے متعلق علمائے محققین نے ظہورِ استشراق سے متعلق مراحل وادوار کو تسلسل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس فن کے محقق ڈاکٹر محمد دسوقی کی ایک مقالہ مجلہ عربی شمارہ ۸۷، صفحہ ۵۳ میں ''فکر استشراقی فی اخنر مراحلی'' کی عنوان سے نشر ہوا ہے۔

مستشرقین کا پورے یورپ کے سیاسی' دینی اور تعلیمی تین مظاہر اور تمام تر صلاحیت' قابلیت اور عزم وارادہ کے ساتھ مشرق زمین بالخصوص اسلام ومسلمین کی طرف متوجہ ہونے کی دقیق تاریخ یعنی اس کا آغاز کب ہوا اس سلسلے میں اس شعبے کے ماہرین دقیق تاریخ پیش نہیں سکے تاہم بعض محققین نے اس کا آغاز یورپی حکومتوں اور دینی وثقافتی حلقوں سے کیا ہے اس سلسلے میں محققین لکھتے ہیں:

یہ کلمہ پہلی بار ۱۲۶۹ میلادی میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے چھپنے والی انگریزی ڈکشنری میں دیکھا گیا اور ۱۸۳۸ میں فرانس کی اکیڈمی ڈکشنری میں فرانسیسی زبان میں آیا ہے۔ لیکن یورپ اور مغرب والوں کے محاورہ کے مطابق ان افراد کو مستشرق کہتے ہیں جو یورپ میں مشرق میں رہنے والوں کی فکر، ثقافت، عادات ورسومات، تاریخ، مذہب و ادیان وغیرہ کے بارے میں معلومات جمع کر کے ان کے بارے میں نظریہ قائم کرتے ہیں اور اپنی تمام تر توجہات کو مشرق کی سمت پر مرکوز رکھتے ہیں یہ تھی لغت اور اصطلاح کی رو سے مستشرقین کی تعریف اور توضیح۔ اس کے بعد ہم مستشرقین کی بنیاد یا اس گروہ کے وجود میں آنے کا سلسلہ، اس کی تاریخ پیدائش اور کن اسباب وعوامل کے تحت یہ گروہ اس کام کیلئے وجود میں آئے اور اس سلسلے میں کیا انہوں نے اہداف ومقاصد خفیہ رکھے ہیں اور کیا اپنی شناخت منظر عام پر ظاہر کئے ہیں بیان کریں گے۔

## ۱۔ استشراق و مستشرقین کی تاریخِ ظہور و نمود

استاد عبدالجبار کہتا ہے کہ بعض محققین کے مطابق استشراق مستشرقین کی پیدائش نویں صدی میلادی ہے۔ جب یورپ والے عرب اور مسلمانوں کو پڑھنے، سمجھنے اور اسلامی کتب کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے پاس اپنے مدعا کی دلیل میں بعض وہ کتب ہیں جو ہسپانیہ میں عربی زبان میں موجود ہیں۔ یعنی انہوں نے یہ تاریخ وہاں سے لی ہے۔ انہی قلمی نسخوں میں سے ایک (OVIEDO) ایسکوریان لائبریری میں موجود ہے جسے اولوجیوس کرلوکی نے ۸۵۹ میلادی کو ضبطِ تحریر میں لایا اور ۸۸۴ میلادی کو اسکا اوبط زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ جبکہ بعض کا خیال ہے کہ یورپ میں عرب اور مسلمانوں کی طرف توجہ بارہویں صدی یعنی ۱۱۴۳ میلادی میں شروع ہوئی جب پہلی بار قرآن کریم کا لاطینی زبان میں بطروس پیٹروس کی ہدایت پر ترجمہ ہوا تو دیر کالون نے جو اس وقت ہسپانیہ میں تھا ایک حکم نامہ جاری کیا اور وہی پہلی لاطینی ڈکشنری ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ رہبان اندلس کی طرف گئے جب اندلس اپنی ترقی و تمدن کی طرف رواں دواں تھا انہوں نے مدارس میں پڑھا اور قرآن کا ترجمہ سیکھا اور بعض کتابوں کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔

## ۲۔ مستشرقین کا لباسِ صلیبی میں ظہور

جس وقت یورپ میں حکومت واقتدار پر کلیسا قابض تھے اس وقت دعوتِ اسلامی کے فکری اثرات کو روکنے اور قدس کی بازیابی کیلئے تمام مسیحیوں نے مشرق زمین کی طرف ایک عمومی جنگ کے ارادے سے کوچ کیا چنانچہ یہ جنگ دوسوسال تک وقفہ وقفہ سے جاری

رہی۔اس دور میں مسیحیوں کے بعض جنگجو واپس یورپ چلے گئے اور بعض نے مشرق زمین پر طوطن (سکونت) کیا اس دوران دونوں (رہنے والے اور جانے والے) نے اسلام و مسلمین سے متعلق اپنی یاداشتیں کلیسا کو پیش کیں۔

۳۔لشکرِ استعمار لباسِ نفاق' تحقیقات ومطالعاتِ اسلام

اس ہدف کے تحت مغرب نے بیرونِ ملک سفارت خانوں میں سیاسی و جنگی ماہرین کو علمی و تحقیقی لباس پہنا کر مشرق زمین کی طرف بھیجا۔اس سلسلے میں ایک مستشرقِ ہولینڈی جسکا نام ''شروذ'' بتایا جاتا ہے خود کو مسلمان ظاہر کر کے انیسویں صدی میں ترکی کے خلاف جاسوسی کرنے کی غرض سے مکہ میں داخل ہوا۔دوسرا شخص جسکے بارے میں ڈاکٹر طٰہ حسین نے نقل کیا ہے کہ وہ ایک فرانسیسی تھا جس نے خود کو نابینا ظاہر کیا اور اپنی بیوی کے ساتھ مصر میں داخل ہوا اور جامعہ اظہر میں داخلہ لیا۔اس نے اپنی نابینائی ثابت کرنے کیلئے اپنی آنکھوں کا اپریشن بھی کروایا۔لیکن اس کے مصر چھوڑنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ ایک جاسوس تھا۔استشراق واستعمار دونوں الگ سے کوئی چیز نہیں ہیں بلکہ دونوں کا بنیادی ہدف ایک ہی ہے چنانچہ مسٹر ہیڈن (برطانیہ کا وزیر اعظم) مشرق سے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کرتا تھا جب تک وہ آکسفورڈ اور علومِ شرقیہ کالج کے اساتذہ سے مشورہ نہ کر لیتے۔اسکی تیسری مثال نابلیون بونا برڈ ہے۔یہ مصر میں داخل ہوا اور ایک پمفلٹ کے ذریعے مسلمانوں کو مطمئن کیا کہ میں حقیقی مسلمان ہو گیا ہوں میں نے پاپ کو اس لئے چھوڑا کہ انھوں نے مجھے مسلمانوں سے لڑنے کا حکم دیا۔نابلیون نے ۹۸ے۱ میں اپنے منشور میں ثلیث کو رد کرتے ہوئے لکھا: ﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لاالہ الااللہ ، لاولدلہ لاشریک لہ﴾

اس نے کہا میں محمدؐ اور قرآن پر ایمان رکھتا ہوں اور تمہیں نجات دلانے کیلئے آیا ہوں لیکن بعد میں اسی نابلیون نے مصر پر حملہ کیا گاؤں کے گاؤں جلا دیئے اور جامعہ اظہر کو اپنے گھوڑوں کیلئے اصطبل بنایا۔ چوتھا شخص کنیوا ہے جسے عربی تلفظ میں کنیفا کہتے ہیں ۱۹۱۱ء میں جب لیبیا کے شہر طرابلس میں قلعہ حمراہ پر قبضہ ہوا تو اس نے ایک منشور میں کہا:

﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم عن الذين لم يقاتلوكم﴾

کہ ارادہ ومشیت خدا اس میں ہے کہ روم تم پر قبضہ کرے کیونکہ ہر چیز ان کی ہو گئی ہے۔

## ۴۔عمل استشراق ایک منظم اور مربوط شکل میں

پہلے دور میں استشراقی عمل میں مسیحی اور کلیسا دونوں اپنی دینی بنیادوں پر الگ وجداگانہ عمل پیرا تھے لیکن ۱۸۷۲ء کے بعد یورپ کے تمام سرگرم گروہوں نے ایک دوسرے سے تعاون اور ہم آہنگی سے کام کرنے کا فیصلہ کیا۔

## ۵۔عملِ استشراق کیلئے ہمارے ہی نسل کا استعمال

چنانچہ مستشرقین نے اپنے اس مقصد کے حصول کیلئے ہمارے مدارس' کالج ویونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی اور فارغ تحصیل ہونے کے بعد یہیں تدریس شروع کی اور ہماری ہی لغت' تاریخ اور فقہ کو پڑھایا لیکن اذہان کو مستشرقین کی اہداف ومقاصد کے حصول کیلئے مسخر کیا۔

۶۔ مغربی کالج اور یونیورسٹیوں میں شعبے کھولے جہاں مشرق سے فارغ التحصیل' نیازمند اور قابل افراد کو اسکالرشپ اور اچھی سہولتوں کے بہانے سے جگہ دی۔

۷۔ تمام اسلامی قدیم وجدید مصادر وماخذ کو موضوع بحث وتحقیق قرار دے کر ان سے

اپنے لئے نتیجہ اخذ کیا۔

استشراق اور مستشرقین کی پیدائش ایک عادی حالت وفضاء میں نہیں ہوئی بلکہ یہ ایک تمدن اور قومی تصادم کے نتیجہ میں پیدا ہوئے۔ ایک طرف شرق اسلامی اور دوسری طرف غرب نصرانی تھا اور مسلسل دو سو سال تک صلیبی جنگوں میں خون بہایا گیا۔ حقیقت میں لاھوتی غربی علمی، نظری، ثقافتی اور دینی تمام محاذوں کیلئے لشکر لائے۔

مجلّہ رسالۃ الاسلام شمارہ ۱، ۲ صفحہ ۱۳۵ اور شمارہ ۷، ۸ صفحہ ۱۰۵ ایک عنوان حول الاستشراق کے نام سے شائع ہوا ہے جس میں مستشرقین کی پیدائش اور اس کے وجود میں آنے کے اسباب اور محرکات تحریر ہیں مستشرقین کی پیدائش مغرب میں رہنے والے مسیحیوں کا مشرق والوں سے رابطہ یا ملاقات کی تاریخ کا آغاز ایک دیرینہ دشمنی اور تجاوزگری سے شروع ہوا۔ اور یہ سلسلہ تقریباً دو سو سال جاری رہا جو گیارہویں صدی میلادی کے آخر سے شروع ہوا اور تیرہویں صدی کے آخر تک جاری رہا۔ یہ دور صلیبی جنگوں کا ہے اس میں مسیحیوں نے سرزمین مشرق میں اسلام کی قوت وطاقت اور انکے ضعف وناتوانی اور ان ممالک میں موجود کثیر ذخائر کا پتہ چلایا۔ انھوں نے خدا کی وحدانیت اور پیغمبر کی بشریت کے بارے میں مسلمانوں کے عقائد ونظریات کو مسیحیوں کے عقائد، تثلیث اور پاپ کے بارے میں عقیدہ عصمت سے بالکل مختلف پایا۔ یہ تبشیری مشن اور استشراق دونوں یورپ والوں کی استعمارگری کا مقدمہ تھا جن کا شمار استعمار کے ستونوں میں ہوتا ہے۔ برطانیہ نے جب مستشرقین کے ذریعے مشرق والوں سے ثقافتی، اقتصادی اور فوجی استعمارگری کا آغاز کیا تو انہوں نے ساتھ ہی اندلس، قدس، ہندوستان، چین، عراق، مصر اور فلسطین کی طرف بھی رخ کیا ابتداء میں انھوں نے ایک علمی رنگ اور اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ مغرب والوں

نے اپنے علماء کے گروپوں کو سرزمین مشرق کے آثار کے بارے میں تحقیقات کے بہانے وقف کیا۔اور مستشرقین کی اصطلاح انہی لوگوں کیلئے مختص تھی جو مغرب سے مشرق کو سمجھنے کیلئے مختص کیے جاتے تھے جسطرح ایک غیر عربی اپنے آپ کو عربی ظاہر کرتا ہے تو اسے مستعرب کہتے ہیں۔اسی طرح اگر کسی اہل مغرب نے خود کو مشرق سے وابستہ کیا تو اسے مستشرق کہیں گے اور اس کے عمل کو استشراق کہیں گے۔

## عمل استشراق کے مراحل و مراتب

مستشرقین اپنے آغاز سے عصر حاضر تک جن مراحل اور ادوار سے گزرے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

گیارہویں صدی کے آخر سے شروع ہو کر تیرہویں صدی میلادی کے آخر تک کا یہ دور تاریخ میں صلیبی جنگوں کا دور ہے اس دور میں مسیحیوں نے سرزمین مشرق میں تین مرحلوں میں کام کیا۔

ا۔ مستشرقین پہلے مرحلے میں کلیسائے کیتھولک کی طرف سے تعلیماتِ اسلامی کو نقد و تنقید اور اس کی قدر و قیمت کو گرانے کی خاطر وجود میں آئے۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں یعنی صلیبی جنگ میں جو کہ بیت المقدس کو آزاد کرانے کی خاطر لڑی گئی جس میں مسیحیوں کو شکست ہوئی لہٰذا اُس کی تلافی کی خاطر یہ گروہ وجود میں آیا پھر مغربی استعمار نے اس طریقہ اور سلوکِ کلیسا کو حکومتی سطح پر اپنایا اور اسے مغرب کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رواج دیا۔

۳۔ تیسرے مرحلے پر اس کو کتابوں کی شکل میں مشرق زمین کے طالب علموں تک پہنچایا اور

انھیں اس کو پڑھنے کے سلسلے میں علمی سند کے ساتھ دیگر انواع واقسام کی معاونت بھی دی گئی۔

## مستشرقین کے بارے میں علماء اور مفکرین کی آراء ونظریات

مجلّہ توحید عربی شمارہ ۷۹، صفحہ ۳۸ میں ایک مقالہ (الفکر الاستشراقی فی میزان النقد العلمی) ڈاکٹر محمد الدسوقی کی طرف سے شائع ہوا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ مستشرقین، اسلام اور مسلمین کے خلاف کام کرتے ہیں یہ اپنے اندر برے عزائم اور اہداف لئے ہوئے ہیں اوران کی سرگرمیاں سوءِ نیت پر مبنی ہے۔

اس حوالہ سے ان کے اعمال کے کیا اسباب وعوامل ہیں اوران کے کیا اثرات ونتائج برآمد ہوئے ہیں اور انھوں نے کن میدانوں میں عملی توجہ مرکوز کی ہے یہ انتہائی اہمیت کے حامل سوالات ہیں اس سلسلہ میں ڈاکٹر محمد دسوقی کا ایک مقالہ درج بالا رسالہ میں ''الفکر استشراق فی المیزان نقد العلمی '' کے عنوان سے نشر ہوا ہے اس میں انھوں نے مستشرقین کے عمل کے بارے میں علمائے اسلام اور مفکرین اسلام کی آراء ونظریات کو تین گرہوں میں تقسیم کیا ہے:

ا۔ پہلا گروہ جنہوں نے مستشرقین کے عمل کی حد سے زیادہ تعریف کی ہے ان کا کہنا ہے کہ ان کی اسلام کیلئے علمی خدمات دقت اور نئے انداز کے حوالہ سے انتہائی قابل قدر ہیں یہ کہتے ہیں کہ مستشرقین نے بہت سے اسلامی علمی ذخائر کو شائع کر کے ہمیں استفادہ ان علمی واسلامی ذخائر حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اور اس خدمت کا صلہ ان ہی کو جاتا ہے ہم انکی اس خدمت کو نظر انداز نہیں کر سکتے گرچہ ان کی نیت کتنی ہی بُری کیوں نہ ہو۔ محمد کرد علی

جو عراق کے شہر سلیمانیہ سے تعلق رکھتے ہیں ۱۲۹۳ میں پیدا ہوئے شام میں وزارت علوم و معارف رہے۔ وہ دمشق کے مجمع علمی کے رئیس وبانی بھی تھے اور ۱۳۷۲ھ کو وفات پائی جیسا کہ اعلام زرکلی میں نقل ہوا ہے کہ محمد کرد علی مغربی علماء جو مشرق کے مسائل کے ماہرین ہیں ان کی خدمات کو جہاد عظیم قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری تاریخ وتمدن کیلئے انکی بڑی خدمات ہیں۔ انہوں نے قلمی نسخوں کو چھاپنے کے علاوہ ہماری کتابوں کی فہرست بھی اس طریقہ سے مرتب کی ہے کہ ہمارے لئے اس وقت ان کتابوں سے استفادہ کرنا آسان اور سہل ہوگیا ہے انہی میں سے ایک قابل ذکر قرآن کی معجم کی ترتیب ہے۔ ''معجم المفهرس'' ان کی خدمات میں سے ایک قابل تعریف خدمت ہے۔

ڈاکٹر طہٰ حسین نے اپنی کتاب ''فی الادجاہلی'' میں لکھا ہے کہ مستشرقین کی علمی خدمات کا اندازہ وہی کرسکتا ہے جس نے انکی کتابوں کو پڑھا ہو۔ ڈاکٹر ذکی مبارک جو ۱۳۱۸ھ کو مصر میں پیدا ہوئے اور جامعۃ الاظہر میں پی ایچ ڈی کی اور ۱۳۷۱ھ کو وفات پائی (اعلام زرکلی) کہتے ہیں کہ مستشرقین سے ہمیں ملنا چاہئے گرچہ وہ استعمار کے پیشرو ہیں لیکن ان کے اندر استعماری عنصر کے ساتھ علمی عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ ذکی مبارک کہتے ہیں کہ انکی کتابوں اور تحقیقات میں غلطیاں بھی بہت ہیں اور انکے نظریات میں فاسد نظریات بھی ہیں لیکن انکی خدمات بھی بہت ہیں وہ مزید کہتا ہے کہ ہم سے پہلے انھوں نے اسلام کو پڑھنے میں سبقت کی ہے ہم انکے نظریات کو نظر انداز بھی نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کی اندھی تقلید کریں گے۔ اسکے علاوہ ان کی لغت عربی اور اسلام کے بارے میں خدمات کو نظر انداز نہیں کریں گے آخر میں ڈاکٹر ذکی کہتا ہے کہ: دنیا میں کوئی شے، یا شخص شر خالص نہیں جس طرح کوئی شے، خیر خالص نہیں۔ یہ لوگ اپنی اس مدعا کی ایک دلیل مستشرقین

کا قرآن کریم کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کو پیش کرتے ہیں۔

قرآن کریم کا مختلف زبانوں میں ترجمہ مسلمانوں کیلئے ایک مشکل امر رہا ہے۔ اب تک جو ترجمے ہوئے ہیں ان میں سے کسی پر بھی اعتماد کرنا مشکل ہے کیونکہ مترجم کتنا ہی عالم و متقی کیوں نہ ہو لیکن کمال احتیاط کا دعویٰ کرنے کے باوجود مترجم نے قرآن کریم کے ترجمہ کے بین قوسین یا حاشیہ میں اپنا مدعا نظریہ یا عقیدہ ٹھونسے بغیر نہیں رہ سکا۔ تو کیونکر مستشرقین جنکی بنیاد ہی قرآن کے خلاف جنگ کیلئے ہے وہ قرآن کا ترجمہ کرسکیں۔ چنانچہ انھوں نے قرآن کے ترجمے کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ ہمارے لوگ قرآن کے احکام اور مفاہیم کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ و اجراء کرنے کی بجائے اس کا ترجمہ کرنے والے اور اس کی تزئین و آرائش اور سنہری جلد کرنے والوں کی حوصلہ افزائی تک محدود رہے ہیں۔ ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ کرتے وقت اس کے اہداف و مقاصد اور قواعد و ضوابط کا بھی پاس رکھنا چاہیے اس سلسلہ میں بحث آپ آگے ملاحظہ کریں گے۔

۲۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ مستشرقین اپنے عمل میں حسن نیت نہیں رکھتے تھے بلکہ انھوں نے اپنے بُرے عزائم کی تکمیل کیلئے یہ عمل شروع کیا۔ مستشرقین جس ملک یا زبان سے تعلق رکھتے ہوں وہ ایک خاص مفہوم کے تحت اور اسلام کو دبانے اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کی مشن پر عمل پیرا ہیں۔ لہذا یہ گروہ مستشرقین کے ہر قسم کے نظریہ کو رد کرتے ہیں ہے۔ بعض مستشرقین نے مسلمانوں کے دشمنوں کیلئے جاسوسی کا کام کیا۔ اس گروہ کا مزید کہنا ہے کہ مستشرقین نے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں دیا لوگ ان کی بے جا تعریف کرتے ہیں۔ وہ اپنے اس مدعا کی دلیل میں مستشرقین کے اسلام و قرآن کے خلاف وہ عملی اور زبانی اقدامات پیش کرتے ہیں جسکا سلسلہ انھوں نے ابتداء سے لے کر عصر حاضر تک جاری رکھا ہوا ہے اس

کے چند نمونے ملاحظہ کریں:

## نظام استشراق کی بنیاد اسلام کے خلاف نقطہ چینی اور عیب جوئی ہے

چونکہ محمدؐ اس دین کے داعی ہیں اور دین اسلام کی اساس و بنیاد یعنی قرآن و شریعت جو نبی محمدؐ سے ہی منسوب ہے۔ اس لئے مستشرقین پیغمبر اکرمؐ کی فکر و ذہنیت اور ان کے سلوک و کردار کو جو ہر حوالے سے مخدوش صورت میں پیش کر کے ان کی نبوت اور وحی آسمانی کے حامل ہونے کو مسترد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں مستشرقین نے نعوذ باللہ کبھی حضرت محمدؐ کو کسی بیماری کا عارض، کبھی ذہنی عدمِ توازن کا نسبت دیا ہے اور کبھی قرآن کو وحی سے گرانے کی خاطر انھیں ایک اعلیٰ ذھن کا مالک قرار دیا اور کہتے ہیں انھوں نے قرآن کو دوسری کتابوں کے مطالعے اور اپنے گردونواح میں مشرکین کی عادات و تقالید کو سامنے رکھتے ہوئے خود جعل کیا ہے۔ جیسا کہ ہندوستان کے صوبے (یوپی) میں انگریزوں کی طرف سے معین گورنر سر ولیم میور نے ایک کتاب (The Life Of Prophet) لکھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شائستہ اور با اخلاق زندگی پر ناپسندیدہ اور منحوسانہ اعتراضات کیے گئے جبکہ ازواج مطہرات، مسئلہ جہاد اور تعدد ازواج جیسے مسائل پر خوب گندگی اچھالی گئی۔

مستشرقین میں سوائے چند محدود افراد کے اس نظام اور ادارہ شرق شناسی سے فارغ التحصیل اور اعلیٰ ڈگریاں لینے والوں کا باقی فارغ التحصیل طلاب کا پہلا اور بنیادی مقصد اسلام قرآن اور محمدؐ کے خلاف محاذ آرائی ہے۔ اس سلسلے میں ہم چند مستشرقین کے اقوال کو بطور سند پیش کریں گے۔ یہ مواد مجلّہ ''ترجمان وحی'' سے لیا گیا ہے۔

۱۔ گستاو ویل (Gustav Weil)

یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد کو بیماری صرع (مرگی) لاحق تھی۔

۲۔ الویز سپرینگر (Alouis Spranger)

یہ کہتا ہے کہ پیغمبر بے ہوشی کی بیماری اور ھسٹیریا میں مبتلا تھے۔

۳۔ سر ولیم میور (Sir William Muir)

یہ کہتا ہے کہ محمدؐ نے جب دعویٰ پیغمبری کیا تو وہ مکہ میں صفاء فکری اور صفاء دلی کے ساتھ تھے جب مدینہ میں داخل ہوئے تو دنیا کی طمع اور لالچ میں دام شیطان میں گھر گئے۔

۴۔ ڈی ایس مارگولیوتھ (D.S.Margoliouth)

کہتا ہے کہ محمدؐ نے بغیر کسی تردد اور سوچے سمجھے لوگوں کو مشغول رکھا۔ تاریخ انسانیت میں بعض خارق غیر معمولی عادت انسان تھے وہ شکار کرتے تھے اس طرح محمدؐ نے بھی کیا۔

۵۔ جارج سیل (G.Sali)

جارج سیل نے ۱۷۳۶ میلادی میں انگریزی زبان میں شائع ہونے والے ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں لکھا کہ محمدؐ دراصل قرآن کریم کے مؤلف تھے اور اس بات میں کسی قسم کی بحث وجدل کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن کریم محمد کی تالیف وتخلیق ہے۔

جارج سیل اس مسئلے میں انتہائی اہتمام کرتا تھا اور خود کو آدھا مسلم کہتا تھا۔

۶۔ رچرڈ بل (Richsrd Bell)

یہ اڈنبرا یونیورسٹی کا استاد ہے اس نے دو جلدوں میں قرآن کا ترجمہ لکھا ہے۔ وہ ترجمہ قرآن کے مقدمے میں لکھتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے قرآن کریم لکھنے میں کتب مقدس

خصوصاً تورات کے قصص پر زیادہ اعتماد کیا ہے۔اس کے علاوہ قرآن کی معلومات کو یہودی اور نصرانی مصادر سے اخذ کیا ہے کیونکہ وہ مدینہ میں منتقل ہونے کے بعد یہودی شخصیات سے زیادہ ملتے تھے،اس لئے انہیں یہودی کتابوں سے استفادہ کرنے کا زیادہ موقع ملا ہے۔

۷۔لوٹ(LOAT)

یہ کہتا ہے کہ حضرت محمدؐ قرآن کریم میں حروف مقطعات کو پیش کرنے میں غیر عربوں یعنی یہودیوں سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔

۸۔باٹ(BATE)

انہی مستشرقین میں سے ایک باٹ ہے جس کا کہنا ہے کہ حضرت محمدؐ کی معلومات نصرانیوں سے ماخوذ ہیں۔

مستشرقین کی یہ سب باتیں اُن کی افتراء اور تہمتیں ہیں اور ایسے مفروضات اور اندازے ہیں کہ جن کی وہ کوئی دلیل اور سند پیش نہیں کر سکے۔اُن کی یہ باتیں کسی بھی دور میں قرآن کی حقانیت اور چیلنج کے مقابلے میں ثابت قدمی واستقامت نہیں دکھا سکیں۔

## مستشرقین کی تقسیم بندی

مستشرقین کی تقسیم بندی اور ان کے بارے میں مثبت اور منفی آراء ونظریات خود مستشرقین اور علماء ومفکرین اسلام کا ایک اہم موضوع قرار پایا ہے جس سے اس میدان میں تحقیق کرنے والوں کیلئے شکوک وشبہات اور تردد وحیرت نے جنم لیا اور اس سے ایک نتیجہ اخذ کرنے میں مشکلات اور دشواریاں پیدا ہوئیں۔اسی وجہ سے ایسے بہت کم افراد ہو گئے

جوان کے بارے میں ایک صحیح اور منصف نظریہ قائم کر سکے ہوں یہی وجہ ہے کہ بعض نے مستشرقین کو ہر لحاظ سے نقد و تنقید کا نشانہ بنایا اور انھیں بری نظر سے دیکھا لیکن اسکے برعکس بعض نے ان کی آنکھ بند کر کے مدح و تعریف کی اور انھیں حقیقت پسند اور انصاف پسند محققین گردانا۔ اس لئے جب تک کسی بھی موضوع میں وارد اشکالات و اعتراضات کو واضح انداز میں پیش کرنے کا موقع نہ دیا جائے اس وقت تک ایسی صورتحال باقی رہتی ہے۔ ان دو گروہ کے مقابلے میں ایک تیسرے گروہ نے ان کی ایک تقسیم بندی کی ہے جو کسی حد تک محققین کیلئے راہ کشا ثابت ہو سکتی ہے انھوں نے مستشرقین کو درج ذیل گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

### ۱۔ علمی اور تحقیقاتی مستشرقین

وہ افراد جو کالجوں، یونیورسٹیوں، درسگاہوں اور علمی مواقع میں ایسے موضوعات پر تحقیقات کرتے ہیں یقیناً اس گروہ کیلئے موضوع کے حوالے سے بہت سے مواقع پر حق گوئی یا نئے انکشافات کا دعوی کرنا پڑتا ہے تاکہ اپنے حریف و رقیبوں سے سبقت لے سکے۔ تاہم کسی تحقیقاتی عمل میں مصروف انسان کسی وقت بھی صراط مستقیم اور ساحل حق تک پہنچ سکتا ہے۔

### ۲۔ دینی اور مذہبی مستشرقین

دین نصرانیت اور مسیحیت کے ہمدرد اور اس کے مدافع اور اس کی طرف دعوت اور اشاعت کرنے والے گروہ نے استشراق کو وسائل و ذرائع کی خاطر اپنایا ہے۔ ان کا بنیادی ہدف مسیحی چہرے کو روشن و تابناک دکھانا اور اسلام کے چہرے کو مسخ کرنا ہے تاہم وہ اپنے لئے موقع و محل تلاش کرنے اور نفوذ کرنے کیلئے کبھی حضرت محمد مجتبیٰ قرآن مجید اور کبھی

اسلام کی کچھ چیزیں اپنے تقریر وتحریر میں لاتے ہیں تاکہ ہم جیسے سادہ لوح افرادان کے دام صیاد(شکاری جال) میں پھنس جائیں۔

## ۳۔ استشراق سیاسی

اس گروہ میں ان ملکوں سے متعلق اداروں کے وہ ملازمین ہوتے ہیں جو سیاسی چھتری کے اندر استعماری منصوبوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔اور دیگر استعماری اداروں کو معلومات فراہم کرتے ہیں اور اسکے بدلے میں وہ ان کی اجتماعی سیاسی اور اقتصادی معاونت کرتے ہیں۔

## ۴۔ مخفی گروہ

یک گروہ اندر سے مستشرق ہے لیکن ظاہری طور پر یہ اسلام کو دین حق گردان کر قبول کرنے والا ہے۔لہذا اب وہ اسلام کو سمجھنے کیلیے یہاں آتے ہیں لیکن انکا مقصد بھی اپنے عزائم کی تکمیل ہی ہوتا ہے۔

## عمل استشراق سے متعلق مجلّات کا صدور

۱۔فرانس میں ۱۷۸۷ء اور ۱۸۲۰ء کو ایشیا سے متعلق ایک مجلہ "الاسوية" کے نام سے شائع کیا۔

۲۔برطانیہ ۱۸۲۳ میں ایک تنظیم بنام "جمعية لتشجيع الدراسات الشرقية" کے نام سے وجود میں آئی جس کی سرپرستی برطانیہ کے بادشاہ نے کی۔ایک مجلہ "جمية السوية" صادر کیا۔

۳۔ امریکہ ۱۸۴۲ میں ایک مجلہ "جمعية الشرقية الامريكه" کے نام سے شایع ہوا اور اسی سال جرمن،النمسا،اٹلی،روس میں عالم مسلم کے نام سے مجلات صادر کیے اور اسی طرح

ان سب نے مل کے "دائرہ معارفة الاسلامیة" بنائی تاکہ شرق زمین سے متعلق یورپ والوں کو آگاہی دیں۔

## مستشرقین کانفرنس

مستشرقین نے اس عمل استشراق کو توسیع اور فروغ دینے کی خاطر اپنے اندر ایک باہمی تعاون اور رابطہ قائم رکھنے کی خاطر کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کیا جو وقتاً فوقتاً خود یورپ اور اسلامی ملکوں میں منعقد ہوئیں ان میں سے چند کانفرنسوں کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ ۱۷۸۳ء سے اس کا سلسلہ شروع ہوا پہلی کانفرنس انیسویں صدی کے بعد ۱۹۰۶ء کو قاہرہ میں "الدین لله والوطن للجمیع" کے نام سے منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کا مقصد مصریوں کو استعمار سے جنگ کرنے سے باز رکھنا تھا۔

۲۔ کانفرنس بمقام "ادونبرۃ" بسنہ ۱۹۱۰ء میں منعقد ہوئی اس میں تبشیری گروہ کی اسلام کیخلاف سرگرمی کا جائزہ لیا گیا۔

۳۔ ایک کانفرنس ہندوستان کے شہر لکھنو میں ۱۹۱۱ء کو منعقد ہوئی جس میں اسلامی تحریکوں کے بڑھتے ہوئے حالات کا جائزہ لیا گیا۔

۴۔ قدس کانفرنس: بسنہ ۱۹۳۲ء کو بیت المقدس میں منعقد ہوئی جس میں تعلیم اور تبلیغات میں اسلامی عنصر کو روکنے پر بحث کی اور اس بارے میں فیصلے ۱۸۹۷ء میلادی کی سوسرا میں منعقد ہونے والی یہودی کانفرنس کی روشنی میں کیئے گئے۔

۵۔ روم کانفرنس: بسنہ ۱۹۶۴ء کو اٹلی دارالحکومت روم میں منعقد ہوئی جس کی سرپرستی پوپ نے کی اس کانفرنس میں مسیحی اور یہودی دونوں کو متحد ہو کر اسلام سے نبرد آزما ہونے کے

بارے میں غور ہوا۔

۶۔ ماسکو کانفرنس: ۱۹۶۴ء روس کے دارالحکومت ماسکو میں ہوئی جس میں روسی قیادت نے کمیونزم کے خلاف اسلامی افکار کی مزاحمت کا جائزہ لیا اور ملک کے کالج اور یونیورسٹیوں میں الحادی تعلیم کو زیادہ فروغ دینے پر غور ہوا۔

## وسائل مستشرقین

قدیم زمانے سے عصر حاضر اور آنے والے تمام ادوار میں وسائل کا بنیادی طور پر چند چیزوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے لیکن زمان ومکان اور حالات کے دگرگوں اور قدرت وتوانائی یا ترقی وتمدن کے حوالے سے ان میں بھی تغیر وتبدیلی وسعت وضیق کے حالات پیدا ہوتے ہیں۔ انسان دوسروں سے اپنے اہداف ومقاصد کو حاصل کرنے کیلئے قدیم زمانے سے عصر حاضر تک دین ودنیا دونوں میں ان نکات میں منحصر رہا ہے۔

## افرادی وسائل

انسان ایک دوسرے کو افہام تفہیم مجادلہ اور سب وشتم وغیرہ کے ذریعے قانع کرتا رہا ہے۔ وسائل وذرائع کی مقدار اور تشخیص کا تعین ہمیشہ اُس کے اہداف کی روشنی میں ہوتا ہے۔ مستشرقین اپنے اندر ہدف کے حوالے سے ایک ثالوثِ نامقدس ارمان کے حامل ہیں دین مقدس یا اسلام سے جنگ، مسلمانوں کی ثروت اور زمین پر قبضہ اور دین مسیحیت کو مشرق والوں پر ٹھونسنا ہے ان تین اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے انکے افرادی وسائل کا تعین آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

(۱) پہلا گروہ: کلیسا سے وابستہ مذہبی افراد

یہ افراد اس میدان میں تبشیر ومبشرین کے نام سے سرگرمِ عمل ہیں اور مشرق زمین میں رہنے والے مسلمانوں کو مسیحیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور انھیں مسیحیت کی طرف جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس گروہ کا مختلف ناموں سے ہمارے ملکوں میں آنا جانا رہا ہے کبھی سیر وسیاحت کے نام سے، کبھی یہاں کی حکومتوں کی طلب کو بہانہ بنا کر اور کبھی سرکاری ونجی عہدوں کی پوسٹ ومشاور کی حیثیت سے۔ان کی تمام تر کوشش یہ رہی کہ لوگوں کو مسیحی بنایا جائے چنانچہ دنیا بھر میں یہ گروہ لوگوں کو مسیح بنانے کی کوشش کررہا ہے اس گروہ کو تبشیری کہتے ہیں تبشیریوں کا طریقہ کار دوسروں سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔خاص وعام اور کھلی تبلیغات دین مسیحیت یہاں موجود مسیحیوں کی تبلیغ کے بہانے سے۔

۲۔ درس گاہوں میں اساتید کے عہدے پر رہ کر چاہے ہماری درسگاہوں میں ہو یا خود اپنے ہاں کی درسگاہوں میں۔

۳۔سیمنار اور کانفرنسوں میں خطابات کے ذریعے۔

۴۔مسلمان بن کر یا اسلام کے عقائد ومعارف حاصل کرنے کے نام سے۔

۵۔تعلیمی منصوبہ بندیوں سے۔

۶۔طبیب یعنی علاج ومعالجے کے منصوبے سے۔

اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو تبشیر ومبشرین میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

(۲) دوسرا گروہ: یہودیوں سے وابستہ افراد

چنانچہ مستشرقین کا ایک بڑا گروہ تعلیم وتحقیق کے میدان میں یہودیوں سے وابستہ افراد

ہیں جو کہ حسب خبر قرآن کریم "مسلمانوں سے سخت عداوت و دشمنی اور نفرت کے حامل ہیں"۔

مستشرقین کا ایک بڑا طبقہ خصوصاً وہ افراد جو علمی و فکری سطح پر بلند پائے پر سمجھے جاتے ہیں ان کی کثیر تعداد یہودیت سے انتساب رکھتی ہے۔ ان کا مقصد الحاد کو پھیلانا ہے کیونکہ یہ سمجھتے ہیں لوگوں کو یہودی بنانا مشکل ہے۔ لہذا انھیں بے دین بنایا جائے جو انھی کے فائدے میں جائے گا۔

(۳) گروہ ملحدین

جو افراد فکرِ کفر و الحاد کے حامل ہیں انھیں بھی یہودی و نصرانی اپنے اہدافِ شوم کے حصول کی خاطر استعمال کرتے ہیں چنانچہ ان کے نجی اجتماعات میں یہ اعلان ہوا ہے کہ ہم مسلمانوں کو نصرانی اور مسیح نہیں بنا سکتے لہذا ہمیں چاہئے کہ انھیں بے دین اور ملحد بنائیں۔ انھی میں سے سرِ فہرست مستشرق جوستاف لوبون فرانسی ہے جس کے بارے میں موسوعۂ عربی نے کہا ہے کہ اس نے اسلام کے بارے میں انصاف کی بات کی ہے معلوم نہیں کہ جو شخص دین و مذہب کا پابند نہ ہو اس کائنات سمیت اپنے اندر ہر لحہ وجودِ باری تعالیٰ کی نشانیوں کو نظر انداز کرتا ہو وہ کیسے اسلام کیلئے انصاف کرے گا اور اسکی کی نظر میں اسلام عربوں کی نظامِ حیات کا نام کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴) گروہ سیاسی

(یعنی حکومتیں) جیسا کہ پہلے بتا چکے ہیں کہ عمل استشراق میں ایک بنیادی ہدف استعماری ہے لہذا ان کی تمام حکومتوں کے کارندے اس عملِ استشراق میں مذہبی اور دینی گروہ کے ساتھ باہمی تعاون کا معاہدہ کیے ہوئے ہیں۔

## (۵) سیکولرزم

سیکولرزم کے بارے میں یہاں یہ واضح کرنا چاہیں گے کہ یہ دوصورتوں میں نمایاں ہے ایک دین ومذہب میں آزادی کا نعرہ لگاتے ہیں یعنی یہاں ایک حوالے سے یہ مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم ہر مذہب وفرقہ کو اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں آزادی دیں گے اس میں خاص طور پر اقلیتی فرقے ان کے جال میں زیادہ پھنستے ہیں۔ یہ گروہ دوسرے مرحلے پر کھلے انداز میں دین ومذہب کے بڑے سے چھوٹے مراسم تک پابندیاں لگاتا ہے۔

## (۶) مسلمان سیکولرز گروہ (علمانی گروہ)

اب تک یورپ والوں کو اس استشراقی عمل میں کامیابی کی وجہ مسلمان سیکولرز فکر کے حامل افراد کی منافقانہ رویہ اور اپنے ملک وملت سے خیانت ہے۔ جیسے لطفی سید نے سب سے پہلے مصر میں عربی فصیح زبان کو دفنانے کی دعوت دی۔ اسی طرح عبدالعزیز فہمی۔

عبدالعزیز فہمی ۱۲۸۷ء مطابق ۱۸۷۰ء میلادی ہے اور متوفی ۱۳۶۷ء مطابق ۱۹۴۸ء ہے یہ پہلے وکیل تھا پھر سیاست میں آیا۔ اسی نے مصر میں حروفِ لاطینی کو عربی حروف کے بدل میں لانے کی تحریک چلائی جسے علماءِ جامعہ اظہر کی سخت مزاحمت پر ناکامی کا سامنا ہوا۔

لبنان کے مسیحی سعید عقل، انیس فریحہ، لمولیس عوض وغیرہ نے ۱۹۷۳ء میں ایک کانفرنس لبنان کے برمانا میں منعقد کی اس میں مسیحیوں کے راہبوں نے بھی شرکت کی اس کانفرنس کا مقصد عربی زبان کو ختم کرنا تھا جسکی جامعۃ الاظہر کے رئیس شیخ عبدالحلیم نے مزاحمت کی۔ طٰہٰ حسین نے ان مستشرقین کے ناپاک عزائم اور اسلام کے مدافعین جس

کے سربراہ شیخ عبدالحلیم شیخ جامعہ الاظہر تھے کے درمیان ایک پُل کا کردار ادا کرنے کی کوشش کی۔ تعجب اس بات پر ہے کہ طٰہٰ حسین نے عرب کے مشہور و معروف مصنف اور مؤلف ہوتے ہوئے اس کردار کو ادا کرتے ہوئے یہ دعوت دینا شروع کر دی کہ لغت عربی فصیح کے قوائد وضوابط میں ترمیم لائی جائے اور اس میں نئے حروف کا اضافہ کیا جائے۔ اس کے رسم الخط کو بدل دیں۔ شاید طٰہٰ حسین نے مستشرقین کے اس کام اور عزائم کو مرحلہ وار پیش کرنے کی سفارش کی ہے جس طرح بعض کالم نگار حکومت کے دوسرے منصوبوں اور لائحہ عمل کو پیش کرتے ہیں۔

## اقتصادی وسائل

عمل استشراق میں مغرب والے جو مالی وسائل مختلف مدوں سے حاصل کرتے ہیں اور جہاں خرچ کرتے ہیں اسکی کچھ تفصیل یوں ہے:

ا۔ استعمار ایک کاروبار اور ایک سرمایہ کاری ہے جس طرح کچھ کاروبار خود حکومتی سطح پر کرتے ہیں اسی طرح مغرب والوں کی سرمایہ کاری ایک استعماری عمل ہے جس کیلئے وہ ایک بجٹ حکومتی سطح پر رکھتے ہیں۔

۲۔ دینی بجٹ: کلیسا اور یہودیت سے وابستہ افراد اس مد میں بہت سی رقوم دیتے ہیں چنانچہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا بھر میں موجود یہودیوں اور مسیحیوں کی کمپنیوں کے فائدے کی ایک معینہ مقدار یہودیت اور مسیحیت کے فروغ کیلئے خرچ کی جاتی ہے۔ اور ہم مسلمان غیر شعوری طور پر ان کمپنیوں کو کامیاب بنانے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

۳۔ مسلمانوں کی دولت: مسلمان اپنے دین کے فرسودہ اور خرافات پر مبنی رسومات کو فروغ

دینے کیلئے جو چندہ دیتے ہیں وہ ان مستشرقین کے اہداف کے حصول میں معاون ومددگار ثابت ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے جس کام کیلئے رقم اور توانائی خرچ کرنا تھی وہ کام ہم مسلمانوں کی اپنی دولت سے ہی کر رہے ہیں۔ جہاں تک انکی اپنی رقوم خرچ کرنے کا تعلق ہے اور اسے وہ کس مد میں خرچ کرتے ہیں اسکے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مختلف مدوں میں مثلاً قرضوں کی صورت میں، زراعت، صنعت اور دیگر کاروبار میں شرکت وغیرہ۔

۲۔ معاونتِ بیوہ، یتیم اور اسکالرشپ کے حوالے سے۔

۳۔ علاقے اور محلے کے مقتدر افراد کو رشوت بطور مخفی و پوشیدہ۔

## اہداف استشراق

مستشرقین کے عملِ استشراق میں جو اہداف ومقاصد اُنکے قلم وبیان اور عملی اقدامات سے سامنے آئے ہیں چاہے یہ مخفی وعلانیہ اور توریہ وغیرہ سے ہوں وہ مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہیں جس کا مستشرقین کے عزائم کے بارے میں بحث وتحقیق کرنے والے علماء اور مفکرین نے دو ہدف میں خلاصہ کیا ہے۔

۱۔ نور وحی اور عقل سے منور دین اسلام کی یورپ میں بڑھتی ہوئی پذیرائی کو روکنے کا بندوبست کرنا۔

۲۔ عقل اور تجربے دونوں سے متصادم ومتناقض دین مسیحی کو مشرق زمین میں متعارف کرنے اور مسلط کرنے کا بندوسبت کرنا۔

۳۔ صنعتی انقلاب کے پیداوار کیلئے مشرق زمین میں بازار اور خریدار کی بندوبست کرنا۔

۴۔ مسیحی مشنریوں اور تبشیری جماعتوں سے حاصل شدہ معلومات کے تحت مشرق زمین میں موجود زمینی، دریائی بیش بہا ذخائر پر قبضہ کرنا وغیرہ۔

## مستشرقین اور دین اسلام

ہمارا دین اسلام ہے اس نے اپنے ابتدائی دور میں کفر و شرک کے مقابلے میں دنیائے یہود و نصاریٰ کو مل جل کر رہنے، ایک ساتھ جینے اور اتحاد و یکجہتی کی دعوت دی چنانچہ قرآن کریم کی آیات مبارکہ میں ارشاد رب العزت ہے۔

''اے اہل کتاب آؤ اور متحد ہو جاؤ''

اسی طرح جب پیغمبر اسلام مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اپنے پہلے ہی اقدام میں وہاں کے یہود سے باہم صلح و صفا کے ساتھ جینے کا معاہدہ کیا اور ہر دکھ سکھ میں ان کا ساتھ دیا چنانچہ مرکز نصاریٰ ''روم'' کو سرزمین ایران جو اس وقت مشرک تھا کے مقابلے میں شکست ہوئی اور مشرکینِ مکہ نے اس پر خوشی منائی تو کتاب محمدؐ ''قرآن'' میں ان کو شکست کے بعد آنے والے دنوں میں دوبارہ فتح و کامرانی کی خوشخبری سنائی گئی لیکن مشرکین کے ساتھ ایسا برتاؤ روا نہیں رکھا گیا بلکہ ان سے فرمایا کہ تمہارا عمل تمہارے لئے اور میرا عمل میرے لئے تم مجھ سے بیزار ہو اور میں تم سے بیزار ہوں تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے:

﴿لکم دینکم ولی الدین﴾ (کافرون ۱۰۹۔ آیت ۶)

اسلام و نبی مکرم اسلام اور ان کی کتاب کے اس دوستانہ و ہمدردانہ سلوک کے جواب میں اہل یہود کا سلوک و برتاؤ یہ رہا کہ یہودِ مدینہ نے مشرکین مکہ سے کہا کہ تم لوگ محمدؐ اور

ان کے اصحاب کی بہ نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ہو چنانچہ جب ہم موجودہ دور کے یہود و نصاریٰ کا اسلام و مسلمین سے برتاؤ دیکھتے ہیں تو اس سے واضح طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہود و نصاریٰ مشرکین کی سیرت پر گامزن رہتے ہوئے آج بھی دنیائے اسلام کے ساتھ معاندانہ سلوک اور مؤقف جاری رکھے ہوئے ہیں اس سلسلے میں اس دور کی دنیائے یہود و نصاریٰ نے اسلام و مسلمین کے خلاف نہ ختم ہونے والا ایک مسلسل محاذ کھول رکھا ہے اس محاذ کے جنگجوؤں کا نام مستشرقین ہے۔انھوں نے دین اسلام کے عقائد و نظریات اور نظام ہدایت کی ایک ایک شق کو اٹھا کر اسے ناقص و غیر منفعت بخش بلکہ ضرر رساں اور ناقبل عمل گردانے کی مہم چلائی ہے۔اس جنگ کو اُنھوں نے مندرجہ ذیل محاذوں پر لڑا ہے:

ا۔دین اسلام کے مصادر و مآخذ میں تحقیق و تدقیق کر کے اس کے اندر سے خود ساختہ نقص خامیاں اور اعتراض و اشکالات پر مبنی مواد کو نکال کر بیک وقت ایک طرف سے دین اسلام کو خود اپنے وطن میں غلط، بے بنیاد، ناقابل فہم و ادراک اور ناقابل عمل ثابت کرنا ہے۔دوسری طرف اس کے چہرے کو مسخ اور داغ دار دکھا کر دین مسیح و یہود سے تنگ آنے والے مغرب والوں کو اسلام پذیری سے دور رکھنا ہے۔

۲۔اسلامی نصوص کو اپنے مفروضات کی خواہشات کے سامنے خاضع کرنا،کبھی قرآن کے مقابلے میں مسلمانوں کو قرآن سے روگردانی کر کے حدیث کی اہمیت اور اس سے تمسک کی ضرورت کو مختلف زاویوں اور مسائل سے مسلمانوں کے اذہان میں راسخ کیا تا کہ بعد میں حدیث کو بے سند،فرسودہ دکھانا آسان ہو جائے اور اُسے حجت سے گرانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔اس کے بالمقابل میں ایک گروہ بنام حمایتِ قرآن نکلا اس نے کہا کہ قرآن ہی واحد و ماخذ و مصدر ہے اور احادیث کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں ہے ان کا مزید کہنا ہے کہ

ابتداء اور انتہا قرآن ہے اس سے ہٹ کر کسی چیز کی حجت نہیں ہے۔ چنانچہ اسی فکر کے فروغ کیلئے مسلمانوں سے بعض شخصیات کو اٹھایا اور اُن سے اس فکر کو فروغ دینے کا کام لیا۔

۳۔ اسلامی نصوص کو کبھی ان کے کلمات میں کمی بیشی کر کے تحریف کرنا جہاں تحریف نہ کر سکے وہاں انہوں نے اُسے ناقابل فہم دکھا کر اس کی اہانت وجسارت اور اس کا مذاق اڑایا ہے۔ ان اہداف ومقاصد کے حصول کیلئے جو طریقہ کار انھوں نے وضع کیے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ مغربی یونیورسٹیوں میں اسلام و مسلمین اور مشرق کے عقائد تاریخ وقانون، آداب و اخلاق، ثقافت ورسومات، فن وہنر، کمزوری وطاقت وقدرت اور مظاہر ضعف وتوانائی کو موضوع تدریس قرار دیا۔

ط۔ اسلام ایک خاص دور کیلئے تھا اب اُسکا دور ختم ہوگیا ہے۔

ط۔ اسلام چند شعائر ومراسم تہوار کا نام ہے۔

ط۔ فقہِ اسلامی کی ماخذ ومصدر قانونِ رومانی ہے۔

ط۔ شریعتِ اسلام نئی تمدن کے ساتھ نہیں چل سکتی ہے۔

ط۔ زبانِ عربی اور ملکی رائج زبان کو ہٹا کر اُسکی جگہ انگریزی زبان اور رومن حروف کا جاگزین کرنے کی مہم۔

ط۔ عورتوں کی آزادی کے نام سے فحاشی' عریانی اور بداخلاقی کو رواج دینا۔

ط۔ اسلامی تمدن کی مذاق اڑانا اور مسخرہ کرنا۔

ط۔ مختلف ناموں اور مختلف گروہ کے ذریعے گمراہی اور ضلالت پھیلانا۔

ط۔ آثارِ قدیمہ کی احترام پذیرائی' تقدیس نمائی۔

ط۔ لادینی بے ہودہ بحثوں کا رواج وفروغ۔

ط۔ قومیت کی ہر پہلو سے پرچار کرنا اور فروغ دینا۔

۲۔ اسلام ومسلمین سے متعلق تمام کتب کی اصل یا اُن کے نقل یا خلاصۃ معلومات کو مغرب کی طرف منتقل کرنا اور ان میں کتابوں اور ان مباحث کو جوان کے اہداف کے حصول میں معاون ومددگار ہیں۔ان کو بہتر انداز میں چھاپ کر مغرب ومشرق دونوں کیلئے نشر کرنا تا کہ مغرب والے مشرق والوں کی کمزوری کو دیکھیں تا کہ ان کے اپنے مکروہ چہرے بھی مخفی رہیں اور ان کے ساتھ تعاون کرنے میں بھی کوئی تردد نہ ہو۔

۳۔ اسلام ومسلمین سے متعلق فکری وعلمی اور ثقافتی تحقیق کرنا۔

۴۔ ان کتابوں کو یورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ کرنا۔

۵۔ اسلام کے بنیادی عقائد، شریعت وشخصیت ،محمدؐ اور قرآن کے بارے میں تالیف و تصنیف کرنا۔

۶۔ مشرق زمین کی یونیورسٹیوں میں اور اُن کی تنظیموں اور درسگاہوں میں نفوذ پیدا کر کے ان میں مقام ومنصب حاصل کرنا۔

۷۔ اسلامی موضوعات پر تحقیق کے نام سے کانفرنس، سیمینار اور مذاکرات کا انجام دینا۔

۸۔ اسلام سے متعلق مختلف موضوعات پر مشتمل کتب ومجلات صادر کرنا۔

۹۔ ایک جامع کتاب جو دائرۃ المعارف الاسلامی کے نام سے تصنیف کی اور ابھی تک اس میں اضافہ ہو رہا ہے اس میں بڑے بڑے پایہ کے ماہرین اور مستشرقین اور اسلام دشمنی اور عداوتی ذہنیت کے حامل پورے مغرب سے منتخب چیدہ افراد نے اس کی تنظیم وتنسیق کی ہے۔

۱۰۔ جو عقائد ومعارف عقل و تجربے سے متصادم ہو اور اس میں کسی قسم کی سوال

واستفسار کی گنجائش نہ ہو اور دین کی زمین وفضا اس کیلئے تنگ ہوا سے مشرق زمین کی فضا میں حیلہ وبہانہ، طمع ولالچ، طاقت وقدرت، خوف ہراس کے ذریعے دینِ اسلام کے بدلے میں پیش کرنا انکی بنیادی اہداف میں شامل ہیں اس سلسلہ میں آپ مستشرقین اور مبشرین کے عنوان میں ملاحظہ کریں گے انھوں نے کسطرح دینِ مسیحیت کو مشرق میں پھیلانے کی مہم چلائی ہے۔

یہی وہ پالیسی تھی جس کا اظہار مسٹر فینگلسن رکن پارلیمنٹ کی تقریر میں ہوتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ عیسائی بنانے کی تحریک میں ہندوستان کے ملازم انگریز اور عیسائی مشنریوں سے لے کر رکن پارلیمنٹ تک ملوث تھے۔ وہ بانگ ڈہل اپنی اور حکومت کی دلی آرزوؤں کا ان کے الفاظ میں اظہار کرتے تھے۔

## مستشرقین کے اسلام کے خلاف عزائم

(مجلہ رسالۃ الاسلام کلیۃ الاصول دین بغداد شمارہ ۱،۲/صفحہ ۱۲۴) ایک مقالہ اس عنوان میں "حول الحرکت الاستشراقیۃ" کے عنوان سے نشر ہوا ہے اس میں لکھتے ہیں:

مستشرقین کی زیادہ تر تألیفات وآثار اسلام کے خلاف جھوٹ، افتراق، اور اسے مسخ کرنے کے عمل سے بھری پڑی ہیں، (وان لاوان) یہ یورپ کی تاریخ کا ایک بڑا مورخ ہے اس کا تعلق ہالینڈ سے ہے اس کی کتب ۲۹ زبانوں میں ترجمہ ہوئیں وہ اپنی ایک کتاب جسکا نام قصہ بشر ہے اس میں لکھتا ہے کہ خلافت پر عمر ابن خطاب بیٹھا اس نے دمشق کو پہلی بار اسلامی دار الخلافہ قرار دیا اس کے بعد خلافت کی مسند پر علی ابن ابی طالب بیٹھا۔ یہ اس

مورخ کی اسلامی تاریخ سے آگاہی کا ایک آئینہ ہے۔ آپ خود اس کی اس عبارت کو آپریشن تھیٹر پر رکھ کر تجزیہ کر سکتے ہیں کہ اس میں مورخ مشہور نے کتنی غلط بیانی کی ہے اور اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا ہے حالانکہ حضرت عمر نے نہ دمشق کو دارالخلافہ قرار دیا اور نہ ہی وہ خلافتِ اسلامی کے پہلے خلیفہ ہیں بلکہ اس سے پہلے مدینے میں خود پیغمبر کرمؐ کی حکومت قائم ہوئی پھر حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ۔ اس کے بعد یہ یورپی مورخ لکھتا ہے کہ عمر کے بعد علی ابن ابی طالب خلیفہ بنے بلکہ عمر کے بعد حضرت عثمان بن عفان خلیفہ بنے اسی طرح ایک اور مورخ جسکا نام فلپ ہے اس نے ایک کتاب تاریخ عرب لکھی ہے۔ جس میں اس نے اسلامی جہاد کے باب کو اٹھایا ہے اور جہاد کے بارے میں لکھتا ہے کہ جہاد مسلمانوں کے پاس غارت گری کا ایک وسیلہ اور شکست خوردہ و کمزور قوموں کا خون بہانے کا ایک بہانہ ہے تاکہ جبر، طاقت وقدرت سے ان پر مسلط ہو جائیں اور اسکے بعد انھیں گروہ عرب و غیر عرب میں تقسیم کریں۔ بروک لیمن ایک جرمن مستشرق ہے اس نے چند جلدوں پر مشتمل کتاب لکھی ہے جسکا نام تاریخ شعوب اسلامیہ ہے اس میں لکھتا ہے کہ مکہ میں محمدؐ پر دینی احساس و جذبات غالب تھا لیکن مدینہ آنے کے بعد یہ جذبہ ختم ہو گیا اب وہ اپنے آپ کو ایک سیاسی جماعت کا سربراہ تصور کرنے لگا وہ پورے عرب پر خود کو مسلط سمجھنے لگا۔ اسی مجلہ کے صفحہ ۱۳۵ پر ایک بحث حرکت استشراقیہ کے بارے میں ایک مقالہ میں جو صادق عیدانی نے لکھا ہے وہ مستشرقین کی تاسیس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعض مسلمان مولفین و مصنفین نے مستشرقین کو ایک فکری گروہ قرار دیا صادق عیدانی اس سوچ کو رد کرتے ہوتے لکھتے ہیں مستشرقین کے بارے میں گفتگو دو حوالوں سے یعنی سیاسی اور فکری زاویہ

سے ہونی چاہیے۔ سیاسی حوالے سے جاننا چاہیے کہ وہ کون سے سیاسی عوامل تھے جن کی بنا پر حرکت مستشرقین وجود میں آئی اور انہوں نے مشرق کی طرف توجہ کی۔ ہم ان کے سیاسی اہداف کو اس جملے میں خلاصہ کر سکتے ہیں وہ عالم اسلامی کو اپنے مستعمرات میں شامل کرنے کیلئے وجود میں آئے اور اس کے علاوہ ان کے اندر صلیبی جنگوں سے صلیبی جنگوں میں انھیں شکست کھانے سے پیدا ہونے والا کینہ وحسد تھا جن کے انتقام کیلئے یہ حرکت مستشرقین وجود میں آئی۔

چنانچہ جوزف لوگون اور محمد اسد نے اس نقطہ کی تائید وتوضیح کی ہے۔ اسکے علاوہ جس نے بھی مستشرقین کے وجود میں آنے کے اسباب وعوامل کی تحقیق کی وہ اسی نتیجہ پر پہنچا کہ یہ دختر سیاسی ہے۔ چنانچہ جوزف لوگون کی مستشرقین کے نام سے تین جلدوں پر مشتمل کتابیں ملیں گی جس میں مستشرقین مغربی کا سیاسی کارندے فوجی اور استعماری تنظیموں کے اعلی عہدوں پر فائز افراد سے تعارف کیا ہے۔

انیسویں صدی مستشرقین کے کاموں اور ان کے اہداف کے حصول میں انتہائی کوششوں کا دور رہا اس میں وہ مسلمانوں کے تمدن کو نابود وفراموش کرانے انہیں غفلت میں مبتلا کر کے ان کے تمدن پر فراموشی کا پردہ ڈالنے کی سعی وکوشش کے ساتھ ساتھ اپنی ترقی و تمدن کے ابتکار کی کاوشیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عروج وترقی کے اہل وحقدار صرف مغرب والے ہیں اور انہی کے تمدن کو یہ حق اور صلاحیت حاصل ہے کہ وہ دنیا بھر میں چھا جائے۔

## اسلام مستشرقین یہود کی نظر میں

یہودی مستشرقین نے مغرب والوں کے سامنے اسلام کی مندرجہ ذیل انداز میں تصویر کشی کی ہے:

۱۔ مسلمان کا اصلی معنی جنایت کاری ہے۔

۲۔ نبیؐ اسلام پر بار بار مرض اعصابی طاری ہوتی تھی۔

۳۔ محمد بعض مسیحی اور یہودیوں سے تعلقات رکھتے تھے اور ان سے تعلیم حاصل کرتے اور بعد میں اسے عربوں کے سامنے نقل کرتے۔ چنانچہ یہی بات قرآن کریم کی سورہ نحل ۱۶۔ آیت ۱۰۳ اور سورۂ عنکبوت ۲۹۔ آیت ۴۸ میں مستشرقین کہتے تھے:

﴿ولقد نعلم انهم يقولون انما يعلمه بشر لسان الذى يلحدون اليه اعجمى وهذا لسان عربى مبين﴾ ''اور بتحقیق ہمیں علم ہے کہ یہ لوگ (آپکے بارے میں) کہتے ہیں: اس شخص کو ایک انسان سکھاتا ہے حالانکہ جس شخص کی طرف یہ نسبت دیتے ہیں اسکی زبان عجمی ہے اور یہ (قرآن) تو واضح عربی زبان ہے'' ﴿وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون﴾ ''اور (اے نبی) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو اہلِ باطل شبہ کر سکتے تھے''

۴۔ کہتے ہیں کہ محمد نہ رسول تھے اور نہ نبی لیکن وہ باہر کے حالات و واقعات پر عبور رکھتے اور انھیں کو عربوں کو نقل کرتے۔

۵۔ محمد صادق و ذہین اور صاحب نفوذ تھے اگر کسی سے ملتے تو اسے فوراً پہچان لیتے اور اس کے سینے میں جو کچھ ہوتا اسے کشف کر کے بتاتے اور اسے اپنی طرف جذب کرتے۔

۶۔ پیغمبرؐ جو کچھ لوگوں کو رسالت کے نام سے بتاتے وہ وحی نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ خبریں اور نقول تھیں جو اُن کے جاسوس اور مخبرین بہت دقت سے ان کو بتاتے تھے۔

۷۔ محمدؐ نے خدیجہ کے ساتھ شادی ان کے مال و دولت کی لالچ میں کی۔

۸۔ محمدؐ نے ایک مخفی تنظیم بنائی جس کا سربراہ ابوبکر کو بنایا وہ آپ کی ترویج کرتے اور اس تنظیم کی بیتِ ارقم میں میٹنگ ہوتی تھی چنانچہ مرجیلوس مستشرق نے اس کو تنظیم ماسونی سے تشبیہ دی ہے۔

۹۔ محمدؐ نے یہود و نصاریٰ کی تعلیمات کا مطالعہ کیا اور اس سے ان باتوں کو اٹھایا جو عقل تسلیم نہیں کرتی اور خدائے یہودی اور نصاریٰ کو ایک بنایا۔

## مستشرقین اور عملِ تراجمِ قرآن اور دیگر کتب

عملِ مستشرقین کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھنے والوں کی ایک دلیل مستشرقین کا قرآن کریم کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنا ہے۔ جبکہ قرآن کریم کو مختلف زبانوں میں ترجمے کرنے کی شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے ترجمہ کرنا خود مسلمانوں کے لئے ایک مشکل عمل رہا ہے اب تک جو ترجمے ہوئے ہیں ان میں سے کسی پر بھی اعتماد کرنا مشکل ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ مترجم کتنا ہی عالم و متقی کیوں نہ ہو کمال احتیاط کا دعویٰ کرنے کے باوجود بھی وہ قرآن کریم کے ترجمہ کے بین قوسین یا حاشیہ میں کچھ نہ کچھ اپنا مدعیٰ، نظریہ یا عقیدہ ٹھونسے بغیر نہیں رہا، چہ جائے کہ مستشرقین کہ جنکا بنیادی مقصد ہی ترجمہ قرآن کے بہانے قرآن سے جنگ لڑنا ہے وہ قرآن کا ترجمہ کریں۔ چنانچہ انھوں نے ترجمہ قرآن میں قرآن کو دوسری کتابوں جیسا سمجھ کر اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔

قرآن کریم جو کہ کلام خدا ہے اس نے جن و بشر کو زمان و مکان کی حدود و قیود سے باہر جہاں جہاں انسان ہیں ان سے خطاب کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ﴿یا ایہا الناس اور یـا ایہـا الـذین آمنو﴾ کی بار بار تکرار ہوئی ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حکومتِ قرآن کی سرحد کہاں تک ہے۔

۱۔ نزول قرآن سے لیکر عصر حاضر تک دنیا کے تمام گوشہ و کنار میں رہنے والے انسانوں کی زبان کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا بھی ایک مسلم و ناقابل انکار حقیقت ہے۔

۲۔ قرآن کریم خدا کی آخری کتاب ہے جو جن وانس سب کیلئے ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر کے انسانوں کی زبان ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

۳۔ قرآن کریم نے اپنی تمام ہویت اور حیثیت کے تحفظ کی خاطر دیگر کتابوں سے ہٹ کر اپنی زبان کا خود اعلان کیا ہے کہ یہ کتاب عربی زبان میں ہے تا کہ بعد میں آنے والے انسانوں میں سے کوئی بھی انگریزی لاطینی یا فارسی وغیرہ میں قرآن پیش کر کے یہ نہ کہہ سکے کہ اصل قرآن تو یہ ہے۔

۴۔ چونکہ قرآن عربی زبان میں ہے اس لئے دوسری زبان والوں کے لئے اس کے حقائق و معارف اور عقائد و شریعت سے آشنا ہونے کے لئے اُسے زبانی یا تحریری ترجمہ کرنا ایک ناگزیر حقیقت ہے یہاں سے علماء و مفکرین، مدافعانِ قرآن اور بالخصوص فقہا و مجتہدین کو ایک فقہی سوال درپیش ہوا کہ آیا قرآن کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

۵۔ قرآن کریم کا دوسری زبانوں میں ترجمہ جائز ہونے کی صورت میں اس کا ہر زبان میں ترجمہ کرنے میں کوئی حسن واستحباب یا اجر و ثواب ہے یا نہیں۔

۶۔ کیا قرآن کریم کا ہر زبان میں ترجمہ ہونا قرآن کی عظمت و حقانیت اور خدمت قرآن

کی دلیل ہے اور موجب تعریف وستائش ہے یا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ حدِ ضرورت پر اکتفا کرکے اس کا افراطی اور غیر ضروری زبانوں جیسے علاقائی اور محلی زبانوں میں ترجمے سے گریز کرتے ہوئے قرآن کے حقائق ومعارف اور اس کے احکامات وعملی تعلیمات کو عملی صورت میں رائج کریں اور اُسے فروغ دینے کی کوشش کریں۔

۷۔ جو افراد عربی زبان سے ناواقف ہیں یا اس پر عبور نہیں رکھتے وہ بھی قرآن کریم کے چند ترجموں کو سامنے رکھ کر ایک ترجمہ پیش کرتے ہیں اور اسے مستحسن بھی قرار دیتے ہیں کیا یہ انصاف ہے کیا ان سے یہ سوال نہیں کرنا چاہیے کہ آپ عربی زبان پر کتنا عبور رکھتے ہیں؟ اور کس حد تک قرآن کے مفاہیم ومعانی سے آشنا ہیں؟

۸۔ بعض لوگوں کو یہ بات باعث افتخار محسوس ہوتی ہے اور وہ اسے قرآن کی حقانیت کی سند کے طور پر بھی پیش کرتے ہیں کہ قرآن ایک سو چودہ سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اور ابھی بھی ہمارے ملک کی علاقائی زبانوں میں ترجمہ ہو رہا ہے کہ جہاں کے افراد خود اپنی مقامی یا قومی زبان اردو سے ہٹ کے انگریزی بولنے اور لکھنے کو افتخار سمجھتے ہیں اور اپنی زبان کو جہالت وپسماندگی کی علامت قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اس قسم کے افراد صرف مقام ومنزلت یا پیسہ بنانے کی خاطر قرآن کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تاکہ اس کام سے عزت وشرف کا مقام حاصل کریں اور اسکے ساتھ ساتھ نیشنلیزم کے عنصر کو بھی تقویت دیں۔

## فن ترجمہ

سورۂ روم آیت نمبر ۲۲ میں ارشاد ہوا ہے کہ پوری کائنات خدا کا کلمہ ہے. متکلم خدا ہے. خداوند متعال نے دو زبانوں میں گفتگو کی ہے جس میں سے ایک زبان تکوینی اور

دوسری زبان تشریعی ہے۔ دونوں کی برگشت ایک ہی حقیقت کی طرف ہے۔ خداوند عالم نے انسان کو اس زمین پر خلیفہ کے عنوان سے بسایا اور اسے تمام اسماء کا علم سکھایا چنانچہ سورۃ رحمٰن میں فرماتے ہیں اسے قرآن کی تعلیم اور بیان کی تعلیم دی ہے۔ ان آیات سے واضح ہے کہ انسان جس طرح شکل وصورت، قد وقامت، لب ولہجہ میں اختلاف رکھتا ہے اسی طرح زبان میں بھی اختلافات رکھتا ہے۔ انسان کے اندر خدا نے قوت تعبیر خلق کی تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکے۔ اختلاف قوم زمان ومکان اور حالات کے تحت متکلم، مخاطب اور زبان خطاب میں فرق پایا جاتا ہے. انسان جب گفتگو کرتا ہے تو در حقیقت وہ اپنی گفتگو میں اپنے احساسات کا ترجمہ کرتا ہے لیکن دوسروں کو سمجھانے کیلئے اسی ماحول کی زبان استعمال کرتا ہے جس ماحول میں وہ پیدا ہوا ہے جہاں اس کی نشوونما ہوئی ہے۔ اگر وہ اس خطہ کے علاوہ کسی اور جگہ پر پیدا ہوتا تو اس زبان میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ان دونوں میں افہام وتفہیم کیلئے راستے میں حائل پردوں کو ہٹانے اور دونوں کے احساسات کو ہم آہنگ اور ملانے والے عمل کا نام ترجمہ ہے۔ اور اس عمل کو انجام دینے والے کو مترجم کہتے ہیں۔ ترجمہ ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعے اقوام وملل میں علم وآگاہی، افہام وتفہیم کی راہ میں حائل دیوار کو دور کیا جا سکتا ہے۔ اس عمل سے آئے دن نئے مخاطب اور نئے اذہان پیدا کر سکتے ہیں۔ جسکی افادیت واہمیت اپنی جگہ واضح ہے۔ لہٰذا ترجمہ اپنی جگہ ایک علم ہے۔ یہاں سے ہم گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی کتاب یا علم کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنا ہر شخص کیلئے آسان نہیں۔ بلکہ اس کیلئے کچھ شرائط ہیں جس میں سے کچھ کا بطور خلاصہ ذیل میں پیش کریں گے:

۱۔ دونوں زبانوں پر عبور کامل ہو۔

۲۔ اُس فکر اور علم پر بھی احاطہ کامل رکھتا ہو۔

ان دو شرائط کو مدنظر رکھنے کے بعد اب ہم قرآن کریم کی دوسری زبانوں میں ترجمہ کی طرف آتے ہیں۔ قرآن کریم کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنا ایک ناگزیز ضرورت ہے کیونکہ قرآن کا مخاطب تمام انسان ہیں اور عرب زبان کے علاوہ باقی تمام انسان عربی زبان سے نابلد و ناآشنا ہیں۔ لہٰذا اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنا ایک ناگریز حقیقت ہے۔ لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کلام خدا کے الفاظ عبارات اور معانی پر عبور کامل رکھنا ہر انسان کیلئے ممکن نہیں چاہے وہ کتنی ہی نابغہ روزگار ہستی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا اس ضمن میں مندرجہ بالا دونوں شرائط کا حامل ہونا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے اب تک جتنے بھی ترجمے سالم اذہان اور دونوں زبانوں پر عبور رکھنے افراد نے کیا ہے، ان ترجمہ بھی نقد و اشکال سے خالی نہیں چہ جائیکہ قرآن کا ترجمہ وہ لوگ کریں جو عربی زبان کے قواعد کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ (علوم عربی اور لغت عرب سے انکی کوئی آشنائی نہیں)

اسی طرح توقع بے جا ہے کہ ان لوگوں سے قرآن کا ترجمہ کرنے کی توقع اور امید رکھنا فضول اور بے جا ہے جو بقول شہید صدرؒ اسلامی فکر اور قرآنی ذہن سے خالی و عاری ہیں بلکہ قرآن کے خلاف فکر رکھنے والے سوشلسٹ، سیکولر، ملحد اور الحادی نظریات رکھتے ہیں یہ زیادہ سے زیادہ چند ترجموں سے مخلوط اور بے روح ترجمہ پیش کر سکتے ہیں۔

یہ افراد صدر اسلام کے ان یہودیوں کی مانند ہیں جنہوں نے آیاتِ تورات کو قلیل قیمت پر فروخت کرتے تھے۔ نیز ان افراد کا مقصد آیات قرآن کو مذموم عزائم رکھنے والوں کیلئے قلیل قیمت پر فروخت کرنا ہے۔ یہاں پر یہ بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے ترجمے میں بین قوسین ( ) معانی کا اپنی طرف سے توضیح کرنا بھی ایک غلط عمل ہے چونکہ

جو ( ) بین قوسین لکھا جاتا ہے وہ مترجم کی طرف سے ہے۔ لہٰذا بین القوسین ( ) میں موجود مواد کو حاشیہ پر بطور احتمال ذکر ہونا چاہیے نہ کہ متن ترجمہ میں.

## ترجمۂ قرآن

ترجمہ مادۂ رجم سے لیا ہے رجم جیسا کہ قاموس اور لغات میں اس کا معنی رمی، نقل اور گمان کے معنوں میں آیا ہے۔ یعنی انسان گمان کے تحت گفتگو کرے۔ مجلہ ترجمان وحی میں آیا ہے کہ سنہ ۱۵۱۵ھ سے اب تک قرآن کے ترجمے کی طباعت ہزاروں کی تعداد میں ہو چکی ہے لیکن قرآن کا کسی ایک ہی زبان میں اب تک ہونے والے تمام ترجموں میں سے کوئی بھی ترجمہ اپنے نقص، نارسائی خلل اور نقد وتنقید سے محفوظ نہیں رہا ہے۔ یہ عظمت وشأن بھی قرآن کریم کے بارے میں اُس قدرت الٰہی کا نتیجہ ہے کیونکہ خداوند عالم نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اسے ہم نازل فرما رہے ہیں اور ہم ہی اس کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ صدر اسلام سے عصر حاضر تک اگرچہ سینکڑوں حیلوں، بہانے اور مہم کے ذریعہ قرآن کریم کو انسانی زندگی میں آئینی کردار ادا کرنے سے روکا گیا ہے لیکن مسلمانوں کی اس کتاب سے وابستگی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ اس کی پاسداری اور اس کتاب کے متن کے بارے میں کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر انتہائی حساس اور نگران انداز میں اب تک اس کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ اس کی ایک واضح مثال خلیفۂ دوئم کا ایک دن قرآن کریم کی وہ آیت پڑھنا ہے کہ جس میں فرمایا گیا ہے۔ ’’اور مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جو ان کی اقتدا کرتے ہیں‘‘۔ چونکہ انھوں نے ’’والذین‘‘ کا ’’و‘‘ حذف کر کے پڑھا تو لوگوں نے آواز بلند کی کہ اے خلیفہ آپ نے عمداً ایسا کیا یا بھول کر (واو) چھوڑا ہے۔ لوگوں کا قرآن سے

یہ لگاؤ اب تک باقی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیائے یہود ونصاریٰ نے قرآن کے ترجمہ میں ہیر پھیر کر کے خود قرآن کو غلط طور پر پیش کرنے کی مہم چلائی لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

قرآن کا غیر مسلموں کی زبان میں ترجمہ ہونا ایک موضوع گفتگو ہے کہ قرآن کے پیغام کو ابتدائی مراحل میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہئے اگر چہ ان کی زبان میں ہی کیوں نہ ہو۔لیکن اُمت مسلمین کا اپنے اندر اس قرآن کو ہر علاقے، ضلع کی مقامی زبان میں ترجمہ کرنے میں کوئی حُسن وخوبی نہیں ہے۔جس کا نتیجہ سوائے ناقص الفاظ اور غیر واضح انداز میں آیات قرآنی کو پیش کرنے کی کچھ نہیں ہے۔لہذا اس کام کو قرآن اور اسلام کی خدمت سمجھنا محض خام خیالی ہوگی اور یہ قرآن کی خدمت نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک ناانصافی تصور ہوگی۔اس کی بجائے ہمیں چاہئے کہ محلہ، مقامی اور علاقائی زبانوں کی بڑی دیوار کو گرا کر براہ راست قرآن فہمی کیلئے عربی کو پوری اُمت اسلامی کی عام اور بنیادی زبان قرار دیں۔

البتہ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم کے ترجمے کو وسعت دینا یا اس کو زیادہ اہمیت دینا کہیں اس کے بنیادی مقصد سے ہمیں دور لیجانے کا سبب نہ بنے۔کہیں اس کا نتیجہ یہ نہ نکلے کہ انسان قرآن کی اصلی زبان سے بہت دور چلا جائے۔جو ترجمہ قرآن سیاسی یا اجتماعی حالات کے پیش نظر کیا جاتا ہے اس کا تعلق صرف ایک وقتی منصوبہ بندی سے ہوتا ہے اور فی زمانہ لوگ جلد قرآن سے آشنا تو ہو جاتے ہیں لیکن بعد کے زمانے میں اس ترجمہ سے لگاؤ انسان کو قرآن کے حقائق و دقائق سے دوری کا سبب بنتا ہے نہ اس نقصان اور وقتی فائدہ سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان قرآن کی اصل زبان کو سمجھے لہذا ہمیں علاقائی زبانوں میں ترجمہ قرآن کی حوصلہ افزائی کی تحریک کا ساتھ دینے کی بجائے موجودہ ترجمہ پر اکتفا کر کے اُمت کو اصل زبان قرآن سے نزدیک کرنے کے مواقع فراہم کرنے

چاہئیں اس کیلئے ایک مہم اور اس ضمن میں ایک طویل المدت منصوبہ بندی کا آغاز کرنا ضروری ہے۔

جسطرح دشمنانِ قرآن نے ترجمہ قرآن کے نام سے قرآن کو پہلے عربی زبان میں سمجھنے کی بجائے ترجمہ کی حوصلہ افزائی کی، ایک مرحلے پرانہوں نے قرآن کو لاطینی رسم الخط میں لکھ کر اُمت اسلامی میں متعارت کروایا جیسا کہ ترکی اور بعض دیگر قبائلی علاقوں میں یہ کام ہوا اور وہاں کے مسلمانوں کو قرآن اور معارف قرآن سے بہت دور لا کر لا کھڑا کیا۔ اس طرح کے ترجمہ سے قرآن شناسی اور عربی کتابوں سے اجنبیت پیدا ہو گی اور بہت ہی محدود افراد قرآن کے معارف سے آشنا ہوں گے جب کہ اکثریت اس سے محروم رہے گی۔

دوسری بات یہ کہ ہمارے لوگ بھی قرآن کے احکام اور مفاہیم کو انسانی، فردی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ و اجراء کرنے کی بجائے قرآن کا ترجمہ کرنے والے اور اس کی تزئین و آرائش اور سنہری جلد کرنے والوں کی حوصلہ افزائی تک محدود ہیں ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ کرتے وقت اس کے اہداف و مقاصد قواعد و ضوابط کا بھی پاس رکھنا چاہیے۔

قرآن کے ترجمہ کا آغاز سب سے پہلے اسپین سے ہوا جہاں آج سے پانچ سو سال پہلے دانشوروں نے مل کر اس کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ سب سے پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں ایک انگریز جس کا نام روبرت اوف کیتون ہے نے ۱۱۴۳ میلادی کیا یہ اس کا مترجم پطرس جو دیر کالونی فرانس کا رئیس تھا۔ اس ترجمہ کے بارے میں مستشرق سموئیل ذویمر نے لکھا ہے کہ یہ پطرس کے نزدیک عصبیت نصرانیت کی بنیاد پر ہے۔ ترجمہ کے حوالے سے یہ بدترین ترجمہ ہے کیونکہ یہ غلطیوں سے بھرا ہے۔ یہ قرآن کریم کا ترجمہ آسمانی کتاب ہونے

کے حوالے سے اور اس کے تقدس کی وجہ اس کے علم سے بہرہ مند ہونے کیلئے تھا بلکہ انہوں نے اپنی فکر وفہم کے مطابق اس کتاب عظیم کی غلطیوں اور خامیوں کی تلاش کی ہے تا کہ اس ذریعے اس چہرے کو مسخ کرے چنانچہ اس ترجمے کے بارے میں پروفیسر بلاشیر نے لکھا ہے کہ ۱۱۴۱ میلادی کو شہر تولیت اسپین کے اسکوف پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی تا کہ وہ قرآن کریم کا عربی زبان سے لاطینی زبان میں ترجمہ کریں کیونکہ یہی یورپ کی علمی اور مذہبی زبان تھا۔ یہ کمیٹی کلیسائے کے راہبوں پر مشتمل تھی جس کے سربراہ اروبٹ رٹین تھے یہ لوگ عربی زبان پر عبور نہیں رکھتے تھے لہذا انھوں نے قرآن کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ اس کا خلاصہ واقتباس پیش کیا بہر حال قرآنی ترجمہ کا آغاز یہاں سے ہوا۔

## قرآن کریم کے بارے میں مستشرقین کے معاندانہ اور برے نظریات

مستشرقین قرآن کریم کے بارے میں اپنے اسلاف کے افکار ونظریات کو نئے الفاظ اور کلمات میں دہراتے ہیں پہلے ہم دور جاہلیت کے مشرکین کے قرآن کریم کے خلاف کہے جانے والے اُن کلمات کو پیش کرتے ہیں جنہیں خود قرآن کریم نے نقل کیا ہے:

﴿وقال الذین کفروا ان ھذا الا افك افترٰہ واعانه علیه قوم اخرون فقد جآء و ظلماً وزوراً ☆ وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا﴾ ”اور کفار کہتے ہیں: یہ قرآن ایک خودساختہ چیز ہے جسے اس شخص نے خود گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے (ایسی باتیں کرکے) یہ لوگ ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں: (یہ قرآن) پرانے لوگوں کی داستانیں ہیں جو اس شخص نے لکھ رکھی ہیں“ (فرقان ۲۵۔ آیت ۴،۵)

﴿ولقد نعلم انھم یقولون انما یعلمه بشر لسان الذی یلحدون الیه اعجمیٌ وھذا لسانٌ

عربی مبین ﴾''اور بتحقیق ہمیں علم ہے کہ یہ لوگ (آپکے بارے میں) کہتے ہیں: اس شخص کو ایک انسان سکھاتا ہے حالانکہ جس شخص کی طرف یہ نسبت دیتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ (قرآن) تو واضح عربی زبان ہے''(نحل ۱۶۔ آیت ۱۰۳)

مستشرقین کی یہ سب باتیں اُن کی افتراء اور تہمتیں ہیں اور یہ اُن کے ایسے مفروضات ہیں جن کی وہ کوئی دلیل اور سند پیش نہیں کرسکے۔ اُن کی یہ باتیں کسی بھی دور میں قرآن کی حقانیت اور چیلنج کے مقابلے میں ثابت قدمی و استقامت نہیں دکھا سکیں۔ انکی عناد و دشمنی پر مبنی تمام کوششوں اور سازشوں کا حرف بہ حرف جواب دینے کا یہاں موقع محل نہیں اور نہ ہی ہماری کتاب میں سردست اس کی گنجائش ہے لہٰذا اہم حقائق سے پردہ اٹھانے کیلئے قرآن کریم کے خلاف مستشرقین کی افتراء تہمتوں اور باطل نظریات کے جواب میں اُن کے سامنے چند ایک جامع سوالات پیش کریں گے۔

## وحیِ قرآن اور مستشرقین

مستشرقین قرآن کریم کے بارے میں کیا عزائم و مدعیٰ رکھتے ہیں اور وہ اس سلسلے میں کیا دلائل پیش کرتے ہیں؟ مستشرقین نے قرآن کریم کے خلاف کئی محاذیں کھولیں اور اقدامات کئے قرآن کریم کو وحی سے گرانے اور ساقط کرنے کیلئے گذشتہ مفروضوں کے علاوہ کچھ نئے مفروضے بھی بنائے ہیں اور اُن سے استناد کرکے قرآن کریم کی حجت کو گرانے کی کوشش کی ہے۔

قرآن کریم کا وحی الٰہی ہونے کو مختلف زاویے سے انکار کرکے اسے نبی اسلام حضرت محمدؐ کی خود ساختہ کتاب گردانا ہے اس کیلئے اُنھوں نے جو اقدامات کئے اُن میں سرِ فہرست

اقدام دائرۃ المعارف الاسلامی کے ذریعے برطانیہ میں کلمہ قرآن کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے اور کہانیوں کی ایک لمبی فہرست بنائی جس کی تفصیل آگے بیان کریں گے۔

## مستشرقین سے چند سوالات

ا۔ وہ کونسا منطقی وعقلی اشکال واعتراض کی بنیاد پر آپ جو آپ کو یہ کہنے کا جواز ملتا ہے کہ قرآن کریم دیگر آسمانی کتابوں کی طرح اپنے صحیح منبع ومصدر ''خدا'' سے نہیں ہے یعنی اگر دیگر بہت سی کتابوں کو آسمانی کتابیں کہا جاسکتا ہے تو قرآن کے آسمانی کتاب ہونے میں کیونکر شک وشبہ کا اظہار کیا جاسکتا ہے؟

۲۔ اس بات پر کونسا اعتراض واشکال لازم آتا ہے کہ دین اسلام تسلسل ادیان سماوی میں آخری دین ہے۔

۳۔ جس چیز کو آپ نے یہود ونصاریٰ کیلئے مباح قرار دیا ہے، اُسے اسلام کیلئے کیوں ممنوع قرار دیتے ہو؟

آیا یہ مقابلہ ومزاحمت اور عناد ودشمنی صرف تعصبات میں اندھے ہونے کی وجہ سے ہے یا اس دین کی طرف سے گذشتہ ادیان ومذاہب کو لاحق چیلنجوں کا عقلی ومنطقی جواب نہ دے سکنے کی وجہ سے انتقامی کاروائی ہے۔

کیا آسمان کا زمین سے وحی کے ذریعے وصل ہونے کا جواز اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے یا نہیں۔ اگر یہ مسلمہ حقیقت ہے اور اپنی جگہ اس کا جواز بھی موجود ہے تو کیوں اس وصل کو صرف یہود ونصاریٰ تک محدود اور اسلام کو اس سے ممنوع اور خارج کرتے ہیں۔ اس بات کی کیا منطق ہے کہ جو خبریں قرآن کریم نے بتائی ہیں اور وہ سب کے سب تورات و

انجیل میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود آپ اور آپ کی قوم ان سے ناواقف وناآشنا تھی۔
حقیقت یہ ہے کہ یہ خبریں وحکمتیں صرف قرآن نے بتایا ہے چنانچہ آیت شریفہ میں ہے جو خبریں ہم آپ کو بتارہے ہیں، انہیں اس سے پہلے نہ تو آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم، اس سلسلے میں چند آیات ملاحظہ کریں:

﴿تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت و لا قومك من قبل هذا﴾
''یہ ہیں غیب کی کچھ خبریں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں اس سے پہلے نہ آپ ان باتوں کو جانتے تھے نہ آپکی قوم'' (هود ۱۱۔ آیت ۴۹)

﴿ذالك من انباء الغيب نوحيه اليك وما كنت لديهم﴾ ''یہ غیب کی خبروں کا حصہ ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں وگرنہ آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے''
(یوسف ۱۰۔ آیت ۱۰۲ اور سورہ آل عمران ۳۔ آیت ۴۴)

ان آیات سے یہ بات بالکل واضح وروشن انداز میں معلوم ہوتی ہے کہ دین اسلام وحی الٰہی کے تسلسل کا آخری مرحلہ ہے۔

مستشرقین نے قرآن کریم کو وحی سے گرانے اور ساقط کرنے کیلئے گذشتہ مفروضوں کے علاوہ بعض نئے مفروضے بھی پیش کیے ہیں اور اُن سے تمسک کرکے قرآن کریم کی حجت کو گرانے کی کوشش کی ہے۔

## وحی قرآن کے بارے میں پیغمبر اکرم کا موقف

ابتداء سے انتہا تک تمام آیات قرآنی اور اس سلسلے میں وارد مسلمہ تاریخ سے یہ حقیقت روز روشن کی مانند واضح ہے کہ قرآن کریم پیغمبر اکرم کی نفسیاتی یا اندرونی کیفیات کا

اظہار نہیں ہے اور نہ ہی یہ باتیں پیغمبر اکرم کے اپنے عقل و تجربہ سے درک کیا ہوا ایک مجتمع ہے بلکہ یہ ذات پیغمبرؐ سے خارج اور اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ حقائق ہیں اس بات کی اثبات کیلئے ہم آیات قرآنی کو تین حصوں میں پیش کریں گے:

ا۔ نزول قرآن کے بارے میں پیغمبر اکرم خود کو آیات قرآنی کے اوامر و نواحی کے سامنے خاضع و خاشع پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کبھی ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اللہ سے مدد طلب کر رہے ہیں اور کبھی طلب مغفرت کیلئے دست بہ دعا ہیں اور کبھی مہر و کرم اور کبھی عذاب و عقاب والی آیات وصول کرتے نظر آتے ہیں قرآن کریم حضرت محمد کو وحی لینے کے بارے میں ایک ایسے مطیع و فرمانبردار اور اپنے رب کے حضور میں خائف رہنے والے انسان کے طور پر پیش کرتا ہے جو اس کی مقرر کردہ حدود و قیود کی ہر حال و کیفیت اور ہر مرحلے پر انتہائی پابندی و احتیاط کرنے والا ہو مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کرنے پر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید نازل کرنے والی ہستی کون ہے اور وصول کرنے والی ہستی کون ہے:

﴿فوقع الحق وبطل ما کانوا یعملون﴾ ''اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہوا اور جو کچھ انھوں نے بنا رکھا تھا وہ باطل ہو کر رہ گیا'' (اعراف ۷۔ آیت ۱۱۸)

﴿قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب و لا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی﴾ ''اے نبیؐ، ان سے کہو میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے'' (انعام ٦۔ آیت ۵۰)

چنانچہ مندرجہ ذیل آیات سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے کہ اگر وحی حضرت محمد کا

ذاتی، نفسی اور خود ساختہ فعل ہے جو آپ کی ذات کے اندر سے ابھری ہے ایک تو یہ بات ان آیات کریمہ کے خلاف ہے:

﴿عفا اللّٰہ عنك لم اذنت لهم حتی یتبین لك الذین صدقوا و تعلم الکاذبین﴾ ''اے نبیؐ، اللہ تمہیں معاف کرے، تم نے کیوں انھیں رخصت دے دی؟ (تمہیں چاہیے تھا کہ خود رخصت نہ دیتے) کہ تم پر کھل جاتا کہ کون سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی تم پہچان لیتے'' (توبہ ۹۔ آیت ۴۳)

﴿ولو قاتلکم الذین کفروا لولوا الادبار ثم لا یجدون ولیًا ولا نصیرًا﴾ ''یہ کافر لوگ اس وقت تم سے لڑ گئے ہوتے تو یقیناً پیٹھ پھیر جاتے اور کوئی حامی و مددگار نہ پاتے'' (فتح ۴۸۔ آیت ۲۲)

﴿ولو لا ان ثبتناك لقد کدت ترکن الیهم شیئاً قلیلاً ☆ اذاً لاذقناك ضعف الحیاة و ضعف الممات ثم لا تجد لك علینا نصیرًا﴾ ''اور بعید نہ تھا کہ اگر ہم تمہیں مضبوط نہ رکھتے تو تم ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے۔ لیکن اگر تم ایسا کرتے تو ہم تمہیں دنیا میں بھی دُوہرے عذاب کا مزہ چکھاتے اور آخرت میں بھی دُوہرے عذاب کا، پھر ہمارے مقابلے میں تم کوئی مددگار نہ پاتے'' (اسراء ۱۷۔ آیت ۷۴، ۷۵)

﴿ثم لقطعنا منه الوتین ☆ فما منکم من احد عنه حاجزین ☆ وانه لتذکرة للمتقین﴾ ''اور اگر اس (نبیؐ) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا'' (حاقہ ۶۹۔ آیت ۴۴ تا ۴۷)

۲۔ بعض آیات کریمہ سے واضح طور پر یہ اشارہ ملتا ہے کہ وحی وصول کرتے وقت پیغمبر اکرمؐ کو یہی خوف لاحق ہوتا تھا کہ کہیں یہ آپ کے حافظے سے نہ نکل جائے اور فراموشی کے سپرد نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس خطرے کے احساس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں

آپ کو یہ خوف رکھنے سے منع فرمایا ہے:

﴿ولا تعجل بالقران من قبل ان یقضی الیک وحیہ وقل رب زدنی علماً﴾
''اور دیکھو، قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو جب تک کہ تمہاری طرف اُس کی وحی تکمیل کو نہ پہنچ جائے اور دعا کرو کہ اے پروردگار مجھے مزید علم عطا کر'' (طٰہٰ ۲۰۔ آیت ۱۱۴)

﴿ان علینا جمعہ وقرانہ ☆ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ ☆ ثم ان علینا بیانہ﴾ ''اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اُس وقت تم اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے'' (قیامت ۷۵۔ آیت ۱۶ تا ۱۹)

۳۔ قرآن کریم کے سلسلہ وار آیات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نزول آیات قرآنی کے مقابلے میں خود کو بے اختیار اور بے بس محسوس کرتے تھے یعنی ایسا نہیں تھا کہ پیغمبر اکرمؐ جب بھی چاہتے اسی وقت آیت قرآنی نازل ہوتی تھی چنانچہ کبھی تو آپ پر مسلسل آیات قرآنی نازل ہوتی رہتی تھیں یہاں تک کہ بعض اوقات آپ اپنے بستر پر نیند کی حالت میں ہوتے تھے اور اٹھ کر حالت تبسم یا احساس سرور کی حالت میں فرماتے تھے کہ میرے اوپر وحی نازل ہوئی ہے اسی طرح منافقین کے بارے میں پیغمبرؐ پر کافی رات گزرنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی :

﴿وعلی الثلاثة الذین خلفوا حتی ضاقت علیهم الارض بما رحبت وضاقت علیهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا من الله الا الیه ثم تاب علیهم لیتوبوا ان الله هو التواب الرحیم﴾
''اور اُن تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا تھا جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی اپنی جانیں بھی اُن پر بار ہونے لگیں اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کیلئے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامنِ رحمت کے

سو انہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کو پلٹا تا کہ وہ اُس کی طرف پلٹ آئیں یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے" (توبہ ۹۔ آیت ۱۱۸)

اس کے بالمقابل میں کبھی آپ چاہتے تھے کہ اب وحی نازل ہو اور نزول وحی کا انتظار کرتے تھے لیکن وحی نازل نہیں ہوتی تھی جیسا کہ قصہ حدیث افک آپ پر گزری جب منافقین نے آپ کی زوجہ کے بارے میں تہمت وافتراء کی مہم چلائی اور آپ کا قلب مبارک مکدر جریحہ دار ہوا اور آپ پر منافقین کی بات گراں گزری کرب واضطراب میں نزول وحی کے انتظار میں رہتے تھے گویا یہ چند دن آپ کیلئے چندیں سال کے برابر ہو گئے لیکن اس کے باوجود وحی نازل نہیں ہوئی یہاں تک کہ آخر میں اس سلسلہ میں سورہ نور کی کچھ آیات نازل ہوئیں تو آپ کو تسلی وتشفی ہوئی اسی طرح تحویل قبلہ کے بارے میں ہے کہ آپ سر اونچا کر کے مسلسل آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور خدا سے امید وآرزو باندھ رکھی کہ شاید وہ اب تحویل قبلہ کا حکم نازل فرمائے لیکن یہ حکم نازل ہوتا ہوا نظر نہیں ہو رہا تھا یہاں تک کہ سوا سال گزر گیا پھر جا کر آپ پر اس سلسلہ میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۴ نازل ہوئی:

﴿ قد نری تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره وان الذين اوتوا الكتاب ليعلمون انه الحق من ربهم وما الله بغافل عما يعملون ﴾ "اے نبیؐ، یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں لو ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجدِ حرام کی طرف رُخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں تم ہو اُسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔ یہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی تھی جانتے ہیں کہ (تحویلِ قبلہ کا) یہ حکم ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور برحق ہے مگر اس کے باوجود جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ

اس سے غافل نہیں'' (بقرہ ۲۔ آیت ۱۴۴)

۱۔ مذکورہ آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ تین اعتراضات بے بنیاد اور ضعیف ہے اور نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم پیغمبر کی اپنی ذہنی، نفسانی اور خود ساختہ تخلیق و کتاب کا نام نہیں۔ قرآن کریم کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ محمدؐ کا خود ساختہ کلام ہے اور آپؐ اس کی تنظیم و ترکیب میں اپنی مکی و مدنی زندگی کے دوران مسیحیوں اور یہودیوں سے متاثر ہوئے ہیں۔ یہ حضرات اپنے اس مدعا کیلئے بعض مکی آیات کو پیش کرتے ہیں جو انجیل و توراِت کے بعض کلمات و قصص سے مشابہت رکھتی ہیں ان شکوک وشبہات کے داعی بلاشیر، نگلون وغیرہ ہیں کبھی انھوں نے بلعم، جبر، معیش وغیرہ کا ذکر کیا ہے کہ یہ پیغمبرؐ کو انجیل کے قصص وکلمات سکھاتے تھے۔ قرآن نے انکے اس مدعا کو اور آئندہ آنے والے زمانوں میں اس قسم کے ادعا کرنے والوں کی دلیل کو ہمیشہ کیلئے باطل، بے ہودہ اور مسترد کیا ہے:

﴿ ولقد نعلم انهم يقولون انما يعلمه بشرٌ لسان الذى يلحدون اليه اعجميٌ وهذا لسانٌ عربيٌ مبين ﴾ ''ہمیں معلوم ہے یہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں کہ اس شخص کو ایک آدمی سکھاتا پڑھاتا ہے حالانکہ ان کا اشارہ جس آدمی کی طرف ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صرف عربی زبان ہے'' (نحل ۱۶۔ آیت ۱۰۳)

۲۔ قرآن کے بعض قصص کا تورات وانجیل سے مشابہ ہونے کو قرآن کا تورات وانجیل سے ماخوذ ہونے کیلئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

الف) حالانکہ قصص قرآنی کا تورات وانجیل سے مشابہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ قرآن ان سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ قرآن نے خود تورات وانجیل کو کتاب آسمانی تسلیم کیا ہے اور قرآن کتب آسمانی کی مخالفت یا رد میں نازل نہیں ہوا ہے۔

ب) اس کتاب میں بعض ایسے قصے موجود ہیں جو تورات اور انجیل کے قصوں سے بالکل مختلف ہیں۔

ج) بعض ایسے قصے قرآن کریم میں موجود ہیں جن کا ذکر تورات و انجیل میں نہیں ہے جیسے عاد و ثمود وغیرہ کے قصے۔

د) بعض احکام جو قرآنی ہیں وہ دین نصاریٰ کی تشریح نہیں ہیں:

﴿کتبنا علیٰ بنی اسرآئیل﴾ ''بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا'' (مائدہ ۵۔ آیت ۳۲)

﴿وکتبنا علیهم فیها﴾ ''تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا'' (مائدہ آیت ۴۵)

مستشرقین کا یہ کہنا ہے کہ قرآن پہلے سے نازل شدہ کتب سے ماخوذ ہے اس بارے میں وہ ایک سند سورہ نحل کی آیت ۱۰۳ سے دیتے ہیں:

اس آیت کے ذیل میں محمد ابن سعد نے نقل ہوا ہے کہ مکے میں ایک عجمی جوان کوہ صفا کے قریب کچھ سامان بیچتا تھا، اس جگہ سے دیگر لوگوں کی طرح کبھی محمدؐ کا بھی گذر ہوتا تھا اور دوسرے لوگوں کی طرح پیغمبرؐ بھی اس سے باتیں کرتے تھے یہ عجمی رومی تھا اور عربی کے چند کلمات کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ لہٰذا کفار مکہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے محمدؐ کو قرآن و حکمت سکھایا ہے اسی کو مشرکین نے پیغمبرؐ کے قرآن کو وحیٔ الٰہی ہونے سے گرانے کیلئے ایک مفروضہ اور دلیل کے طور پر اُچھالا اور اسی کو مستشرقین نے اپنے مدعا کے طور پر استعمال کیا ہے، مشرکین اور مستشرقین کا یہ گمان چندین حوالے سے مردود ہے:

۱۔ اگر یہ عجمی جوان صاحب علم و حکمت ہوتا تو وہ کبھی بھی خود کو اس علمی و حکمت کی سطح سے نیچے نہیں گراتا اور یہ ذلت کبھی برداشت نہیں کرتا کہ چھوٹے بڑے سب کے سب اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں۔

۲۔ اگر سکھانے والا یہ جوان ہوتا تو اس کے پاس کس قسم کے وسائل اور زبان تھی کہ جس کے ذریعے وہ اپنے علوم وفنون محمد کو سکھاتا؟ جبکہ وہ عربی زبان سے ناآشنا تھا جس زبان سے وہ خود ناآشنا ہو محمدؐ یا دوسرے کو اتنی فصیح و بلیغ کے ساتھ کیسے سکھا سکتا ہے۔

۳۔ اگر یہ جوان اس علم کا حامل ہوتا تو جہاں پیغمبرؐ نے اس قرآن کے حامل ہونے کا دعویٰ کیا تو اس نے اہل مکہ کے سامنے خود کو اس کا اصل حامل اور مدعی ہونے کے طور پر کیوں پیش نہیں کیا؟ تاکہ وہ خود اس منصب کی مرکزیت کو حاصل کرتا۔

۴۔ جہاں محمدؐ اس سے سیکھتے تھے تو وہاں خود قریش کے چھوٹے بڑے کیوں اس سے نہیں سیکھے تاکہ محمدؐ کے ساتھ مقابلہ و مزاحمت کرتے۔

۵۔ اگر محمدؐ نے اس جوان سے قرآن و حکمت کو سیکھا تھا اور پھر اپنی زبان عربی میں پیش کیا تو اس مفروضہ کی تحت خود قریش بھی عربی میں فصاحت و بلاغت رکھتے تھے تو پھر کیوں وہ خود اس جوان سے سیکھ کر اپنی زبان میں فصاحت و بلاغت کی قدرت وطاقت سے محمدؐ کے چیلنج کا جواب نہیں دیا؟

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب جاوید ہے یہ کتاب درحقیقت ضامن بقائے اسلام اور واضح وروشن گواہ اور دلیل نبوت حضرت محمدؐ کے ساتھ نظامِ اسلام کے بنیادی مصدر وماخذ بھی ہے گویا اسلام و نبوت کا خلاصہ یہی کتاب ہے مستشرقین نے اس کتابِ عظیم کو ہر چھ جہتوں سے اپنے ہجوم اور حملوں کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔

کتاب ہذا کی تصنیف وتالیف کا واحد سبب اپنی بساط علم وآگاہی کی حدود میں رہتے ہوئے قرآن عظیم کا دفاع کرنا ہے اور یہی مقصد تحریر ہے۔ اس میں ہم پہلے اجمالی بیان کے ساتھ مستشرقین کی طرف سے قرآن کریم کے خلاف اٹھائے جانے والے نکات کو پیش

کریں گے اور دوسرے مرحلے میں انکے جوابات پیش کریں گے اس کے ساتھ ہی مستشرقین کے اسلام و مسلمین کے خلاف اٹھائے گئے بعض اقدامات اور محاذوں کا دوسرے مقام پر ذکر کریں گے۔

۱۔ قرائت

مستشرقین کا ایک اور پرپیگنڈہ یہ ہے مستشرقین کا دعویٰ ہے کہ قُراءِ سبعہ یعنی سات قاریوں کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ موجودہ قرآن اس وقت نازل شدہ وحی کی صورت میں موجود نہیں ہے۔ مستشرق دوزی نے قرآن کے ذوق ادبی کو ایک پرانے اور عہد قدیم کا انداز بیان میں طویل اور تھکا دینے والا اندازِ خطابت قرار دیا۔ یہ بات اُس کے اندر موجود عقیدۂ حقد و کینہ اور قرآن سے عدالت ودشمنی سے صادر ہوئی ہے کیونکہ قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت کے سامنے لغتِ عرب کا مانا ہوا ادیب ولید ابن مغیرہ بھی قرآن کے حُسنِ بیان کے سامنے خاضع وخاشع ہوا ہے۔

۲۔ بشریتِ قرآن

مستشرقین کی تمام تر توانائیاں اور کوششیں اس ایک نکتہ پر مرکوز رہی ہیں کہ وہ یہ ثابت کریں کہ قرآن کریم نبی محمدؐ کی خود ساختہ کتاب ہے۔ قرآن کا وحی سے کوئی ربط نہیں ہے۔ تمام مستشرقین اس مدعا پر اتفاق رکھتے ہیں البتہ اس مدعا کو ثابت کرنے اور اپنی اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرنے میں مستشرقین کے کلمات اور اندازِ بیان میں فرق ہے بعض اپنے اس مدعٰی کو اعتدال پسندی، انصاف پسندی کے قالب میں ڈھالتے ہیں بعض مبہم الفاظ میں اور بعض صریحاً اس نکتہ کا اظہار کرتے ہیں۔ انھوں نے اس سلسلے میں متعدد دلائل اور زاویئے

سے بحث کرتے ہیں جن کو ہم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کریں گے۔

مستشرقین نے اس سلسلہ میں کچھ نکات قرآن کے باہر سے اخذ کئے ہیں یعنی تاریخِ جمع وترتیب قرآنِ کریم کے بارے میں وارد تاریخی نقولات اور اس سلسلہ میں وارد ضعیف الاسناد احادیث سے استناد کر کے قرآن کریم کو حجیت سے گرانے کی کوشش کی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ جمع وترتیب قرآن کے بارے میں مستشرقین نے کیا شکوک وشبہات پیدا کئے ہیں اور اس سے اپنی مذموم عزائم کو برملا کیا ہے:

مستشرقین اور جمع قرآن:

برطانیہ کے دائرۃ المعارف میں جمع قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ قرآن پیغمبرؐ کی وفات کے بعد جمع ہوا۔ چنانچہ اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے چندین مستشرقین نے تاریخِ قرآن کے نام سے کتابیں لکھی ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ ان کے بُرے عزائم اور اہدافِ شوم کے تحت ہے مستشرقین کا مقصد جمعِ قرآن کو پیغمبرؐ کے بعد ثابت کرنے سے یہ تھا کہ ان جعلی اور ضعیف روایات کے سہارے جو جمع قرآن کے بارے میں وارد ہوئے ہیں تحریف قرآن اور عدمِ محبت قرآن کو ثابت کریں اور اس کے بعد قرآن کی حجیت از خود گر جائے جس کے نتیجے میں قرآن سے کسی بھی اعتقادی اور حکمی مسئلہ کے متعلق استدلال یا جواب تلاش نہیں کیا جا سکتا اور اس طرح سے ان کے برے عزائم کو فروغ ملے گا۔ لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ ہم نے انکے برے عزائم کو ثابت کرنے اور انھیں کامیاب بنانے کیلئے کتنا وقت، مال و دولت، فکر و سوچ خرچ کیا ہے اور صد افسوس ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن ابتدا ہی سے جب آنحضرتؐ پر نازل ہوتا تھا تو آپؐ اپنے اصحاب

کے سامنے تلاوت فرماتے تھے اور اصحاب اسے اپنے سینوں میں حفظ کرتے تھے۔ حفظ قرآن کیلئے انکی قرآن سے محبت، اُس وقت کے ماحول، سالم فطرت کافی تھا تا کہ وہ آیات قرآنی اپنے نزول کے دوران ہی سے پیغمبر کی ہدایت اور رہنمائی کی تحت حفظ و جمع کرلیں۔ جہاں تک خلفائے راشدین کے دور میں جمع ہونے کا جو ذکر ملتا ہے وہ صرف اوراق اور کتبے ہیں جن پر آیات قرآن لکھی گئی ہیں نہ کہ اصل جمع و ترتیب قرآن۔

مستشرقین اور ترتیب سورہ قرآن

لکھتے ہیں کہ قرآن ۱۱۴ فصل پر مشتمل ہے ہر فصل کو سورہ کہا جاتا ہے لیکن چھوٹے اور بڑے سورے میں فرق ہے سورۂ فاتحہ افتتاحی دعائی کلمات ہیں اس کے علاوہ تمام سورے اس طریقے سے ترتیب دیئے گئے ہیں کہ جو لمبے سورے ہیں انھیں کتاب کے اول میں لائے گئے ہیں جو محمدؐ کے دوسرے مرحلے یعنی مدنی زندگی میں نازل ہوئے ہیں۔ جبکہ جو سورے ابتدائی دور مکہ میں نازل ہوئے ہیں وہ آخر میں رکھے گئے ہیں۔ ان کی یہ باتیں اول سے آخر تک بے بنیاد اور اہدافِ شوم تک رسائی کی خاطر بغیر کسی استناد و اقامہ دلیل پر مبنی ہیں۔ جہاں تک سورۂ فاتحہ کا تعلق ہے یہ صرف کلمات دعائیہ نہیں بلکہ ذکر اور ثنائے حق سبحانہ تعالیٰ ہے جو کہ اس کائنات کے جمادات و نباتات' حیوان و انسان' علوی و صفوی، زمین و آسمان اور دنیا و آخرت کے رب ہیں اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ انہیں حقائق کو ثابت کرنے کیلئے یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی ہے۔ جہاں تک سوروں کی ترتیب و تنزیل اور یہ کہنا کہ طویل سورے بعد میں نازل ہوئے ہیں اور جو اول نازل ہوئے ہیں چھوٹے سورے ہیں اس کو آخر میں لایا ہے یہ حقیقت سے متصادم ہے کیونکہ بعض طویل سورے جیسے سورہ

اعراف، انعام، یونس، ھود، یوسف کی ہیں اور سورۂ نصر، محمد، فتح، حجرات، مجادلہ، حشر، ممتحنہ، صف، جمعہ، منافقون، تغابن، طلاق اور سورۂ تحریم چھوٹے سورے ہیں اور مدینے میں نازل ہوئے ہیں۔

## قرآنِ کریم کا چیلنج

قرآنِ کریم نے ابتداء نزول ہی سے اپنی حقانیت کو مشرکین کے سامنے ثابت کرنے کیلئے مقابلۂ بالمثل کی دعوت دی ہے جسے مفسرینِ قرآن نے اعجازِ قرآن کہا ہے۔ قرآنِ کریم نے اپنے مخالفین کو کس انداز اور پیرائے میں چیلنج کیا ہے اور مستشرقین نے اس چیلنج کو مسترد کرنے کی کن کن زاویوں سے کوشش کی ہے ملاحظہ کریں:

## مستشرقین اور اعجازِ قرآن

قرآن مجید اپنے آپ کو ایک معجزہ و ناقابل چیلنج ہونے کے بارے میں ازخود دلائل پیش کرتا ہے: ﴿فلیأتوا بحدیثٍ مثلہ ان کانوا صادقین﴾

''پس اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسا کلام بنالائیں'' (طور۵۲۔آیت۳۴)

﴿قل فأتوا بعشر سورٍ مثلہ مفتریاتٍ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین﴾

''کہہ دیجئے: اگر تم سچے ہو تو اس جیسی خود ساختہ دس سورتیں بنالائیں بنالاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلاسکتے ہو بلالاؤ'' (ھود۱۱۔آیت۱۳)

﴿قل فأتوا بسورۃٍ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین﴾

''کہہ دیجئے: اگر تم (اپنے الزام میں) سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جس جس کو بلاسکتے ہو بلالاؤ'' (یونس۱۰۔آیت۳۸)

﴿وان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداآئكم من دون الله ان كنتم صادقين﴾ ''اور اگر تم لوگوں کو اس (کتاب) کے بارے میں شبہ ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو اس جیسا کوئی سورہ بنالاؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے حامیوں کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو'' (بقرہ ۲۔ آیت ۲۳)

مسلمانوں کا کہنا ہے کہ کوئی بھی قرآن جیسی کتاب نہیں لا سکتے، ایسی کوشش کرنا جنون کے برابر ہے۔ مستشرقین قرآن کا ایک کتاب معجزہ ہونے کو انکار کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے دائرۃ المعارف قرآن کا معجزہ نہ ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں چند شکوک وشبہات سے تمسک کیا جو کہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن ایک کتاب معجزہ ہے کیونکہ قرآن اپنی فصاحت وبلاغت میں ایسے اعلیٰ وارفع مرتبہ پر ہے کہ کوئی انسان بلکہ تمام جن وبشر اکھٹے ہو کر بھی اس جیسی کتاب لانے سے عاجز ہیں۔ لیکن مستشرقین کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ قرآن کریم کے فصیح وبلیغ ہونے کی واحد سند اصول وقواعد لغت عرب ہیں جب ہم آیات قرآنی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی بہت سی آیات اصول وقواعد لغتِ عرب کے خلاف نظر آتی ہیں اس حوالے سے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قرآن کریم ایسا معجزاتی کلام ہے کہ تمام جن وبشر اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہیں۔

۲۔ قرآن کریم نے گذشتہ انبیاء کے بارے میں بہت سے قصے نقل کیے ہیں جس طرح دیگر کتبِ آسمانی تورات وانجیل میں آئے ہیں مستشرقین کہتے ہیں کہ جب ہم قرآن کریم میں موجود قصوں اور تورات وانجیل میں بیان کیے گئے قصوں کا مقابلہ وموازنہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں موجود قصے تورات وانجیل میں بیان کئے گئے قصوں سے مختلف

بلکہ اُن کے خلاف اور متضاد و متصادم ہیں تو یہاں سے ہمیں قرآن کا مصدر و مآخذ وحی الٰہی ہونے کے بارے میں شک وشبہ پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ خود قرآن کریم کے دعوے کے مطابق یہ کتابیں (تورات وانجیل) وحی الٰہی ہیں لہٰذا جب قرآن کے مضامین ان کتابوں کے مضامین کیخلاف ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ قرآن میں مذکور قصے وحی الٰہی پر مشتمل نہیں ہیں اور چونکہ قرآن کریم نے تورات وانجیل کے وحی ہونے کو تسلیم کیا ہے لہٰذا خود قرآن کا وحی الٰہی ہونا ازخود مشکوک ہو جاتا ہے۔

۳۔ کتب تورات وانجیل جن انبیاء پر نازل ہوئیں اُن کے ماننے والوں کے پاس اب بھی یہ کتب موجود ہیں اور ان کتب کو ماننے والی قومیں اپنی گذشتہ اقوام وانبیاء کی دینی و اجتماعی شخصیت کے حوالے سے اُس قوم کی بہ نسبت زیادہ واقف وآشنا ہیں جو اس قوم سے جدا ہیں۔ لہٰذا تورات وانجیل کے بارے میں ہماری بات صحیح قرار پائے گی جسکے نتیجہ میں قرآن کا وحی الٰہی ہونا مشکوک ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے قصے ان کتابوں میں مذکورہ قصوں کے مخالف ہیں۔

۴۔ قرآن کریم اپنے افکار ونظریات اور مفاہیم کو پیش کرنے میں طریقہ فصاحت و بلاغت اور مسلمہ علمی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ موضوعات کو پیش کرتے وقت ایک خاص موضوع پر بحث وگفتگو کی بجائے غلط ملط اور مخلوط انداز میں پیش کرتا ہے ابھی ایک موضوع تکمیل کو نہیں پہنچا دوسرا موضوع شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی تاریخ کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے تو موضوع فوراً وعدہ و وعید کی بحث میں داخل ہو جاتا ہے۔

۵۔ بعض علماء اور ماہرینِ لغت عرب کیلئے ممکن ہے کہ وہ کلماتِ قرآن کریم جیسے چند کلمات بنائیں۔ جب وہ ایک کوشش میں چند کلمات پیش کر سکتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ دوسری کوشش میں وہ چند اور کلمات بھی بنا سکتے ہیں۔ یہاں سے ہمیں یہ یقین ہوا ہے کہ

بشر کلماتِ قرآن جیسی ایک سورہ یا اس سے زائد مقدار کا کلام پیش کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

۶۔ مستشرقین نے اعجازِ قرآن کے حوالے سے بنیادی بات یہ اٹھایا ہے کہ قرآن نے عربوں کو مرحلہ وار چیلنج کیا ہے کہ اگر تم حق پر ہو تو مقابلے میں اس جیسی کتاب یا ایک سورہ تو پیش کر کے دکھاؤ ممکن ہے کہ عرب اس اعجاز کا مقابلہ نہ کر سکے ہوں یا بیرونی دباؤ نے انھیں ایسا نہ کرنے دیا ہو اور انھوں نے اپنی جان و مال اور عزت و ناموس کو خطرات لاحق ہونے کے ڈر سے قرآن کا مقابلہ نہ کیا ہو کیونکہ اُس وقت مسلمان ہر طرف سے ہر جگہ پر مسلط اور طاقتور و قدرتمند تھے لہذا اسلام و قرآن سے مقابلے میں اترنے والوں کے لئے سخت اور دردناک سزا یقینی تھی۔ اس لئے وہ قرآن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ یہ دور گذرنے کے بعد لوگوں کے نزدیک یہ تصور اور فکر راسخ ہوگئی کہ ہم قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور پھر اس کے مقابلے کا تصور ایک مسلمہ حقیقت کی شکل اختیار کر گیا۔

اگر مستشرقین کی یہ باتیں صحیح اور درست ہیں تو ان سے سوال ہے کہ دوسرے عرب جو صاحبان قدرت تھے وہ ایسا کیوں نہ کر سکے۔ ان کے ہمارے اس اعتراض کیلئے کوئی دلیل نہیں پس ہمارا مدعٰی کہ قرآن ایک زندہ معجزہ ہے ثابت و قائم رہے گا۔

اعجازِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کے مذکورہ بالا شبہات چندین حوالے سے مخدوش ہیں:

۱۔ قرآن کے بعض آیات اور کلمات قواعد عربی کے خلاف ہونا اعجازِ قرآن میں خلل کا سبب نہیں بنتا ہے کیونکہ قواعد لغت کی تاسیس و بنیاد کی ابتداء پیغمبرؐ کی وفات کے بعد حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے دور میں ہوئی ہے لہذا قواعد لغت عربی کو اپنی صحت کی سند قرآن سے لینی چاہیے نہ کہ قرآن کو اپنی صحت کی سند قواعد لغتِ عرب سے لے۔

۲۔ اگر قرآن میں خلافِ قواعدِ زبانِ عرب کوئی آیت یا کلمہ ہوتا تو اس وقت اس زبان کے ماہر، بزرگانِ قریش امثال ولید ابن مغیرہ سے تمسک کرتے اور ان کو قرآن کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے۔

۳۔ علمائے یہود و نصاریٰ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی کتبِ تورات و انجیل میں تحریف ہوئی ہیں اور قرآنِ کریم کے قصصِ انبیاء و مرسلین میں گزشتہ کتب آسمانی تورات و انجیل کی تحریف کی سختی سے مذمت کی گئی ہے اور نیز اس بات پر ملامت کی ہے کہ گزشتہ قومیں انبیاء عظام کی طرف ایسی نسبتیں دیتے تھے جو ایک عام انسان کی طرف بھی نہیں دی جا سکتی۔

۴۔ قرآن کریم دیگر کتب کی مانند ایک موضوع پر مشتمل کتاب نہیں ہے نہ یہ خالص کتابِ فقہ، تاریخ، اخلاق، فزکس، کیمسٹری ہے تاکہ دوسرے موضوعات اس میں ذکر کرنے سے خلل کا باعث بنیں بلکہ یہ کتاب، کتابِ ہدایت و تربیت نوعِ انسانی کیلئے ہے۔

۵۔ تورات و انجیل میں انبیاءؑ کے بارے میں بہت سی خرافات اور وہمیات شامل کی گئیں ہیں جو کہ عام انسان کیلئے مناسب نہیں چہ جائے کہ خدا کے برگزیدہ انبیاءؑ اور اس کے دین کے محافظین کیلئے۔

۶۔ یہ کہنا کہ قرآن کا مقابلہ بالمثل نہ کرنا مسلمانوں سے خوف اور ڈر کی وجہ سے تھا یہ بھی ایک مخدوش و مردود گمان ہے جو کسی دلیل سے مستند نہیں کیونکہ نزول قرآن کے موقع پر مسلمان ضعیف و ناتوان تھے اس بات کی ایک دلیل یہ ہے کہ صرف مسلمانوں کی کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے اصحابِ پیغمبرؐ اور خود پیغمبر کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی طرف سے معارضہ کرنے والوں کو خطرہ لاحق تھا تو وہ اعلانیہ صورت میں بھانہ کہ مخفی اور اگر کسی نے بطور مخفی مقابلہ بالمثل کیا ہوتا تو تب بھی اس معارضہ کی شکل ہم تک

ضرور پہنچ جاتی۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ اس وقت امت اسلامی کیلئے زمین وزمان تنگ ہیں انہیں اپنی جان کی تحفظ نہیں پڑ جائے کہ اس قرآن کی حفاظت کریں تو کیونکر دنیا کی بڑی طاقتیں اس کا مقابلہ بالشل پیش کرنے سے عاجز وناتوان ہیں۔

## حروفِ مقطعات

مستشرقین کو قرآن کریم سے متعلق اپنی مذموم عزائم تک رسائی کیلئے قرآن کریم کا ایک عنوان اُنکے خیال میں بہت تعجب خیز اور انتہائی مؤثر نظر آئی ہے وہ حروف مقطعات قرآن کریم ہے۔ قرآن مجید کے ۲۸ سورے ان حروفِ مقطعات سے آغاز ہوتے ہیں۔ جن مستشرقین کی توجہ ان حروفِ مقطعات کی طرف متوجہ ہوئی اُنکے نام یہ ہیں:

۱۔ ''نولدیک''۔''شفالی''۔''لوت''۔''بوہ''۔''ھیرشفیلد''۔''بوذ''۔''بلاشیر''

قرآن کریم کے حروفِ مقطعات نے بعض مستشرقین کی توجہ کو اس قدر اپنی طرف متوجہ کیا کہ ''جونز'' نے ۱۹۲۰ء میلادی کو اس پر پی ایچ ڈی کیا اور اس کا پی ایچ ڈی کا مقالہ کو مجلّہ ''الاسلام'' جو کہ جرمن سے صادر ہوتا تھا ''اصل الرموز القرآنیة ومعناها'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ اسی طرح مستشرق ''ھانز بور'' مجلّہ (Dear Islam) میں ''ترتیب السور والرموز الغامضة فی القرآن'' کے نام سے شائع کیا۔ گویا مستشرقین قرآن کریم کے حروفِ مقطعات کو اپنا گم شدہ چیز کے طور پر دیکھتے تھے جس کے سہارے وہ قرآن کریم کو وحی سے گرانے کی مذموم کوشش کرتے تھے۔

مستشرقین نے حروفِ مقطعات سے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم میں غیر قرآنی حروف وکلمات بھی موجود ہیں۔ وہ اس مدعا کیلئے ان حروف سے یوں

استدلال کرتے ہیں کہ یہ حروف ان اصحاب کے ناموں کے رمزی اشارے ہیں جنہوں نے جمع قرآن میں حصہ لیا مثلاً 'س' سے سعد ابن وقاص 'م' سے مغیرہ ابن شعبہ 'ن' سے عثمان ابن عفان 'ھ' سے ابو ہریرہ 'آل' سے زبیر 'ط' سے طلحہ اور 'حم' سے عبد الرحمن ہے۔

مستشرقین نے اپنے اس مدعا کو ثابت کرنے کیلئے اپنی نظریات مندرجہ ذیل کے غلط بنیاد مفروضوں پر قائم کر کے پیش کیا ہے:

ا۔ یہ حروف قطعی طور پر قرآن میں پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد اس وقت شامل ہوا جب خلفاء نے قرآن کو جمع و ترتیب دیا۔

۲۔ جسطرح آج کی دنیا میں تحقیقات کرنے والے اپنے مسودوں پر کچھ رموز رکھتے ہیں شاید اسی طرح جن اصحاب کے ذمہ جمع قرآن سپرد کیا گیا تھا انھوں نے مسودہ پر اپنے نام کا ایک حرف لکھا ہو۔

ان کی یہ دونوں استدلال چند حوالے سے مخدوش ہیں:

ا۔ مسلمانوں میں جمع قرآن کے بارے میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن خود پیغمبرؐ کے زمانے میں آپؐ کے ہاتھوں سے ہی جمع ہوئے ہیں۔ اور قرآن کا موجودہ جمع اور ترتیب میں کسی بھی خلیفہ یا صحابی کا کوئی دخل نہیں۔

۲۔ اگر ہم اس مفروضے کو قبول کریں کہ جمع قرآن کرنے والوں نے اپنا نام لکھا ہے اور بعد میں یہ حرف رمزی جزءِ قرآن بنے ہیں تب بھی انکا مدعا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ رموز و اسرار اور حاشیہ کی جگہ ہمیشہ مسودہ سے باہر ہوتا ہے نہ کہ داخل مضامین میں۔ جبکہ حروف مقطعات سوروں کے درمیان واقع ہیں کیونکہ سورہ کا آغاز بسم اللہ سے ہوتا ہے۔

۳۔ مسودے پر رمزی حروف لکھنے کی سنت پہلے زمانے میں موجود نہیں تھی بلکہ یہ بعد کی پیداوار ہے۔

۴۔ اگر یہ مفروضہ صحیح ثابت بھی ہوا تو قرآن کریم کے دیگر حروفِ مقطعات جو ۲۹ سوروں میں موجود ہیں اس کی کیا تفسیر کریں گے ؟۔ جن حروف کو مستشرقین نے نکالا ہے وہ چودہ حروف ہیں اور وہ چودہ سوروں سے نکالا ہے اس میں ص' ق' ن' طٰہٰ' طٰسین ' یٰسین' حم' المر' طسم' المص' الم' کہیعص ' حمعسق' ہیں جبکہ دیگر ۲۹ سوروں میں سے ۱۵ پندرہ سورے رہ جاتے ہیں۔

۵۔ تمام مفسرین نے اس بات پر متفق ہیں کہ حروفِ مقطعات بذاتِ خود ایک مستقل آیت ہیں۔

۶۔ اگر یہ حروف قرآن میں بعد میں داخل کیے گئے ہیں تو کیوں امت اسے ابھی تک قرآن کبھ کر تلاوت کرتی ہے۔ جہاں تک کہ مستشرقین کا دعویٰ ہے کہ ہم نے قرآن سے غیر قرآنی حروف کو نکالا ہے۔ مفسرینِ قرآن فرماتے ہیں کہ حروفِ مقطعات حروفِ وحی ہیں اور انکے معانی خدا نے اپنے لئے مخزون رکھے ہیں اور اس سلسلہ میں وارد بعض روایات اور بعض علماء کی تفسیر و توجیہات کو مسترد کرتے ہیں۔

## آیاتِ قرآنِ کریم کی تقسیم بندی

مفسرین نے آیاتِ قرآنی کو ایک حوالے سے دو حصوں میں تقسیم کی ہے: مکی آیات اور سورہ ، مدنی آیات اور سورہ۔ جیسا کہ خود قرآنِ کریم میں ہر سورہ اور آیت کی مکی اور مدنی کی نشانی ملتی ہے۔ مستشرقین نے قرآن کو وحی سے گرانے کی خاطر آیاتِ قرآن کی اس تقسیم بندی سے بھی استدلال کرنے کی کوشش کی ہے دیکھیں وہ اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں:

## مکی اور مدنی آیات

مستشرقین نے قرآن کو بشری ساخت وجعل دیکھانے کی خاطر یہ استدلال کرتے ہیں کہ مکی اور مدنی آیات میں فرق ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید خود محمدؐ کی ساخت وجعل ہے کیوں کہ جو آیات مکے میں نازل ہوئیں وہ وہاں کے ماحول اور ذہنیت سے مطابقت رکھتی ہیں۔ چنانچہ ماحول اور معاشرے کے اثرات مکی آیات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

۱۔ جہالت: تندمزاجی، سختی، زورگوئی اور ڈرانا دھمکانا ابھی صاف نظر آتا ہے۔

۲۔ مکے کا معاشرہ: جہالت اور ان پڑھ لوگوں پر مشتمل تھا لہذا یہاں حقائق کو کھول کر واضح اور مشروح انداز میں بیان نہیں کر سکتے لہذا مکہ میں نازل شدہ آیات زیادہ تر مختصر آیات ہیں جیسا کہ چھوٹے سوروں سے واضح ہے۔

۳۔ مکہ کی زندگی میں ترقی وتمدنی کا کوئی نام ونشان نہیں تھا لہذا وہاں اجتماعی، سیاسی اور ثقافتی حقائق کو واضح اور مفصل انداز میں بیان نہیں کر سکتے تھے۔

۴۔ یہاں کے لوگ جاہل اور نادان ہونے کی وجہ سے کسی بھی مسئلہ میں دلیل و برہان اور استدال ان کی سمجھ اور تصور سے باہر تھے۔ لہذا مکی آیات میں استدال، دلیل و برہان پیش کرنے کا طریقہ نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس مدینے میں عفوودرگزر، تفصیل وتشریح، استدلال واقامہ برہان، تفصیلی گفتگو کے مواقع فراواں دیکھنے میں آتے ہیں لہذا مکہ اور مدینہ کے اجتماعی اور معاشری حالات کے فرق کی بنیاد پر مکی اور مدنی آیات میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔

## ازکلماتِ قرآن

مستشرقین نے قرآن کے اندر سے بعضِ ایسے کلمات انتخاب کیے ہیں جن سے انھوں نے کبھی قرآن کی مآخذ کو کتب عہدین تورات وانجیل اوران کلمات کی برگشت عبرانی زبان کی طرف قرار دینے کیلئے اور کبھی کسی کلمے سے استدلال کیا ہے کہ محمدؐ قرآن نازل ہونے سے پہلے سے پڑھے لکھے انسان تھے اُنھوں نے خودقرآن کو جعل کیا ہے۔

## مستشرقین اورکلمات قرآن

مستشرقین نے قرآن کریم کووحی سے گرا کے کلام بشری ثابت کرنے کیلئے چندین بارکلماتِ قرآن کو غیرعربی ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے جن کی چندمثالیں ذیل میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ قرآن کے بارے میں ریجس بلادشر کہتا ہے قرآن قریانہ سے ماخوذ ہے جوسریانی زبان کالفظ ہے جس کا معنی قرأت ہے۔

۲۔ کلمہ قرآن عبرانی یا آرمیہ ہے۔

۳۔ ''قلم'' یہ یونانی زبان ہے اسی طرح حکم، صراط، سورہ، عبرانی زبان ہے۔

سدرۃالمنتہیٰ اصل لاطینی ہے۔ یہ ساری باتیں سب مستشرقین کی دل بخواہ خواہشات ہیں تاکہ قرآن وحی ہونے سے گرایا جائے ورنہ اُن کے پاس ان باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے جبکہ ہمارے پاس ان کلمات کے اصل مصادر اور مآخذ (ایمان، صلوٰۃ، قرآن، قلم وغیرہ) لغتِ عرب میں بطور فراواں اور عام موجود ہیں۔ ہمارے اس کتابچہ میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ اس کی تفصیلات بیان کریں۔

## کلمہ امی

مستشرقین نے قرآن کریم کے خلاف نقد وانعقاد کیلئے اٹھائے جانے والے کلمات میں سے کلمہ ''اُمی'' کو سب سے زیادہ اہمیت واہتمام کے ساتھ اٹھایا ہے۔

کلمہ امی قرآن کریم میں ایک دفعہ حضرت محمدؐ کی صفات میں بیان ہوا ہے:

﴿الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل﴾

''(پس آج یہ رحمت اُن لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر، نبی اُمی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے'' (اعراف ۷۔ آیت ۱۵۷)

دوسری دفعہ یہ کلمہ اُس قوم کی صفت میں بیان ہوا ہے جس میں پیغمبر اسلامؐ مبعوث ہوئے۔

قوم پیغمبرؐ کے بارے میں یہ کلمہ مندرجہ ذیل آیات میں آیا ہے:

﴿ھو الذی بعث فی الامین رسولاً منھم﴾ ''وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود اُنھی میں سے اٹھایا'' (جمعہ ۶۲۔ آیت ۲)

﴿وقل للذین اوتوا الکتاب والامین ء اسلمتم فان اسلموا فقد اھتدوا﴾

''پھر اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں سے پوچھو کیا تم نے بھی اس کی اطاعت و بندگی قبول کی؟ اگر کی تو وہ راہِ راست پا گئے'' (آل عمران ۳۔ آیت ۲۰)

﴿قالوا لیس علینا فی الامین سبیل﴾ ''وہ کہتے ہیں ''اُمیوں (غیر یہودی لوگوں) کے معاملے میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے'' (آل عمران ۳۔ آیت ۷۵)

﴿ومنھم امیون لایعلمون الکتاب﴾

''ان میں سے ایک دوسرا گروہ اُمیوں کا ہے جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں'' (بقرہ ۲۔ آیت ۷۸)

قرآن کریم میں پیغمبر اسلام کیلئے امی ہونے کو بطور صفت بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تمام لوگوں پر یہ بات واضح وعیاں ہو جائے کہ پیغمبر اکرمؐ اپنی امت کے سامنے جو کچھ پیش کرتے تھے وہ کسی سے حفظ کیا ہوا یا کسی کتاب سے ماخوذ نہیں تھا بلکہ آپؐ اس میں تابع وحی تھے۔ پیغمبر اکرمؐ نہ لکھ سکتے تھے اور نہ پڑھ سکتے تھے اس بات کے ثبوت میں یہ آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیں:

﴿وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون﴾

''(اے نبیؐ) تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے'' (عنکبوت ۲۹۔ آیت ۴۸)

پیغمبر اکرمؐ کا اُمی ہونا یعنی نہ لکھنا اور نہ لکھے ہوئے کو پڑھنا آپؐ کے معجزات میں سے ہے۔ پیغمبر اسلام کی قوم کو اُمی کہنے کی وجہ یہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کے مقابل میں تھے۔ یہاں بھی اجتماعی حوالے سے اُن کا اکثریتی طبقہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا جبکہ مستشرقین نے یہ کوشش کی ہے کہ لوگ قرآن کی بجائے مستشرقین کی بات پر یقین کر کے یہ مان لیں کہ پیغمبر لکھتے تھے اور پڑھتے تھے اور یہ قرآن انھوں نے تورات، انجیل اور اہلِ کتاب کی بزرگ شخصیات سے حاصل کیا ہے چنانچہ مستشرقین کے سپیرنجر (SPRENGER) نے اپنی کتاب حیات و عقیدہ محمدؐ میں ذکر کیا ہے کہ اُمی کا مطلب ہے بت پرستی ہے اسی طرح جنٹلز (KLSGENTE)، ونسیک (ENSINCK) ہوروویٹس (HOROVITS) بلاشیر (BLACHERE) اور رودی پارٹ (RUDIPARET) وغیرہ نے کلمہ اُمی کو اس حوالے سے بھی اٹھایا ہے کہ یہ پیغمبر اکرمؐ کے قرآن یا دین اسلام میں حسن پرستی و فرسودگی و جاہلیت کے آثار میں سے ہے اور کبھی

انھوں نے اپنی اسی بات کے خلاف حضرت محمدؐ کو لکھنے پڑھنے والا گردانا ہے۔

دوسری طرف ایک عرصے سے ہمارے منابر سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ آپؐ وحی سے ہٹ کر از خود لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اب ہم سب کیلئے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ ہمارے منابر سے اس موضوع کو خود محمدؐ اور آپ کی دعوت سے زیادہ اٹھایا جاتا ہے تو اس سے کس کی خدمت ہوئی ہے یا ہو رہی ہے؟ کیا اس سے وحی الٰہی کی ترویج ہوئی جو پیغمبر اکرمؐ اور اسلام کے بارے میں ہے یا مستشرقین کے اس مدعا کو تقویت ملی ہے؟ جہاں وہ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے قرآن کریم کو تورات، انجیل اور اُن کے علماء سے حاصل کیا ہے۔

## آیات قرآن کریم کی روشنی میں مسیحیت اور یہودیت کی شناخت

مستشرقین قرآن کریم کے بارے میں اپنے اسلاف کے افکار ونظریات کو نئے الفاظ اور کلمات میں دہراتے ہیں پہلے ہم دور جاہلیت کے مشرکین کے قرآن کریم کے خلاف کئے جانے والے اُن کلمات کو پیش کرتے ہیں جنہیں خود قرآن کریم نے نقل کیا ہے:

﴿وقال الذین کفروا ان ھذا الا افک افترٰہ واعانہ علیہ قوم اخرون فقد جاؤ ظلما وزورا☆ وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ واصیلا﴾

''جن لوگوں نے نبیؐ کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ فرقان ایک من گھڑت چیز ہے جسے اس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ اتر آئے ہیں کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنھیں یہ شخص نقل کرتا ہے اور وہ اسے صبح وشام سنائی جاتی ہے''

(فرقان ۲۵۔ آیت ۴، ۵)

﴿خلق السموات والارض بالحق تعالیٰ عما یشرکون﴾ ''اس نے آسمان وزمین کو برحق پیدا کیا ہے وہ بہت بالا وبرتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں'' (نحل ۱۶۔ آیت ۳)

ان کلمات اور مضامین تبلیغات کے ذریعے مشرکین مکہ نے قرآن کریم کو کتاب وحی الٰہی سے گرانے کی کوشش کی۔ انھی مشرکین کی سیرت وانداز کو جاری رکھتے ہوئے مغرب کے مشرکین جنھیں مستشرقین کہا جاتا ہے، انھوں نے بھی عناد ودشمنی کی بنیاد پر کمر باندھ کر ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور مختلف کلمات کو جمع کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ قرآن کریم وحیٔ الٰہی نہیں ہے بلکہ حضرت محمدؐ کی تالیف کردہ کتاب ہے۔

## قرآن کو ہماری زندگی میں نافذ ہونے سے روکنے کی مستشرقین کی کوششیں

۱۔ قرآن ماخوذ از کتبِ عہدین تورات وانجیل ہے وہ مستقل جداگانہ وحی پر مبنی تورات وانجیل جیسا نہیں ہے۔

۲۔ مستشرقین کہتے ہیں کہ قرآن کی موجودہ سورہ وآیات کی ترتیب وتنظیم پیغمبرؐ کے بعد اصحاب وتابعین سے ہوئی ہے ان کا اس بات سے غرض یہ ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت سے بھی استدلال واحتجاج اور استناد کرنے کی گنجائش نہ رہ جائے۔ اسی سلسلہ میں اکثر مستشرقین نے تاریخِ قرآن سے متعلق کتابیں لکھی ہیں جس میں انہوں نے اسی مطلب کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کے مذموم عزائم کے سلسلہ میں غیر شعوری طور پر ہمارے ہی لوگوں کی طرف سے اس کام کو دین کا ایک بڑا خدمت سمجھتے ہوئے اس پر تحقیقات اور مجلات میں مقالات ومضامین کا تسلسل جاری ہیں۔ مزید معلومات کیلئے تاریخِ قرآن پر لکھی گئی مستشرقین کی کتابوں کا ملاحظہ کریں۔

۳۔ قرآن کریم کو صرف تلاوت اور حفظِ کلمات تک محدود رکھنا۔ اس سلسلہ میں وہ بہت حد تک کامیابی سے ہم کنار ہو رہے ہیں کیونکہ اُنکی اس محاذ کو کامیاب بنانے میں خود امت مسلمہ عاشقین قرآن و پیغمبرؐ نے بھرپور سرمایہ گذاری کی ہے اور صدیوں سے ایسے حافظانِ قرآن امتِ مسلمہ کو تحویل دی ہے جنکی اکثر و بیشتر کا مصداق سورۂ مبارکہ جمعہ کی آیت نمبر ۵ ہے:

﴿مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفاراً بئس مثل القوم الذين كذبوا بآيات الله والله لا يهدي الظالمين﴾ ''ان کی مثال جن پر توریت کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے پھر وہ اس بوجھ کو نہ اٹھا سکے' اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ بہت بری ہے جس پر ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلا دیا اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا''

۴۔ قرآن کریم کو ہر حوالے سے سمجھنے اور درک کرنے کے تصور سے بالکل منصرف اور لاتعلقی کا بندوبست کریں۔ اور لوگوں کے اذھان میں یہ بات راسخ کریں کہ قرآن یہ ہمارے مسائل و مشکلات کا حل نہیں۔ قرآن ہم سے بات نہیں کرتا اس میں خاص ہیں' عام ہیں' ناسخ ہیں' منسوخ ہیں لہذا ہمیں حدیث کی طرف متوجہ ہونا چاہیے یہ لوگ ایسی توجیہات اس لئے پیش کرتے ہیں کیوں کہ حدیث کو حجیت سے گرانا' ساقط کرنا آسان ہے چنانچہ مسلمانوں کے اندر حدیث گرائی اور حدیث کفائی کا فرقہ اخباری اور اہلحدیث کے نام سے عرصے سے جاری ہیں اگر یہ گروہ خود کو دامنِ قرآن میں نہ ڈالیں اور احادیثِ متواترۂ رسول اکرمؐ کے تحت قرآن سے پناہ نہ لیں تو وہ مختصر ہواؤں سے کرۂ اَرضی سے ناپید ہو جائیں گے۔

۵۔ قرآن کریم کے نام گرامی سے مسلمانوں کو قرآن سے دور کرنا۔

اس طرح کہ مسلمانوں سے کہیں کہ قرآن ہی واحد مصدر و ماخذِ دین و شریعت ہے۔ ہم احادیث پر اعتماد نہیں کر سکتے احادیث کی سند اپنی جگہ متوقف اور مشکوک ہے لہٰذا صرف قرآن پر ہی انحصار کیوں نہ کریں اس طرح سے مستشرقین نے قرآن کے نام گرامی سے قرآن کو مسلمانوں کی زندگی سے خارج کیا کیوں کہ جب مسلمان اپنی زندگی سے متعلق اکثر و بیشتر مسائل کا حل قرآن میں نہیں پائیں گے تو خود بخود نظامِ علمانی اور نظامِ استعماری کی طرف رجوع کریں گے اور دوسری طرف سے قرآن کی تفسیر و توضیح از خود کرنا آسان ہوگا اس طریقے سے قرآن میں مداخلت بے جا کا دروازہ کھل جائے گا چنانچہ اسی دروازے سے سر سید احمد خان، غلام احمد پرویز جیسے افراد نکلے اور قرآن کے نام سے اسلام میں مداخلت کرنے کیلئے استعمار کیلئے دروازہ کھولا۔ حالانکہ یہ نظریہ (انحصار بہ قرآن اور سنت وحدیث سے روگردانی) قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن کریم نے زندگی سے متعلق مسائل و مشکلات میں پیغمبر کی سیرت پاک کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔

## مستشرقین کی مطبوعات

بعض علماء اور اسلامی مفکرین دانشور کا مستشرقین سے دلدادہ اور فریفتہ ہونا اور ان کی قصیدہ خواں بننے کی بنیادی وجہ ان کی بعض کتابیں ہیں جنھیں مستشرقین نے اسلام و قرآن کے بارے میں نشر کیا ہے جبکہ ان کی دیگر صدہا کتابیں، مجلات اور پمفلٹ جو اسلام کے خلاف نشر ہوئی ہیں یا اُن میں رمزی انداز میں سمِ قاتل، دین کش جراثیم داخل کیے ہیں انہیں نظر انداز کر کے ان کی تعریف کرنا حماقت اور بیوقوفی ہوگا مستشرقین کا اسلام، حضرت محمدؐ اور

قرآن کریم کے بارے میں پیش کیے جانے والی مطبوعات ان کی نشر واشاعت کے بارے میں رائے قائم کرنے سے پہلے ضروری ہے ان کی اشاعتوں کی ایک تقسیم بندی کریں ان کے اشاعتوں کی کئی قسمیں ہیں:

۱۔ وہ کتابیں جو قلمی نسخوں کی صورت میں یہاں سے بطور خرید یا غارت گری مغرب منتقل کی ہیں ان میں سے بعض کو انھوں نے اچھی طباعت سے آراستہ کر کے شائع کیا ہے اور بہت سے قلمی نسخوں کو ابھی تک چھاپ خانے میں آنے اور زیور طباعت سے آراستہ ہونے سے روکا گیا ہے ان قلمی نسخوں کے نام پر فال کیوں نہیں نکلی اور اب تک کیوں نہیں چھپی ہیں یہ صاحبانِ عقل وشعور کیلئے لمحہ فکر یہ ہے۔

۲۔ مستشرقین ہماری کتابوں کی نشر واشاعت میں علمی وتحقیقی اہداف نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ مسلمانوں کے درمیان فکری اور سیاسی اختلافات پھیلا کر گروہ تبشیری کیلئے جگہ بنانا چاہتے تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی زیادہ تر مطبوعات مسلمانوں کی مذہبی فرقوں سے متعلق عقائد اور تاریخ سے متعلق بعض گم نام یا مفاد پرست اور غیر محققین کی تالیفات ہیں ان کتابوں کی اشاعت فرقوں میں موجود اختلافات ابھارنے کی خاطر ہے لہٰذا انہوں نے ایسی کتابوں کو زیادہ اہمیت دی اور اختلافات کو تقویت دینے والی چیزوں کی زیادہ حمایت کی انہوں نے ہماری فکر میں منفی پہلو کے حامل ورثے کو زیادہ اہمیت دی اس کے علاوہ انہوں نے ہماری فکر کو نشر کرتے وقت بہت سی تحریفات بھی اس میں شامل کیں حتیٰ کہ قرآنی کلمات کے مادہ اور مصدر تلاش کرنے میں بھی ان کی یہ مفاد پرستانہ سوچ غالب تھی اور وہ خود کو غیر جانبدار محقق کے طور پر پیش کرتے تھے۔

۳۔ وہ کتابیں جن کے بارے میں انھوں نے فنی طور پر زحمت اور عرق ریزی کی ہے اور

اس سے آسان سے استفادہ کرنے کا موقع فراہم کیا ہے جیسے معجم الفاظ قرآن کریم اور موضوعاتِ قرآن کریم، معجم الفاظ احادیث یہ کتابیں واقعاً ہر تشنگان علم و دانش کیلئے ایک معاون و مددگار ثابت ہوئے ہیں اور یہ ایک بڑی قابل قدر خدمت ہے ان کتابوں نے بہت سے علماء و محققین کیلئے ساحل علم و تحقیق تک پہنچنے میں مسافت سفر کو بہت کم کیا ہے لیکن اسلام میں کسی بھی عمل پر قیمت لگانے میں عمل اور عامل کی نیت دونوں کو مدِ نظر رکھ کر قیمت گزاری کی جاتی ہے اور یہ سب کے نزدیک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی عمل صرف عمل کی وجہ سے قیمتی نہیں ہوتا بلکہ عمل کی قیمت میں ایک کردار عامل کی نیت کا بھی ہے۔ چنانچہ یہاں دیکھنا ہے کہ مستشرقین نے یہ عمل مسلمانوں کے لئے ایک خدمت کے طور پر کیا ہے یا انھوں نے معجمِ کلمات و حروفِ قرآن و حدیث اس لئے ترتیب و تنظیم دیا تا کہ اپنے مذموم عزائم تک بآسانی پہنچ جائیں۔ اس کا بنظرِ غائر جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں دو کتابیں قابلِ ذکر ہیں: پہلی کتاب نجوم الفرقان فی اطراف القرآن ہے جس کی ترتیب و تنظیم فلوجل جوستاف نے کی یہ مستشرق جرمن کا ہے جو کہ ۱۸۴۲ء میں شائع ہوئی جس سے استاذ محمد عبدا لباقی نے اپنی ''معجم المفہرس'' کی ترتیب و تنظیم میں مدد لی ہے۔ دوسری کتاب معجمِ احادیثِ صحاحِ ستہ ہے۔

۴۔ کچھ کتابیں انھوں نے مشرق زمین میں اسلام و مسلمانوں کے بارے میں تحقیق کرنے کے بعد ظاہری طور پر ایک تحقیقی کتاب کے انداز میں اس امت مسلمہ کی بنیادی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور اسلامی اصول و شریعت کو نئی نسل اور دیگر اقوام و ملل جو اسلام کے بارے میں تحقیق کرنا چاہتے ہیں ان کیلئے اسلام کو مشکوک بنانے کیلئے لکھی ہیں۔

۵۔ کچھ کتابیں انھوں نے سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت اسلام، نبی اسلامؐ، قرآن کے

خلاف لکھی ہیں جنکی تعداد اعداد وشمار سے خارج ہیں ان میں سے بہت سی کتب ہم نے دیکھی بھی نہیں ہوں گے۔ ان کتابوں میں انھوں نے اپنا حسد وکینہ اور بغض وعداوت کو کلمات کی صورت میں تحریر میں لاکر اپنی اندرونی بیماری کو تشفی دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے چند نمونے قرآن وحضرت محمدؐ کے بارے میں لکھے گئے انکے بیانات ہیں۔ جسے آپ اس کتاب میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

## قرآن کے خلاف کتب ومجلّات کی نشر واشاعت

"نقص الاکاذیب الموجودة فی کتاب العرب المحمدیین"
(Confutatio Falsi Libris Quem Scriptis Mohamades Arabs)

"غربلة القرآن" (Cribiatio Al Chorani Oeuvres)

"حول الخداع المحمدی" (Contra perfidiam Mahometi)

"ماذا اخذ محمد من النصوص الیهودیة"؟ (Was har Mohamad aus dem)

"هارتفیج هیر شفلید" (Hartwig Hirschfeld)

"العناصر الیهودیة فی القرآن" (Judische Elemente in Koran)

"اسهامات فی شرح القرآن" (Beitrage zur Erklarung des Koran)

"بحوث جدیدة فی فهم و تفسیر القرآن"
(New Resarch into the Composition and Exegesis of the Koran)

"اصل الاساطیر الاسلامیة فی القرآن"
(Les origines de Legendes musulmanes dans le Coran)

"قصص الانجیل فی القرآن"(Die Biblischen erzahlungen im Qoran)

"بحوث قرانية" (Koranische untersuchumgen)

"الاسماء اليهودية و مشتقاتها فی القرآن" (Names and derivatives in the Koran)

"عناصر فی روایة القرآن" (Elements in Erzahl. Teil de Korans)

"اصل الاسلام فی بیئته المسیحیة" (The origin of Islam in its Christian environment)

"مدخل الی القرآن" (Introduction to the Quran)

"اصل اسلام و المسیحیة" (sprung das Islam und Christentum)

ایہاب محمد مہدلی ہولندا نے مجلّہ توحید (عربی) کے شمارہ ۴۰ صفحہ ۱۲۲ پر ایک مقالہ بعنوان '' افلاس الاستشراق '' لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایک کتاب بعنوان '' الھاجریہ وتکوین العالم الاسلامی '' تألیف باتولیسیا کرون ومائکل کوک، کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ سے شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب زمانِ رسولؐ سے لے کر دور حاضر تک کے تاریخ عالم اسلامی پر محیط ہے۔ کتاب گرچہ انگریزی زبان میں ہے لیکن اس میں انگریزی سے زیادہ لاطینی زبان کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یونیورسٹی کے اساتذہ نے بھی اس کی شکایت کی ہے۔ مصنف کا کوئی خاص غرض ہوگا جس کی بناء پر وہ اس غیر مستعمل اور بوسیدہ زبان کی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ اس کا مؤلف باتریسیا کرون اکسفورڈ یونیورسٹی میں تاریخ اسلام کا استاد تھا جبکہ مائکل کوک برنستون یونیورسٹی میں عالمی اسلامی اقتصاد کا استاد ہے۔ مغربی یونیورسٹیوں میں مشرق کے موضوعات کے سلسلے میں اکثر وبیشتر اسی کتاب کو پڑھایا جاتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مستشرقین کے بنیادی عزائم کیا ہیں اور اسکے ساتھ عمل استشراق کے بنیادی اہداف بھی واضح ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہیۓ کہ ہم ان مستشرقین کے

حوالے سے غیر متعلق نہ رہیں۔

مذکورہ کتاب مجادلہ دینی پر مشتمل ہے اس کتاب کا مصنف یہودی ہے۔ دورحاضر کے یہودی مستشرقین کا اسلام کے بارے میں موقف صدر اسلام کے یہودی مستشرقین اور حقیقت کو جانتے ہوئے چھپانے والے یہودیوں سے مختلف نہیں۔ اس کتاب میں اسلام، مسلمین، قرآن اور محمدؐ کے چہروں کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے اس میں بڑی اور بری تہمتیں لگائی ہیں۔ گالم گلوچ اور افتراء پر مشتمل ہے۔ ہم یہاں اس سلسلے میں بعض مستشرقین کے بُرے عزائم سے آگاہی کیلئے اُن کے قلمی آثار سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

ایہاب محمد مھدلی لکھتے ہیں:

۱۔ بعض یہودی مستشرقین لکھتے ہیں کہ حضرت محمد نعوذ باللہ یہودی تھے یا آپؐ نے یہودی بننے کی کوشش کی تھی۔ اس فکر کو فروغ دینے والوں میں کاہن، یہودی (ابراہام جیجر) ہے اس نے جرمن زبان میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان اُردو زبان میں ''کیا محمدؐ نے یہ دین یہودیوں سے مستعار لیا ہے'' اسی فکر کو دوسرے جرمن کاہن جوستاف فیبل نے اپنی متعدد تصنیفات میں فروغ دیا ہے اسی طرح ایک اور مستشرق ہولندی (دوزی) نے ایک کتاب بعنوان ''مکے میں یہود، دورِ بادشاہ داؤد تا پانچویں صدی میلادی'' لکھی ہے۔ اس کے بعد ایک برطانوی مستشرق ڈیفید مارجلیوث نے اسلام سے پہلے یہودیوں کے اسلام سے رابطے وتعلقات کا ذکر کیا ہے اس کے بعد برطانوی قسیس (الفریڈ جالیوم) نے ایک مقالہ بعنوان: ''تأثیر الیھودیہ فی الاسلام'' لکھا ہے۔ امریکی، یہودی کاہن ابراہام کتاش نے ایک کتاب (الیھودیہ فی الاسلام) ''یہودیت اسلام میں'' کے نام سے لکھی ہے اس نے کچھ آیات قرآن سے اور کچھ تورات سے جمع کرنے کے بعد کہا ہے کہ محمدؐ نے قرآن کو

یہودیوں سے لیا ہے غرض محمد کی عظمت، دین اسلام اور قرآن کا مصدر یہودیوں سے ہے۔
اسی طرح یہودی کہتے ہیں کہ محمد کی شخصیت کو بنانے میں کعب الاحبار اور عبداللہ بن سلام کا کردار ہونے کی مبالغہ آرائی کرتے ہیں۔

۲۔ جس طرح یہودیوں نے اسلام کے مصدر کو یہودیت قرار دینے کی مذموم کوشش کی ہے اسی طرح مسیحی مستشرقین نے اسلام کو مسیحیوں سے مأخوذ قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک شخص سویدی (طور آندریا) نے ایک کتاب ''محمدؐ حیاتہ وعقیدتہ'' کے نام سے لکھی ہے اُن کی دوسری کتاب ''المسیحیہ و نشاۃ الاسلام '' ہے اور انگریزی زبان میں بائبل ہے جو'' الاسلام فی بیئتہ المسیحیہ '' کے نام سے ہے ایک اور جرمن مستشرق لونج نے ''محمد کی شخصیت کا دوبارہ مطالعہ'' کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ نصاریٰ مبالغہ آرائی کرتے ہیں کہ محمدؐ کی شخصیت کو سنوارنے میں راہب بحیرہ کا کردار ہے۔

۳۔ بعض کمیونسٹوں نے محمد کو کمیونسٹ بنایا ہے۔ انسانیت کے اقدار شناسوں نے محمدؐ کو انسان بنایا، کمیونسٹوں نے کمیونسٹ بنایا، مسیحیوں نے مسیح بنایا، یہودیوں نے یہودی بنایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ محمدؐ کی شخصیت ایک ایسی عالمی شخصیت ہے۔ کہ ہر ایک کی شرف و افتخار کی تکمیل شخصیت محمدؐ سے وصل و مربوط ہے۔

۴۔ مستشرقین یولیوس فلھوزن اور کارل ہنریش بیکر (۱۸۷۶۔۱۹۳۳) نے بھی اسلام کو نشانہ بنایا ہے۔ اُنہوں نے دعوت دی کہ اسلام کو ختم کرے۔ بیکر کہتے تھے کہ دینِ اسلام یعنی تمدن اسکندر کی ساخت ہے یعنی یہ یونانی تمدن کی ایک شکل ہے۔ فلوزون وہ منحوس شخص ہے جس کی بہت سی کتابیں عربی میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ دائرۃ المعارف برطانیہ مطبوعہ (۱۸۸۳) میں اُن سے نقل ہے۔ کہ قرآن وہ سب سے بُری چیز ہے جسے محمدؐ نے لایا ہے۔

اسی طرح بیکر کے نظریات کو جرمنی مستشرق جوستاف فون جرونبوم متوفی (۱۹۶۹) نے پروان چڑھایا ہے۔

## دائرۃ المعارف الاسلامیہ برطانیہ

دائرۃ المعارف مستشرقین کا اسلام کے خلاف ایک سنگین اور خطرناک قدم ہے۔ یہ ۱۹۱۳ء سے لیکر ۱۹۳۴ء یعنی ۲۰ سال میں اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس دائرۃ المعارف الاسلامیہ کی تمام ترسعی وکوشش اسلامی نصوص کو تحریف اور غلط تفسیر و تحلیل کی صورت میں مستشرقین کی سیاسی خواہشات کے مطابق پیش کرنا رہی ہے۔ بہت سے مستشرقین نے اپنی قلمی اور ذھنی توانائیوں کو اس پر صرف کیا ہے انکا کام زہر کو روغن میں ملانا تھا انہوں نے اس منحرف کتاب کو پڑھنے والوں کیلئے دلکش بنا کر پیش کیا ہے۔ اور اسے ایک علمی اور فکری مینار دانشوروں اور مصنفین کیلئے مصدر و ماخذ اور علمی قلعہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور اس کتاب میں سیاست و ثقافت کو ایک خاص انداز اور فکر کے تحت چلانے کا کھیل کھیلا گیا ہے۔ اسکے تمام حصے اسلام کیلئے برے عزائم رکھتے ہیں اور اس میں فاحش زبان استعمال کی گئی ہے۔ بدقسمتی سے اس کے اراکین امت اسلامی کے مراکز اور دانشگاہوں کے رکن رہے ہیں۔

یہ کتاب یورپ کے مختلف ملکوں اور قوموں سے تعلق رکھنے والے مستشرقین کی اسلام دشمنی اور کینہ وعداوت کا مجموعہ ہے جسے ۱۹۳۲ء سے ۱۹۷۰ء تک کے عرصہ میں پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے اور اسکی سربراہی ''ونسنک'' جس نے اسلام، محمدؐ اور قرآن کو ہر زاویہ سے نشانہ بنایا ہے۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد آپ مستشرقین کی اندرونی عداوت اور بغض وکینہ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور بعض مواقع پر انکی اسلام و محمدؐ اور قرآن کے بارے میں

زبانی تعریف کرنے کے عزائم سامنے آتے ہیں۔

## یورپ میں قرآن کی طباعت اور ترجمۂ کتب

مغرب والوں کی مطبوعات کا ایک بڑا حصہ اسلامی کتب خاص طور پر قرآنِ کریم کا یورپی اور لاطینی زبانوں میں ترجمہ ہے اُنھوں نے اسلامی کتابوں کو یورپی زبانوں میں ترجمہ کرنے میں کیوں دلچسپی لی' کن اہداف اور مقاصد کو مدِ نظر رکھا ہے اُسے بھی غائرانہ نظر سے دیکھنے کے بعد کوئی فیصلہ کرنا چاہیے لیکن فی الحال ہم قرآن سے متعلق ترجموں کی ایک فہرست ترتیب وار ذیل میں پیش کریں گے:

۱۔ قرآن کا سب سے پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں ''روبرت'' نامی شخص نے اپنے ساتھی ہر ماند انمیا کے تعاون سے کیا۔ یہ ترجمہ ۱۱۴۳ء میلادی میں کیا گیا اس ترجمہ کی سرپرستی مسیحی علماء نے کی اور ان میں سے اہم شخصیت بطروس کی تھی۔ جو فرانس کی دیر کالونی کا رئیس تھا۔ مستشرق سموئیل نے کہا تھا کہ یہ ترجمہ صرف تبشیری جماعت کے لئے ہے کیونکہ اس میں تبشیری عنصر حاوی ہے۔ جبکہ یہ ترجمہ انتہائی گھٹیا اور پست ہے۔ چنانچہ جورسل جس نے قرآن کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا تھا وہ اس ترجمہ کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ ترجمہ کہلانے کے لائق نہیں اس میں حد سے زیادہ غلطیاں ہیں بہت سے جملے غائب ہیں اور بعض جملے اضافہ کیا گیا ہے اور یہ نصِ قرآنی سے دور ہے۔ اس میں کوئی ربط نہیں ہے۔ ترجمہ کے بارے میں مزید تفصیلات آگے بحثِ مستشرقین اور عملِ تراجمِ کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ سب سے پہلا قرآن عربی نس میں ۱۵۳۰ کو بندقیہ میں طبع ہوا لیکن اس کو جلا دیا گیا جیسا کہ ارپنیوس نے اپنی کتاب مبادی لغت عربیہ لیدن ۱۶۲۰ء میں بتایا ہے۔

۳۔ اربینوس میں تین ترجمے لاطینی زبان کے ساتھ ۱۶۱۷ء کو سورۃ یوسف طبع کیا۔

۴۔ یوھان زیشدروف نے دو سورہ شائع کئے۔

۵۔ استردام نے ۱۶۳۶ء کو پہلے ۱۳ سورہ حروف لاطینی میں لاطینی ترجمے کے ساتھ شائع کیا۔

۶۔ یوھانس جورج نسلیوس نے ۱۴ اور ۱۵ سورہ عربی نص کے ساتھ تین لاطینی ترجموں ابن میں طبع کیا۔

۷۔ ماتیاس فردریک بیکوس نے دو سورہ ۳۰ اور ۸۶ عربی نص کے ساتھ لاطینی ترجمہ اور حاشیہ کے ساتھ ۱۶۸۸ء کو شائع کیا۔

۸۔ قرآن مکمل عربی حروف میں ابراہم ہنکلمان نے ۱۶۵۲ء اور ۱۶۹۵ء میں جرمن ہومبورج میں۔

۹۔ سب سے بہتر اور مشہور طباعت لودفکو مرتشی نے ۱۸۹۸ء میں طبع کیا۔

۱۰۔ اندریا یکولونس نے بعض آیات عربی، فارسی، ترکی، لاطینی زبانوں میں ترجمہ کر کے ۵۷ صفحات پر مشتمل ۱۷۰۱ء کو شائع کیا۔

۱۱۔ ایک مکمل قرآن عربی حروف میں ۱۷۸۷ء کو ۴۷۷ صفحات پر مشتمل امپر طور روسیہ کتریہ نے شائع کیا۔

۱۲۔ مکمل قرآن ۱۸۳۰ء میں قاضان میں شائع ہوا۔

۱۳۔ مکمل قرآن کا ایک فہرست جوستافلوجل (GUSTAVUS FLUGEL) نے ۱۸۳۴ء میں لیبن سکھ میں شائع کیا۔

ان کی نشر و اشاعت کی اقسام و انواع کو دیکھنے کے بعد ان کے اہداف و مقاصد اور نیات کا بھی جائزہ لینا چاہیئے کہ آخر انھوں نے اتنی ضخیم، وسیع علمی خدمات مسلمانوں کیلئے کیوں انجام دیں ہیں کوئی بھی انسانِ عاقل کسی بھی لذیذ غذا شربت کو دیکھنے کے بعد فوراً

دینے والے کی حسن نیت پر فیصلہ نہیں کرتا بلکہ علماء فلاسفہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ حسن فعل کے ساتھ حسن فاعل کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے خصوصاً جہاں فاعل کا نقطۂ نظر اور ہمارے بارے میں ان کی نگاہیں زیادہ عناد دشمنی اور منافقانہ سیرت رہی ہو۔

## مستشرقین اور مبشرین

مبشرین درحقیقت مستشرقین کے مذہبی حلقے کا نام ہے جو وجودِ مستشرقین سے پہلے مسلمانوں سے نبرد آزما رہے ہیں۔ جب مغرب میں حکومت کلیسا کے ہاتھ سے نکل گئی اور حکومت سے دین الگ ہوگیا اس وقت سے مبشرین مغربی حکومتوں کی ایک شاخ یا ایک ادارے کی صورت میں سامنے آئے ہیں اس وقت یہ دونوں ایک جڑ سے نکلنے والے دو تنے ہیں اپنے اہداف اور مقاصد میں اختلاف نہیں رکھتے چنانچہ اس سلسلہ میں مستشرقین اور مبشرین کے اہداف ایک ہیں۔

تبشیر مسیحیوں کی وہ تنظیم ہے جس میں یورپ کے مختلف اقوام وملل مثلاً جرمن، سوئس، فرانسیسی، برطانوی اور امریکی وغیرہ، تبلیغ واشاعت دینِ مسیح کے نام سے داخل ہیں اور مختلف ناموں سے تنظیمیں اور ادارے قائم کرتے ہیں ان کا مختلف زاویوں اور پردہ پوشی سے مسلمان ملکوں میں کام جاری ہے۔ (مجلّہ توحید عربی ۱۷، ص ۱۴۵)

## گروہِ تبشیری کی اپنے مذہب میں کشش وجاذبیت پیدا کرنے کی کوشش:

گروہِ تبشیری نے غیر مسیحیوں اور خصوصاً مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور ان کے ذہنوں میں نفوذ پیدا کرنے اور اپنی جدید فکر وکردار سے متاثر کرنے کی غرض سے دلکش وجاذب نظر وسائل اور انداز وذرائع اپنائے ہیں تاکہ وہ انھیں اپنی طرف جذب

کر سکیں کیوں کہ ہر شے کی کشش انسان کو فوراً اپنی طرف کھینچتی ہے اور ان کے ذہنوں میں نفوذ پیدا کرنے میں زیادہ مؤثر و مددگار ثابت ہوتی ہے ذیل میں ہم اس کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ان میں سے ایک وسیع وعریض بلند و بالا اور چمک دمک سے آراستہ تعمیرات ہیں۔ مبشرین انکی آرائش و زیبائش اور دلکشی و جاذبیت سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں لہٰذا وہ کلیسا، مدرسوں، کالج اور یونیورسٹیوں کیلئے پرسکون اور شان و شوکت والی عمارات تعمیر کرتے ہیں تا کہ ان کی کشش و خوبصورتی سے لوگوں کو ان کی طرف مائل کر سکیں اور سادہ عوام اُنکے جھوٹے، تحریف شدہ اور غیر حقیقی دین کو دینِ حقیقی سمجھتے ہوئے اس کی حقانیت بلکہ اُس کی ہر چیز پر ایمان لے آئیں۔ حالانکہ کسی نظریہ کی صحت کی سند اُس کے عقائد اور شریعت میں استحکام اور عقلیت سے ہم آہنگی اور فلسفہ و حکمت پر احاطہ نظر سے ہوتی ہے۔

گروہ تبشیرین نے اپنے بعض اجتماعات اور کانفرنسوں میں شکایت کی ہے کہ وہ مسلمانوں کو مسیحی نہیں بنا سکتے۔ اُن کا کہنا ہے کہ کوئی بھی مسلمان تبشیری گروہوں کی دعوت کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے سوائے دو گروہوں کے جن میں ایک گروہ ان بچوں کی ہے جو اپنے ماں باپ سے بچھڑ گئے ہیں اور انھیں نہیں معلوم کہ اُن کا گھر کہاں ہے اور وہ ابھی اپنے عقیدے سے جاہل و نا آشنا ہیں انھیں اپنی نگرانی اور سرپرستی میں لیکر تورات کے عقیدے پر چلا سکتے ہیں۔ [1] دوسرا گروہ اُن محدود افراد پر مشتمل ہیں جنھیں اپنی زندگی گزارنے کیلئے کوئی راستہ نظر نہیں آتا اور وہ زندگی کی خاطر دینِ نصاریٰ میں داخل ہونے کیلئے تیار ہوتے ہیں تا کہ کوئی لقمۂ حیات مل جائے پھر بھی شک اپنی جگہ باقی رہتا ہے کہ واقعاً انھوں نے

[1] (کتاب استشراق تالیف: عبداللہ عانی ص ۳۱)

اپنا عقیدہ بدلا ہے یا نہیں ۔ البتہ مسلمانوں کے اندر احساسِ کمتری کا بیج بو کر حسِ استقلال اور آزادی کو نکال کر مغرب نوازی کی فکر اور سوچ کو تقویت دی جا سکتی ہے۔

## تعلیم استشراق

مغرب قرونِ وسطیٰ میں نورِ علم سے محروم تھا وہاں ظلمت کے بادل چھائے ہوئے تھے اور دین آمریت اور استبداد کی صورت میں مسلط تھا صنعتی انقلاب کے بعد نادانی کی یہ رات ڈھلی اور یورپ میں علم پھیلانے لگا اور وہ لوگ جو ترقی و تمدن کیلئے مشرق کے سفر کیلئے نکلے تھے اب خود مشرق والوں کا قبلہ بن گئے۔

مغرب والوں نے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کیلئے مشرق والوں کی دینی اور مذہبی سوچ اور دولت و ثروت کو اپنی تحویل لینے کیلئے جو وسائل استعمال کیے ان میں سے ایک علم بھی ہے۔ انکے پاس علم اقدار انسانی کے طور پر نہیں بلکہ اسکا شمار انسان کش اسلحہ میں ہوتا ہے خاص کر مشرق اور امت اسلامی کیلئے۔

کتاب ہذا کے مضامین میں یہ پر واضح کیا گیا ہے کہ مستشرقین کے عزائم کا نشانہ بیک وقت دین اور مال دونوں تھے لہذا انھوں نے اس کے حصول کیلئے متضاد گروہ تشکیل دیئے لیکن متضاد گروہ امتِ اسلامی کی دشمنی میں سب مشترک ہیں۔ علم کو بطور وسیلہ استعمال کرنے کیلئے انھوں نے دو راہوں کا انتخاب کیا ایک مرحلے میں انھوں نے اسے تبشیریوں کے ہاتھوں میں دیا اور یہ لوگ علم کے نام سے مسلمانوں کو مسیحیت اور دینِ نصاریٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں انھوں نے اس چیز کو درک کیا کہ انسان کو قانونِ فطرت اور وراثت کے علاوہ اسکی ہدایت اور رہنمائی میں ماحول کا بہت بڑا کردار ہے۔ خصوصاً وہ ماحول جو انسان کو بچپنے میں

ملا ہے، لہذا انھوں نے چاہا کہ کیوں نہ اس سے استفادہ کیا جائے۔

تبشیری جماعتوں نے جہاں بھی مدارس قائم کئے ہیں وہ خدمتِ انسانیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس میں پڑھنے والوں کو مسیحی بنانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ چنانچہ ہینڈری ہیرس کے پطرس کے نام خطوط اور استوارڈ نے ۱۸۷۰ء میں جو خطوط لکھے ان میں کہا گیا ہے کہ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ان جوانوں کے دلوں میں نفوذ کرے جو اس وقت ہمارے کالجوں میں آتے ہیں۔

ہینڈری جپ کہتا ہے کہ ہمارے مدارس (کالج، یونیورسٹی) ہمارے مخصوص اہداف تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں یہاں تک کہ ساری دنیا مسیحی بن جائے۔

جپ نے پہلے کہا تھا کہ مدارس تبشیری عمل کی کامیابی کی بنیاد ہیں یہ ہمارے لئے واسطہ ہے مقصد نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ مدارس ہمارے پاس ایک طاقت ہے جو نئی نسل کو مسیحی تعلیم کی طرف لانے کیلئے زیادہ مؤثر ثابت ہونگی کیونکہ انہی میں سے ایک دن اس ملک کے قائد و رہبر بنیں گے چنانچہ ہینڈ روز نے جب ۱۹۴۸ء کو بیروت یونیورسٹی کے چانسلر کا عہدہ سنبھالا تو اس نے کہا طلباء کے اذہان میں مسیحیت داخل کرنے کیلئے علم سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ ہے جسے تبشیری جماعتوں نے شام اور لبنان والوں کو مسیحی بنانے کیلئے استعمال کیا اسی وجہ سے بیروت میں امریکی یونیورسٹی سے ایک تبشیری مبشر کا انتخاب کیا گیا۔

ڈان بی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ تعلیم طلباء کے اذہان میں مسیحیت داخل کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اس سلسلے میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ مدارس میں معلم کا مسیحی ہونا کافی نہیں بلکہ معلم کا دل کی گہرائیوں کے ساتھ مسیحیت سے وابستہ ہونا اور مسیحیت کو اپنی سیاست اور بین الاقوامی سطح پر تطبیق کرنے والا ہونا ضروری ہے۔ لہذا اس سلسلہ میں ہمیں مقامی معلم

کے بجائے بیرونی معلم سے استفادہ کرنا چاہیے۔ خاص کر جب مقامی معلم مسلمان ہو۔ ہاں ممکن ہے کہ ایک مسلمان معلم جو فنی تعلیم میں زیادہ تجربہ کار ہو' ایمانداری سے تعلیم دیتا ہو' اسکے اندر احساس ذمہ داری موجود ہو' طلباء میں احساسِ ذمہ داری بھی پیدا کر سکتا ہو' ممکن ہے کہ یہ مسیحی معلم سے بہتر تعلیم دیتا ہو لیکن ہماری مسیحی برادری کی جو غائیت و مقصد ہے یہ اسکے خلاف ہو کیونکہ ہمارا مقصد دینِ مسیح سکھانا ہے اور مسیحی اصولوں کی تعلیم دینا ہے لہٰذا ہمیں ایک ایسا شخص چاہئے جو مسیحیت پر ایمان رکھتا ہو ہاں ایک مسلمان معلم ہمارے لئے اس علم میں معاون تو ہو سکتا ہے لیکن یہ کبھی بھی نہیں چاہے گا کہ لوگوں کو مسیحی بنایا جائے اس وجہ سے ہمارے اقدامات پر منفی اثر پڑ سکتا ہے۔ ہمارے مدارس کا مقصد تمام قوموں کو مسیحی بنانا ہے اس حوالے سے جو بھی مدارس ہیں وہ اس بات کے پابند ہیں کہ انھیں اہداف کے مطابق کام کرنا ہے۔

تبشیریوں نے تعلیم کو ۱۹۳۴ء میں مسیحی بنانے کیلئے وسیلہ کے طور پر آغاز کیا یہ اس وقت لوگوں کو تنہا توریت و انجیل سکھاتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہمارے پاس مدرسہ ہونا چاہئے تا کہ ہم لوگوں سے رابطہ قائم کریں اور اپنے مذہب کی دعوت دیں۔

## تبشیریوں کا علاج و معالجہ کو وسیلہ بنانا

مستشرقین کا مشرق میں امت اسلامی میں نفوذ پیدا کرنے اور لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کا ایک وسیلہ علاج و معالجہ کی صورت میں تھا اس وسیلے سے استفادہ کرتے ہوئے جب ایک معالج کالج سے فارغ التحصیل ہوتا ہے تو اسے حلف اٹھانا پڑتا تھا جسکا نام "یمین البقراط" ہے اس کی عبارت کچھ یوں ہے کہ "میں خدا کی قسم کھاتا ہوں جو زندگی

وموت کا مالک ہے اور صحت دینے اور شفا دینے والا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنی طاقت وقدرت سے اس عہد نامہ پر عمل کروں گا"

مستشرقین نے اپنے مذموم عزائم کیلئے انسان کے اندر موجود اعلیٰ اقدار جو فی نفسہ فضیلت ہیں انھیں اپنے مذموم عزائم کیلئے وسیلے کے طور پر استعمال کیا ہے انھیں میں سے ایک وسیلہ علاج ومعالجہ ہے۔ اس سلسلہ میں ان کا کہنا ہے کہ جہاں بشر ہوگا وہاں درد و تکلیف ہوگی اور وہاں طبیب کی ضرورت ہوگی اور ہمارے لئے مسیحیت کی دعوت کا موقع ملے گا۔ اس مقولے کے تحت طب کے شعبہ کو اپنا کر یہ مسلمان مریضوں کے قریب تر ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ طبیب کامیاب نہیں جو صرف ہسپتال بنائے اور وہاں کے مریضوں کو مسیحی نہ بنائے کیونکہ طبیب طب کے راستے سے تمام لوگوں اور گروہوں میں نفوذ کر سکتا ہے۔ گویا طبیب اپنی جگہ ایک بھی مبشر ہے ایک زندہ انجیل کا نسخہ ہے وہ یا تو مریضوں کو مسیحی بنا سکتا ہے یا کم از کم ان کے اندر مسیحیوں کیلئے اثر پیدا کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں (Samarrison) عالم اسلامی جو تبشیریوں کا ایک مجلّہ ہے اس میں آیا ہے کہ ہم اس بات پر بغیر شک وتردد کے اعتماد کرتے ہیں کہ مسیحیوں کے پاس آنے والے مریضوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ یہ کہیں کہ ہمارا رب مسیح یسوع ہے۔ اس سلسلے میں مبشرین نے ۱۹۲۴ء میں ترکی، مصر، لبنان اور عراق میں کانفرسیں بھی کیں۔

ابرار احادیث ایک ڈاکٹر کو نصیحت کرتا ہے جو تبشیری مشن پر جا رہا تھا کہ تم اپنی فرصت کو غنیمت سمجھو کہ مسلمانوں کے کانوں اور دلوں میں انجیل کو راسخ کرو اپنے وقت کو ہسپتال میں خدمت کے نام سے ضائع مت کرو یہ موقع بہت قدر و قیمت رکھتا ہے شاید شیطان تمہیں یہ دھوکہ دے کہ تمہارا کام صرف علاج ہے تم اسکی بات نہ سنو اگر تم نے ایسا کیا تو تم

نے عمل تبشیری انجام نہیں دیا۔

## مسیحی مشنریوں کے کارنامے

جب انگریزوں نے دیکھا کہ مسلمان قوم دہشت اور تشدد سے نہیں دب سکتی تو انہوں نے اپنی پالیسی میں تبدیلی اور حکمت عملی میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی اور تحریر وتصنیف، تعلیم وتدریس، پروپیگنڈہ اور مشنری کے ذریعہ سرد جنگ کا آغاز کیا جس کا مقصد مسلم نسل کی فکر وعمل سے مذہب اور دین کی وابستگی کو ختم کرنا اور بنیادی عقائد کے سلسلے میں ان کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا تھا۔ چنانچہ عیسائی لٹریچر کا ایک طوفان تمام ممالک میں پہنچایا گیا اور عیسائی مشنریوں کی فوج مختلف وسائل اور ہتھکنڈوں کے ذریعہ اس مہم میں لگ گئی۔

اسی زمانے میں گورنر یوپی سر ولیم میور نے ایک کتاب (he Life Of Prophet) لکھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شائستہ اور با اخلاق زندگی پر گستاخانہ، فاحش، پلید اعتراضات کئے گئے ازواج مطہرات ، مسئلہ جہاد اور تعدّد ازواج جیسے مسائل پر خوب گندگی اچھالی گئی۔ کتاب میں یہ بھی صاف صاف لکھا گیا ہے کہ دنیا کو اس وقت دو خطرے درپیش ہیں (نعوذ باللہ) ایک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تلوار اور دوسرا محمد کا قرآن اور جب تک ہم دونوں کو ختم نہیں کردیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

مسٹر ایم انفسٹن اور مسٹر ایک وارڈن نے ایک متفقہ یادداشت گورنمنٹ میں پیش کی جس میں کھل کر لکھا گیا ہے کہ:

''ہم علانیہ نہیں تو در پردہ پادریوں کی حوصلہ افزائی کریں گے، اگر چہ ہمیں گورنر صاحب

سے اس بارے میں اتفاق ہے کہ مذہبی امور میں امداد کرنے سے احتراز کیا جائے تاہم جب تک ہندوستانی لوگ عیسائیوں کی شکایت نہ کریں تب تک ان کی تعلیم کے مفید ہونے میں ذرا شبہ نہیں۔ اگر تعلیم سے ان کے ذھنوں میں ایسی تبدیلی پیدا نہ ہو سکے کہ وہ اپنے مذہب کو لغو سمجھنے لگیں تاہم وہ زیادہ ایماندار اور محنتی رعایا تو ضرور بن جائیں گے۔"

چنانچہ اٹھارویں صدی کے آخر میں چارلس گرانٹ نے اپنی کتاب میں صاف صاف تحریر کیا کہ: "ہندوستانیوں کی اخلاقی حالت حد درجہ خراب ہے اور اس لئے ان کی سوسائٹی نہایت ذلیل ہے۔ ان خرابیوں کی اصلاح قانون کے نفاذ سے ہرگز نہیں ہو سکتی خواہ وہ قوانین کیسے ہی عمدہ کیوں نہ ہوں۔ دراصل تمام خرابیوں کی جڑ ان کے مذہبی مراسم ہیں جن کی روح ان کے قوانین میں موجود ہے اور یہ روح ان کے جھوٹے ناپاک اور قابل مضحکہ مذہبی اصولوں میں مضمر ہے۔

ان تمام برائیوں کا واحد علاج یہ ہے کہ ہمارے علم کی روشنی ان لوگوں تک پہنچائی جائے جو تاریکی میں ہیں۔ بالخصوص ہمارے ربانی مذہب کے خالص اور پاک اصول انہیں بتائے جائیں۔ اس بارے میں ہماری ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ جس سچے مذہب سے ہم مستفید ہوتے ہیں اسے دوسروں تک کیوں نہ پہنچائے جائیں۔"

مندرجہ بالا اصولوں کو پیش نظر رکھ کر حکومت کی طرف سے انگریزی تعلیم کے لئے عیسائی مبلغین کی مالی اور مادّی امداد کی گئی۔ صوبہ بنگال میں سنہ ۱۷۵۳ میں دو پادریوں کا اضافہ اس غرض سے کیا گیا تھا کہ وہ پروٹسٹنٹ مذہب کی تعلیم دیں۔

ذیل میں ہم ایسے مستشرقین کے نام پیش کریں گے جو مسیحیوں کے کلیسا سے تبشیری مہم کیلئے نکلے:

۱۔ لورانس بروان

لکھتا ہے اگر مسلمان ایک طاقت ورعربی حکومت قائم کرنے میں متحد ہو جائیں تو یہ پوری دنیا کیلئے لعنت اور خطرے کا باعث بنے گا اور دنیا کیلئے اس صورت میں یہ ایک بڑی نعمت ہوگی اور اگر یہ متفرق و منتشر رہیں تو بغیر طاقت وقدرت کے رہیں گے اور دوسروں پر اثر نہیں کر سکیں گے۔ لورانس بروان مزید کہتا ہے کہ حقیقی معنوں میں خطرہ ہمیں اسلامی نظام اور اس کی موجودہ طاقت وقدرت کی طرف سے ہے جو کہ اپنے حیات بخش افکار کی وجہ سے پھیلنے اور مقبولیت ملنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور کسی وقت مغربی استعمار کے راستے میں ایک دیوار بن سکتا ہے۔

۲۔ قسکا ہویمون:

لکھتا ہے کہ مبشرین کی یہ خواہش ہے کہ مسلمان منتشر رہیں جیسا کہ بروان نے پہلے کہا تھا کہ وحدت اسلامی سیاہ فاموں کی آرزوں کو جمع کرے گی اور مسلمانوں کو یورپی تسلط سے نجات دلائے گی لہٰذا تبشیر یوں کو ایک اہم کردار ادا کرنا ہوگا جو اس وحدت اسلامی کے کردار کی عظمت کو توڑے۔ مسلمانوں کی وحدت کو منتشر و کمزور ہونا چاہئے لہٰذا مبشرین کا ہدف مسلمانوں کو انتشار اور افتراق پر گامزن رکھنا ہے۔

## مستشرقین کا قرآن کے بارے میں اظہار نظر

وہ مستشرقین جنھوں نے قرآن کریم کی کسی بھی زاویئے سے عظمت اور بزرگی کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے چاہے ان کا اظہار اُن کے ارباب کے نجی اجتماعات اور

پالیسی ساز اداروں میں ہوا ہو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ قرآن کے خلاف اقدامات اور تنقید کرنے والوں کے پاس اُسکی قوت اور طاقت سے آگاہی ضروری ہے تا کہ اُسی تناسب سے اقدامات کریں یا پھر مستشرقین کی تعبیرات قرآن کے بارے میں یورپ کے عوام کو زیادہ جذبات میں لانے، ان کے احساسات کو گرم کرنے اور ورغلانے کیلئے یا خود مسلمانوں میں نفوذ کرنے اور اپنے سازشی چہرے پر پردہ ڈالنے کی خاطر حسب تعبیر قرآن کریم اپنے عزائم اور نوایا کے خلاف منافقانہ تعبیرات ہیں۔ چنانچہ قرآن کی عظمت و بزرگی کے بارے میں اظہار نظر کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد اسی گروہ (منافقانہ تعبیر) سے تعلق رکھتی ہے جنھوں نے قرآن کے بارے میں ایک مثبت اندازے میں اظہار خیال کیا ہے اُن کی ایک فہرست یہ ہے:

۱۔ اڈورڈ گیبون (EDW GIBBON) (1827.1723)

اڈورڈ گیبون جو کنیڈا کا ایک معروف اسکالر تھا لکھتا ہے کہ بحر اطلس سے دریائے گنگا تک قرآن صرف قانون فقہی تک نہیں پہچانا گیا ہے بلکہ یہ ایک آئین و دستور زندگی اور قانون اساسی ہے جس میں قضاوت، شہرداری، قانون تجارت اور امور مال سب اس میں شامل ہیں۔ زندگی کے تمام امور اور شعبے حسب احکام و دستورات ثابت، کمی بیشی کے بغیر اور تغیر ناپذیر انجام پاتے ہیں اس وجہ سے کہ یہ قانون ارادہ خدا سے نکلے ہیں دوسرے لفظوں میں قرآن ایک عمومی آئین و دستور مسلمین ہے ایسا دستور جس میں تمام قوانین دینی، اجتماعی، بلدیاتی، تجارتی، عدالتی اور فوجی شامل ہیں۔

۲۔ کازیمرسکی (GASIMERESYUI) (1870)

یہ ایک مشہور ماہر فلکیات اور مشرق شناس تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن ایک ایسا

دلچسپ مجموعہ ہے جس میں فضائل اخلاق اور زندگی سے متعلق نکات اور اجتماعی مسائل ایک منظم طریقے سے جمع ہیں۔

۳۔ جان ڈیون پورٹ (GHON DAVEN PORT) (1877-1789)

یہ ایک برطانوی دانشور اور معروف اسلام شناس اسکالر ہے لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی قدر ومنزلت کو بہتر طور پر جاننے کیلئے پیغمبر اکرمؐ کے قیام کو دیکھیں تو فصاحت و بلاغت کلام عروج پر اور انتہائی اہمیت کی حامل تھی اور قرآن مجید اس وقت ایک معجزے کے طور پر پہچانا گیا۔ محمدؐ نے اسے اپنی رسالت و نبوت کیلئے بہترین ومحکم ترین دلیل کے طور پر پیش کیا اور اس وقت عرب کے فصیح وبلیغ انسانوں کو اس قرآن کے مقابلے کی دعوت دی کہ اس قرآن کی ایک سورہ کی مانند ایک سورہ لائیں لیکن وہ نہیں لاسکے۔

۴۔ بر سورٹ سمیس (BER SORT SMESS) (1892-1815)

یہ برطانوی دانشور کہتے ہیں کہ پیغمبر جس معجزہ جاویدانی کے مدعی تھے وہ قرآن ہے پیغمبرؐ قرآن کے ساتھ مبعوث ہوئے درآنحالانکہ یہ کتاب شریعت' عبادت' گزشتہ اقوام کی خبریں اور مملکت کو چلانے کے حقائق سے روشن کرنے پر مشتمل ہے حقیقت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد کی پیغمبری کیلئے قرآن مجید ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔

۵۔ اسٹینلی لین پول (STANLEY LANE POOLE) (1895-1832)

یہ بھی ایک برطانوی دانشور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تاریخ انسانیت میں ایک بہت بڑی اور عالمی مرتبت شخصیت موجود ہے ان کی کتاب وحی قرآن ہے جو وحی الٰہی کا مجموعہ ہے اور زبان عربی کا شاہکار ہے اس کتاب کی اساس و بلاغت سے جو ثقافت وتمدن وجود میں آئی ہے دنیائے مغرب اس کی مقروض ہے۔

۶۔ ڈاکٹر ذویمر (DR.ZOIMER) (1813-1900)

بغیر کسی شک وتردد کے محمدؐ دنیا کے بڑے رہبران میں سے ایک ہیں اس معانی پر دلیل یہ ہے کہ وہ ایک قابل تقدیر مصلح اور ایک صاحب متکلم اور متفکر بزرگ ہیں لہذا سزاوار نہیں کہ جو عمل ان کی صفات سے مواقفت نہ رکھتا ہو اسے ان کی طرف نسبت دے دیں۔ قرآن کو انہوں نے لایا ہے جیسا قرآن کریم میں ہے قرآن اور اس کی تاریخ دونوں اس مدعا کے گواہ ہیں۔

۷۔ سر ویلیم موسیس (SIR WILLIAM MAUIES) (1819-1905)

یہ ایک برطانوی دانشور ہے لکھتے ہیں کہ قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جو دلیل و منطق سے پر ہے جس میں بے شمار علمی' قانونی' قضاوتی' حقوقی آیات کے علاوہ بھی بلند پایہ آئین و دستور شامل ہے انسانی اجتماعی تمدنی زندگی کے تحفظ کی خاطر اپنی سادہ زبانی کے ساتھ ایک محکم اور منظم ومقدس کتاب ہے پڑھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

۸۔ ڈاکٹر شبلی شمیل (SHEBLY SHOMMYEI)(1853-1917)

لبنانی دانشمند ہیں شبلی شمیل نے جو ڈاروِن کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ سید محمد رشید رضا جنھوں نے کتاب المنار لکھی ہے انہیں خط میں لکھا کہ میں قرآن کی بلاغت سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں۔ اس سلسلے میں اس نے ایک شعر پڑھا ہے۔ کتنے مدبر و حکیم ہیں یہ کلمات قرآن کی بلاغت عقل پر غالب ہے اور اسکی تلوار نے بہت سے انسانوں کے سروں کو جھکایا ہے۔ یعنی پیغمبر اسلام حکیم عالی مقام ہیں انکے کلمات سب سے زیادہ بلند و برگزیدہ ہیں۔ قرآن کی بلاغت عقل بشر پر غالب آتی ہے اور بشر کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

۹۔ اڈوارڈ مونٹ (EDVARD MONTET) (1927-1856)

انھوں نے قرآن کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ وہ جینو یونیورسٹی میں استاد رہا ہے تاریخ پیدائش ۱۸۵۶ء اور وفات ۱۹۲۷ء ہے۔ قرآن ہم مسیحیوں کیلئے حد سے زیادہ سودمند ہے دینی کتابوں میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ سینکڑوں انسانوں کی زندگی قرآن کے مطالب سے وابستہ ہے یہ قرآن اصول عقل سے ہم آہنگ ہے اور عقلی تعبیرات سے مطابقت رکھتا ہے اور تعجب آور ہے۔ روحانی فلسفہ کے اصول اس کتاب میں ملتے ہیں۔ یہ کتاب انتہائی جالب اور موتیوں کی مانند تعجب خیز ہے۔ اور اپنے مسائل کو مدلل انداز میں بیان کرتا ہے گویا جیسے پیغمبرؐ کے ظہور کے موقع بیان ہو رہے ہیں۔ اور روح پیغمبر اسلام ان آیات کے قطعات میں ستاروں کی مانند درخشاں ہیں۔ ہمیں قرآن کو اپنا سر چشمہ قرار دینا چاہیے۔

۱۰۔ ھنری لامنس (HENRY LAMENS) (1937-1862)

یہ بل جیک کا مشرق شناس دانشمند ہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن نہ صرف تنہا عربوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے میں کامیاب ہوا ہے بلکہ مختلف اور متعدد قبائل اور اقوام کو مسلمان کیا اور اس کی شعاعیں ہر روز ایشیا اور افریقہ پر روشنی ڈالتیں ہیں مسیحوں کے مبشران حالات کو دیکھ رہے ہیں اور ان کو روکنے کیلئے وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

۱۱۔ استاد امین ریحانی (AMIN RAYHANI) (1940-1876)

دانشمند مسیح نے ایک خط میں علامہ شیخ محمد حسین کاشف الغطاء کو لکھا کہ آپ کہتے ہیں قرآن معجزہ ہے یہ بات صحیح ہے۔ جن دنوں میں نے لندن اور یورپ میں قیام کیا ان دنوں میں نے قرآن کو اسی عربی لہجے کے ساتھ پڑھا تو لوگ میری طرف کھینچے اور اپنے آپ سے لاتعلق ہوئے۔

۱۲۔ ایلوس جرمانوس (ILIYUS JERMANUS) (1884 DOB)

یہ بوداپست یونیورسٹی کا استاد تھا ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کی تعلیم اللہ رب العزت کی طرف سے ہے اور یہ اس کا ایک دستور ہے اس میں موجود مطالب بشریت کی ہمیشہ کیلئے راہنمائی کرتے رہیں گے۔ ہر وہ انسان جو قرآن کریم کو سمجھنا چاہتا ہو اس کیلئے انتہائی سادہ اور قابل فہم کتاب ہے۔

۱۳۔ مہاتما گاندی (GANDHI) (1869-1948)

آزادی ہند کا رہبر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان مروجہ تعلیم کے بغیر صرف قرآن کو سیکھ کر اسرار وحی اور حکمت تک پہنچ سکتا ہے۔ قرآن میں ایسی کوئی چیز دیکھنے میں نہیں آتی کہ جس میں جبر و تشدد کے ساتھ لوگوں کو دین اپنانے کیلئے کہا گیا ہو۔ یہ کتاب انتہائی مقدس اور سادہ انداز میں ہے اس کتاب کے دین میں جبر و دہشت نامی کوئی چیز نہیں ہے۔

۱۴۔ فرڈ گیوم (FRED GIUM) (1888 DOB)

یہ برطانوی دارالحکومت لندن یونیورسٹی کا استاد تھا آپ کہتے ہیں کہ قرآن مجید ایک عالمی کتاب ہے اس کا اپنا ایک خاص ادب ہے اس کتاب کے اثر کو اس کے ترجمے میں حفظ کرنا ممکن نہیں قرآن مجید کی ایک خاص خوبی اور عجیب آہنگ ہے قرآن مجید کانوں کو اپنی عنایت سے نوازتا اور گہرا اثر رکھتا ہے۔ بہت سے عرب مسیحی اس خاص ادب سے متاثر ہیں بہت سے مستشرقین کو قرآن مجید نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے جب قرآن کی تلاوت ہوتی ہے تو ہم مسیحی کہتے ہیں کہ کوئی خاص جادو سننے والے پر اثر کر رہا ہے اور ان نصیحت آموز جملات کی طرف متوجہ ہو رہا ہے اور کھنچا آ رہا ہے ایک ایسے انداز تفکر کی حامل کتاب قرآن مجید کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا حقیقت یہ ہے کہ عربی ادب شعر و نثر میں اپنی تمام تر وسعت کے

باوجود قرآن کریم کے مقابلہ وموازنہ پر نہیں آسکتا۔

۱۵۔ اڈوارڈ عطیہ (EDVARD ATIYEH) (1903 DOB)

مورخ مسیحی لبنانی ہے اور اس کی متولد ۱۹۰۳ء ہے ان کا کہنا ہے کہ قرآن، احادیث، عملِ پیغمبرؐ اور تمام مسلمانوں کی زندگی کے دستور کا منشاء ومصدر ہے۔ انکے عقائد واضح ہیں توحید کا سمجھنا آسان ہے اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ جسطرح کی یہودیت اور مسیحیت میں پائی جاتی ہے اور یہی اسلام اور ان دو مذاہب میں فرق ہے۔

۱۶۔ ماسٹر بک ٹول (MASTER BICKTOL)

یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے عربوں کو دنیا فتح کرنے کی رغبت دلائی اور انہیں ایک ایسی عالمی حکومت کے قیام کی دعوت دی جسے اپنی وسعت زمین، شرحِ آبادی، تمدن و ترقی اور دوام پذیری کے حوالے سے اسکندرِ اعظم اور امپراطوری پر فوقیت حاصل ہو۔ قرآن نے انہیں اس عظیم کام کیلئے آمادہ وتیار کیا۔

۱۷۔ مراشی (MERASHI)

ہر وہ انسان جو آیات قرآنی میں تحمل اور فکر وتدبر سے کام لے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اسلام کی بنیاد توحید، برادری (بھائی چارگی ومروت) اور انسانی زندگی کی اصلاح علم ہی سے ممکن ہے اور حقیقی معنوں میں اسلام کا غلبہ ہونے کا حقیقی سبب یہی علم ہے۔

۱۸۔ گولیٹ (دانشمند اروپائی) (GHOLIT)

ان کا کہنا ہے کہ قرآن اپنی بہترین کشش کی وجہ سے تلاوت کرنے والوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور یہ ایک ایسی فصاحت وبلاغت کا حامل ہے کہ اپنے پڑھنے والوں کے اندر شوق ورغبت ومیلان پیدا کرتا ہے۔

## ۱۹۔ ہرٹوِاک ہیر چفلڈ (HERTWICK HIRCHFELD)

قرآن کریم تمام علوم کا سرچشمہ ہے لہٰذا اس میں تعجب کی بات نہیں کہ آپ کو اس میں تمام موضوعات ملیں گے چاہے آسمان سے متعلق ہوں یا زمین سے۔ اس میں انسانی زندگی سے مربوط ہر قسم کے معاملات اعلیٰ سطح اور ماہرانہ انداز میں بیان کئے گئے ہیں اسی لئے قرآن کریم کے اندر بہت سی بحثیں پائی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ علوم کے شعبوں میں عالم اسلام کو ہر روز تعجب خیز وسعت مل رہی ہے۔ انہوں نے بغیر کسی واسطے کے یہ تمام علوم قرآن ہی سے لئے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قرآن نے عربوں کو اپنی طرف رغبت دلائی ہے بلکہ یہود کے فلاسفہ بھی اس سلسلے میں رغبت رکھتے ہیں کہ مذہبی مسائل اور ماورائے طبیعت کو عرب طور وطریقے اور ان کی ذہنیت کے مطابق چلائیں اور ان کی روش کی پیروی کریں۔ اس کے نتیجے میں اسکو لیعنی پرانے علم کلام مسیحی نے عرفان اسلامی سے پرورش پائی اور ترقی کی اس سلسلے میں زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسلمانوں کے اندر علم وعقل کے پروان چڑھنے اور انہیں ترقی ونمود دینے کے شوق و رغبت کا جو آغاز ہوا ہے اس کی برگشت افکار الہیات نہیں ہیں اس کی برگشت کتب فلسفہ و ریاضیات اور علم نجوم اور طب یونانی نہیں ہیں کہ جنہوں نے انہیں اس قسم کے مطالعات کی رغبت دلائی ہو بلکہ قرآنی الہامات میں جو کچھ لوگوں کیلئے بیان ہوا ہے پیغمبر اکرمؐ نے وہاں سے بطور مقرر لوگوں کو آسمانی حرکات اور لوگوں کی معنوی شخصیت کی طرف جذب کیا ہے چنانچہ بہت سی آیات الٰہی میں انہیں لوگوں کی خدمت اور مدد کرنے کی دعوت دی گئی ہے لیکن اس کی اجازت نہیں ہے کہ خدمت بندگی وعبادت کی منزل تک پہنچ جائے ہر طبقے کے مسلمان خاص توفیقات کے حامل ہیں علمی بحث وتحقیق اور علم نجوم کے بارے میں ان کی

تحقیقات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ مسلمان صدیوں سے اس علم کے محافظ چلے آرہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ابھی بھی بہت سے ستاروں کے نام عربی زبان میں ہیں۔ اسی طرح جو اصطلاحات فلکیات ہمارے درمیان رائج ہیں وہ یورپ نے قرون وسطیٰ کے دور میں عرب شاگردوں سے لی ہیں اسی طرح سے مسلمانوں نے طب میں بھی تحقیقات کی ہیں اور قرآن نے علم طبیعت میں بھی تحقیق کرنے کا حکم دیا ہے۔

۲۰۔ ھیری گے لوڈرھین (HARRY GAY LOODERHEN)

قرآن خدا کی وحی ہے یہ ایک ایک لفظ کی صورت میں جبرائیلؑ کے توسط سے حضرت محمدؐ پر نازل ہوا قرآن ایک معجزہ دائمی ہے جو اپنے لئے بھی گواہ ہے اور محمدؐ کے لئے بھی۔ گواہ ہے اس کا اعجاز ہے کہ یہ انشاء پردازی کے حوالے سے بھی معجزہ ہے اور اس میں بھی یہ کامل وتام ہے۔ جن وانس میں سے کوئی بھی اس قسم کا ایک مضمون بھی جو اس کے برابر ہو نہیں لاسکتے حتیٰ قرآن کی تھوڑی سے تعلیمات اسی طرح اس کی پیشگوئی جو آئندہ کے بارے میں اور تعجب انگیز ہیں اور کسی میں ان سے مقابلہ یا ان کا متبادل پیش کرنے کی ہمت نہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کہ جنہوں نے کسی استاد سے تعلیم حاصل نہیں کی، ان کیلئے کسی صورت میں یہ ممکن نہیں کہ وہ خود اپنی طرف سے قرآن بنائیں اور اسے انشاء کریں۔

۲۱۔ گونا رایکسون سوندی (GHONA RAYKSON)

قرآن ایک مقدس کتاب ہے ہمیں اثبات وجود خدا کے بارے میں دلائل دیتا ہے لیکن بشر کی معنویت کے لحاظ سے اسلام کے عالمی ہونے کے بارے میں ایک بڑی خصوصیت ہے قرآن خدا کو تنہا عربوں کا رب نہیں سمجھتا بلکہ خدا کو تمام کائنات کا رب سمجھتا ہے جبکہ دیگر مذہبی کتابیں خدا کو اسرائیلی یا دیگر قوموں کا خدا گردانتی ہیں قرآن ہمیں دعوت

دیتا ہے کہ تمام انبیاء پر ایمان لائیں چاہے ان کا نام اور ذکر قرآن میں آیا ہو یا نہ آیا ہو۔

۲۲۔ دیسری بلانسیه (DESRI PLANSIYA)

محمدؐ نے ایک کتاب لائی ہے اور تمام انسانوں کے سامنے اعلان کیا ہے اور انھیں چیلنج کیا ہے کہ اگر قدرت رکھتے ہو تو اس کے ایک سورہ کی مانند سورہ لے کر آ ؤ تمام مخالفین اس کا مقابلہ کرنے سے ناتوان، عاجز اور مایوس رہے ہیں سب ایک منزل پر رک گئے انہیں حیرت ہوتی ہے کہ ان کی امید کے تمام دروازے اس کے سامنے بند ہوئے ہیں۔

۲۳۔ هنر پری لانس، کشیش (HONR PARI LAES)

قرآن نے تنہا وحشی عربوں کو اسلام میں داخل نہیں کیا بلکہ ہزاروں وحشی اقوام وملل کو بھی پرچم اسلام کے حلقے میں داخل کیا ہے۔

۲۴۔ ولیم میور (VELIEM MIOR)

قرآن اس کائنات کے بارے میں دلالت سے پر ہے اسکی عقلی دلائل وجود خدا کے بارے میں یوں ہے کہ وہ صاحب قدرت اور نقص سے منزہ ذات ہے قرآن بعثت انبیاء کو حقیقی اور واقعی مثالوں اور حیرت انگیز تشبیہات سے بیان کرتا ہے۔

۲۵۔ ڈاکٹر هنری استپ (DR.HENRY STIP)

قرآن کی فصاحت و بلاغت اس حد تک ہے کہ محمدؐ نے اسے اپنی رسالت و نبوت کیلئے ایک بڑی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کیونکہ قرآن کا اعجاز بشری قوت سے باہر ہے قرآن نے عربوں سے طلب کیا ہے کہ وہ دس آیات اس کی جیسی لائیں لیکن وہ نہ لا سکے پیغمبرؐ قرآن کے علاوہ اور بھی معجزات رکھتے تھے لیکن عظمت کے مقابلے میں دیگر معجزات قرآن کے مقابلے میں ناچیز ہیں اس حوالے سے کہہ سکتے ہیں کہ خداوند متعال نے محمد کو

بطور پیغمبرؐ لوگوں کیلئے انتخاب کیا ہے ہر دور میں اس کی رسالت و نبوت کی صحت پر قرآن کو ایک دلیل محکم اور معجزہ جاوید قرار دیا ہے۔

۲۶۔ ایف. ایف. اربوٹینٹ (F.F.ERBOTENT)

ایف ایف اربوٹینٹ کے مطابق ادبی نقطۂ نظر سے قرآن حکیم فصیح ترین (بافصیح و بلیغ ترین) عربی کا نمونہ ہے۔ اس میں شعر اور نثر کے درمیان سلیقہ پایا جاتا ہے۔ نہایت حیرانگی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ عربی قواعد اور لغت کے حوالے سے اور جملہ بندی کے حوالے سے قرآن کریم اصول و قواعد عربی کے مطابق ہے لیکن تمام ہمت و کوشش کے باوجود عربی زبان کے اصول و قواعد اور لغت پر عبور رکھنے والے بھی اس کی باریکی اور بلاغت جیسا لکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ یہ تمام دیگر کتب پر فوقیت رکھتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بیس سال بعد ۶۳۲ میلادی کو قرآن کے جس متن کی تدوین ہوئی وہی متن ابھی تک باقی ہے اور مفاد پرست انسان یا ترجمہ تفسیر کرنے والے اس میں کسی قسم کی تحریف اور دست اندازی کی خواہش کو پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم کتب عہد قدیم و جدید کے بارے میں ایسا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتے۔

۲۷۔ بسانتا کومربوس (BESENTA KUMERBOS)

انسان اور مسلمانوں میں سے کوئی ہوئی و ہوس پرست انسان بھی ابھی تک قرآن کریم میں دخل اندازی یا جعل سازی کا موقع تلاش نہیں کر سکا گذشتہ اور موجودہ اقوام و ملل کے آثار مذہبی میں قرآن کریم واحد کتاب ہے جسے یہ منفرد امتیاز حاصل ہوا ہے بعید ہے کہ ایک بشر جس نے کچھ پڑھا لکھا بھی نہیں ہے بہترین زبان عربی میں کوئی ایسی کتاب انشاء کر سکے۔

## ۲۸۔ جیمس ۔اے۔میجز (GEIMES A.MAGES)

احتمال قوی ہے کہ دنیا بھر میں تمام کتابوں کی نسبت قرآن پڑھنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور اطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ تمام کتابوں کی نسبت اس کے حافظ بھی زیادہ ہیں ممکن ہے کہ انسان کی روزمرہ زندگی میں دیگر تمام کتابوں کی نسبت قرآن کا اثر ونفوذ زیادہ ہو قرآن کو انجیل سے تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ قرآن اپنے انداز اور تاثیر ونفوذ میں منفرد و قابل تعریف ہے۔ یہ نہ شعر ہے اور نہ نثر اور ابھی تک یہ اپنے سننے والوں کے اندر لذت اور وجد ایمانی کو حرکت میں لانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

قرآن کریم ۶۱۵ء سے ۶۳۲ء کے درمیانی عرصے میں حضرت محمدؐ پر بذریعہ وحی نازل ہوا اس کے لکھنے والے مخلصین وفداکار اسے چمڑے کے کاغذ، درختوں کی چھال یا جانوروں کی سفید ہڈیوں پر اسے ضبط تحریر میں لاتے۔ اس کے پہلے الہام میں لوگوں کو توحید کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ خدا ایک سے زائد نہیں ہے۔ خدا رحیم ہے، خدا مہربان ہے، اس رحمٰن و رحیم کو اللہ کہتے ہیں، وہ خالق صانع ہے، وہ مصور ہے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اس کی خالقیت وجلال کا مظہر ہے اور اللہ قدرت مند و علیم ہے، یہ وہ پیغامات تھے کہ جن سے تمام بت نیست ونابود ہوئے۔

اللہ نے اس الہامی کتاب کے ذریعے لوگوں کے اذہان تک یہ پیغام پہنچایا کہ وہ اپنی زندگی اور دیگر اقوام میں انقلاب برپا کریں۔ کچھ سالوں کے بعد جب اسلام نے عرب کے دیگر علاقوں میں نفوذ کیا اور انہیں لوگوں کے نظم کیلئے زیادہ قدرت کی ضرورت پڑی تو پھر اس سلسلے میں اور دیگر مسائل کے حل کیلئے بھی آئین اور قانون کا نزول ہوا۔

قرآن اپنی بحثوں میں ایک اچھی اور قابل ستائش زندگی کے بارے میں گفتگو کرتے

ہوئے نیچی سطح سے آغاز کرتا ہے اور بغیر کسی تکلف کے بہت واضح و روشن انداز میں گفتگو کرتا ہے اس سلسلے میں قرض ہی کے موضوع کو دیکھ لیجئے کہ بعد میں مسائل ومشکلات سے بچنے کیلئے سادہ اور موثر اور واضح انداز میں کہتا ہے کہ "قرض دیتے وقت تحریر لکھنی چاہیے اور دو گواہ بھی ہونے چاہیے"۔

۲۹۔ رینبورٹ (دانشمند اروپائی) (RENBORT)

وہ کہتا ہے کہ واجب ہے کہ ہم اعتراف کریں کہ علوم طبعی وفلکی اور فلسفہ وریاضی جو یورپ سے بلند ہوئے ہیں' ان میں سے اکثر و بیشتر قرآن سے ماخوذ ہیں بلکہ قرآن سے ملنے والے ان علوم سے بہرہ مند وفیضیاب ہونے کی وجہ سے یوں کہنا چاہیے کہ "یہ جو یورپ ہے' یہ اسلام ہی کا ایک شہر ہے"

۳۰۔ لارڈ ہیڈل (LORD HEADLY)

یہ بھی ایک برطانوی مفکر و دانشور ہے کہتا ہے قرآن مجید بہترین فضیلت' تقوی اور نیک اعمال مسلمانوں اور اسلام لانے والوں کو سکھاتا ہے اس کے موضوعات میں حقیقت کی پاسداری اور عدالت' انصاف کو اتنی اہمیت اور مقام دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ نفرت و دشمنی درحقیقت تقویٰ' عدالت' انصاف کے ساتھ دشمنی ہے۔' قرآن مجید ہمیشہ توحید کے بارے میں گفتگو کرتا ہے خداوند عالم نے توحید اور یگانہ پرستی کے علاوہ اور بھی نظریات بتائے ہیں وہ چاہتا ہے اصل بزرگی درحقیقت مخلوقات میں وحدت اور مساوات میں پوشیدہ ہے۔اسی سے انسانوں کو تعلیم دینا چاہتا ہے تاکہ موجودہ انسانی اجتماع' سوشلزم' کمیونزم' ڈیموکریسی جو انسانی زندگی کی ضمانت کا پرچار کرتے ہیں اس قانون مساوات سے ماخوذ ہیں مجھے اس قرآن کی عظمت اور اس کے قانون کے مستحکم و بے نظیر و

بے مثال ہونے پر افتخار حاصل ہے۔

۳۱۔ جان ویلیم ڈریپر (G.W.DRAPER)

یہ بھی برطانوی دانشمند ہے کہتا ہے قرآن میں عالمی اخلاق اور دستورات کا تذکرہ ہے قرآن کریم کی انشاء پردازی اس طریقے سے منظم ہوئی ہے کہ ہم اگر اس صحیفے کی طرف رجوع کریں اس میں ایک ایسی حقیقت جو سب کیلئے پسندیدہ مورد تصدیق وتائید اور قابل قبول ہو اس میں ملے گی یہ حقائق اس کتاب میں چھوٹی چھوٹی آیتوں کی شکلوں میں موجود ہیں اس کتاب کے مطالب کے نعرے اور قوانین ہمیں سکھاتے ہیں کہ وہ خود کامل ہیں اور عام انسانوں کیلئے پیش آنے والے حادثات وواقعات اور زندگی کی ضروریات میں قابل استفادہ ہیں۔

۳۲۔ کرنیکو (KERNICO)

کرنیکو اپنے ادبیات کے حضور میں بیٹھا تھا کہ کسی نے قرآن مجید کے اعجاز بلاغت کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا کہ قرآن مجید کا ایک چھوٹا بھائی ہے جس کا نام نہج البلاغہ ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی قرآن کے چھوٹے بھائی نہج البلاغہ کا متبادل لائے تا کہ قرآن مجید کے بارے میں گفتگو کا سوال پیدا ہو کہ قرآن مجید جیسی کوئی کتاب لا سکتے ہیں یا نہیں۔

۳۳۔ ایچ. اے. آر. گیب (H.AR.GIBB)

اگر قرآن محمدؐ کا انشاء ہوتا تو دیگر لوگ بھی جو انکے رقیب تھے اس کے مقابل اس جیسی دس آیات ہی سہی بنا کر لاتے۔ لیکن وہ نہیں لا سکے اس سے واضح ہوا کہ وہ لوگ ایسا نہیں کر سکے۔ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اسکو ایک معجزہ کے طور پر تسلیم کریں اور اسے ایک

برگزیدہ کتاب کے طور پر قبول کریں۔

۳۴۔ رو. جے. مار گولوٹ (RO.J.MARGOLOT)

قرآن کتب آسمانی میں سے سب سے محترم کتاب ہے یہ ایک بلند مقام رکھتی ہے اگر چہ تاریخ بشریت میں جدید انقلاب لانے والی ہے اسکے باوجود اسکی ادبیات میں جو ربط ہے وہ تعجب خیز ہے۔ قرآن اپنے انداز بیان میں فکر انسانی میں ایک نیا اور جدید اخلاق لانے والا ہے۔

۳۵۔ لوئیس پاول تاد (LOUISE PAUL TUD)

محمدؐ اپنی پوری زندگی میں ان نداؤں کو وصول کرنے والے ہیں اور بعد میں اس وحی یا نداء کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے اور اس کتاب کو قرآن کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ کتاب مسلمانوں کا مذہبی اور دینی دستور عمل ہے اس میں گذشتہ انبیاء کے قصہ اور داستانیں ہیں قصہ عیسیٰ، موسیٰ، یعقوبؑ اور ابراہیمؑ سب اس کے اندر ہے۔ اسی طرح معاد اور روح کی برگشت ہونے، موت کے بعد کی زندگی پر گفتگو اس میں موجود ہے۔ جس طرح تورات وانجیل مسیحیوں کے نزدیک مقدس ہیں اسی طرح قرآن مسلمانوں کے نزدیک مقدس کتاب ہے۔

۳۶۔ ار. ایف. بودلی (R.F.BOODLI)

یہ سوئیسی دانشور ہے اور مشرق شناس ہے۔ یہ کہتا ہے یہ جو کتاب میرے سامنے ہے یہ کتاب تاریخی حوادث سے محفوظ ایک بے نظیر کتاب ہے۔ کوئی شخص اس کتاب کی صحت اس کے صحیح وسالم رہنے اور ایک آسمانی کتاب ہونے کے حوالے سے کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کرسکتا۔ اس کتاب کا نام قرآن ہے یہ کتاب اسی ترتیب سے موجود ہے جس طرح یہ پیغمبر نے جمع کی تھی۔ اس میں جو مطالب ہیں وہ خرما کھجور کے تنے یا ہڈیوں پر یا کپڑوں پر

لکھے گئے سوروں اسی نظم کے ساتھ اب تک باقی ہیں۔لیکن ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ یہ صورت حال تورات وانجیل کے ساتھ نہیں ہوئی۔تورات وانجیل جو ہمارے نزدیک مقدس کتب ہیں یہ قرآن جیسی نہیں ہیں یہ کتب انکے جمع کرنے والوں کے بعد صحیح وسالم نہیں رہیں۔جبکہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو ۱۲ سو سال گذرنے کے باوجود اپنی جگہ قائم ہے اوراس میں مختصری تبدیلی بھی نہیں ہوئی ہے۔کوئی تغیر اس میں داخل نہیں ہوسکا یہ وہ امتیاز ہے جو اس کتاب کو حاصل ہے جبکہ ایسا امتیاز دین یہود اور مسیحیت کو حاصل نہیں ہے۔

۳۷۔ جیمس میچنر (GEAMES METCHNER)

قرآن دنیا میں موجود کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھی جانے آسمانی والی کتاب ہے جو حفظ اور اپنے اثر میں سب سے زیادہ موثر ہے۔اس کتاب نے اپنے پیروی کرنے والوں کو عجیب انداز میں اپنے سامنے خاضع کیا ہے۔اسکی تمام تعلیمات عملی ہیں اور یہ عملی ہونے کی وجہ سے ہی زندگی کا دستور بنی ہیں۔اس کتاب پر ایمان لانے سے خدا بزرگ و برتر کی پرستش ہوتی ہے۔یہ کتاب اپنی جگہ بے نظیر اور منفرد ہے۔

۳۸۔ اڈوارڈ جیبون (EDVARD GUYBON)

دین محمدؐ ہر قسم کے شکوک وشبہات سے مبراء دین ہے۔قرآن پیغمبرؐ کو بتوں اور ستاروں کی پرستش سے روکتا ہے خدا کی وحدانیت پر سب سے بڑی دلیل ہے اور اسکی وجہ سے ہی یہ بڑا دین ہے۔آج کی عقل اسکی تعجب خیزی کے اثرات کی وجہ سے اسے درک کرنے لگی ہے۔

۳۹۔ دیر مینگم (DIR MANGEM)

قرآن کریم ایک معجزہ ہے اسکا ادب اور نورانیت ابھی تک ایک معمہ بنی ہوئی

ہے۔ اسکی صفات اسکی قرائت کرنے والے کو چاہے وہ کتنا ہی گناہوں سے آلودہ کیوں نہ ہو کم تقوی ہو اس پر عجیب ہیجان پیدا کرتی ہیں۔ محمدؐ نے بطور صریح انس و جن کو چیلنج کیا ہے کہ قرآن جیسی کتاب لاؤ اور آپ کا یہ چیلنج آپکی رسالت کی واضح دلیل ہے۔

۴۰۔ امین بک نخلہ (AMIN BAK NAKHLEH)

یہ شاعر مسیحی لبنانی ہے۔ یہ کہتا ہے اے محمدؐ دین عیسٰی کی قسم اس تختہ دار کی قسم اس عربی معاشرے میں اپنی آنکھیں آپ سے باندھی ہیں ہماری فکر ایمانی جو انجیل مسیح میں ہے اس نے ہمیں قرآن سے وابستہ کیا ہے قرآن سے باندھا ہے۔

۴۱۔ تیوڈر نولڈک (THEODOR NODLEKE)(1836.1930)

یہ مستشرق جرمنی ہے جو کہ ایک دانشور ہے اور مشرق زمین سے متعلق گہرا تحقیق و مطالعہ رکھتا ہے۔ اس نے ایک کتاب ''تاریخ قرآن'' کے نام سے لکھی اور پھر ۱۸۶۰ء میں جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔ وہ اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے کہ قرآن کریم ایک ایسی اطمینان و مسرت کتاب ہے جس نے اپنے خطاب سننے والوں کی توجہ کو مقناطیس سے زیادہ کشش و قوت کے ساتھ اپنی طرف مبذول کیا ہے۔ اس کتاب نے اپنی انتہائی اور ہمیشہ مخالفت کرنے والوں پر بھی غلبہ حاصل کیا ہے اور بدترین دشمنوں کو بھی اپنی طرف کھینچا ہے۔ قرآن کریم اپنی فصاحت و بلاغت اور حقیقت بیانی میں سادگی کے ذریعے انتہائی عروج و کمال تک پہنچا ہے قرآن کریم یہ کمال حاصل کرنے والی پہلی و آخری اور واحد کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب نے جاہلانہ و بے تربیت اور جنگلی و وحشی زندگی گزارنے والے انسانون کو ایسے ترقی وتمدن پسند انسانوں میں بدل ڈالا کہ انھوں نے پوری دنیا کو تعلیم و تربیت دینے کی ذمہ داری و مسئولیت کو اپنے کاندھوں پر اٹھالیا۔

### ۴۲۔ طوماس کارلل (THOMAS KARLEL)

جو افراد مستشرقین میں انصاف پسند ہیں ان میں برطانیہ کا ایک مستشرق طوماس کارلل بھی ہے وہ اپنی کتاب ''ابطال وعبادت الابطال'' میں لکھتا ہے ''اب یہ بات اس وقت کے ہر ترقی یافتہ انسان کیلئے ننگ وعار ہوگی کہ اس بات کو سننے کے بعد یہ کہے کہ دین اسلام جھوٹا ہے جو پیغام محمدؐ نے عالمی بشریت تک پہنچایا ہے وہ ایک روشن چراغ کی صورت میں ۱۲۰۰ سال تک ہم جیسے کروڑوں انسانوں کی راہنمائی کر رہا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو اس نظریہ سے ہٹ کر کہ یہ آسمانی کتاب ہے اس کے اندر موجود کلمات اور اس کی ترکیب انتہائی بلاغت پر فائز ہیں جو بھی اس کتاب کو وقت سے پڑھتا ہے حقائق اس کے سامنے روشن ہو جاتے ہیں کہ یہ کتاب ایک ایسے وجودِ حقیقی اور ازلی سے وصل ہے اس میں جائے شک نہیں کہ یہ کتاب اپنی گفتگو میں اتنی دلپذیر اور دلوں میں نفوذ کرنے والی ہے کہ تمام کتابیں اس کے مقابلے میں حقیر و ناقص ہیں یہ کتاب ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک و منزہ ہیں۔ (نقل از کتاب قرآن و کتابہائی دیگر آسمانی: ہاشمی نژاد)

### ۴۳۔ ویل ڈورنٹ (WILL DURANT) (1885)

قرآن میں قانون اور اخلاق ایک چیز ہے۔ قرآن میں دینی اور دنیوی عمل ایک چیز ہے۔ دونوں خدا سے بذریعہ وحی حاصل ہوئے ہیں۔ قرآن میں مختلف اصول وضوابط ہیں جیسے ادب، صحت، ازدواج وطلاق، اولاد کے ساتھ سلوک حتی غلام، حیوان، تجارت، سیاست، عقد وعہد، صنعت و دولت، صلح و جنگ بھی اس قرآن میں موجود ہیں۔ چودہ سو سال سے مسلمان بچوں کے حافظہ میں محفوظ ہے۔ اس نے ان کے اخلاق کی پرورش کی اور اربوں انسانوں کے دلوں کی صفائی کی ہے۔ قرآن لوگوں کی روح پر ایسے عقائد جاگزیں

کرتا ہے جو ہر قسم کے وہم وگمان، رسومات وعادات، تقالید، بت پرستی وکہنہ پرستی سب سے دور ہے۔

۴۴۔ چارلس فرانسیس (CHARLS FRANCIS)

یہ امریکہ میں ایک استاد ہے کہتا ہے کہ انجیل ایک کتاب ہے امریکہ میں موجود ہے لیکن امریکی لوگ اسے جانتے نہیں ہیں قرآن مجید ایک کتاب ہے لیکن دنیا کا ہر مسلمان اسے جانتا ہے یہ دعویٰ غلط نہیں اور لوگوں کا انجیل کو نہ پہچاننا مسیحیوں کی خوش قسمتی ہے۔ [1]

۴۵۔ نون گن بیم (NON GUN BEAUM) (1909-1971)

یہ ۱۹۰۹ کو پیدا ہوا اور ۱۹۷۱ میں وفات پائی کہتا ہے قرآن مجید محمدؐ کا ایک واضح و روشن معجزہ ہے جو کہ اپنے اعجاز اور مختلف زاویے اور بہت سی چیزوں میں انفرادیت کے طور پر جلوہ نما ہے اس میں آئندہ اور گذشتہ مجہولات کے بارے میں پیشنگوئیاں ہیں اس جیسی کتاب لانے سے لوگ عاجز ہیں یہ کتاب بے مثال خوبی اور فصاحت میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہے۔ (نقل از کتاب اعترافات دانشمندان بزرگ جہان صفحہ ۶۱)

۴۶۔ پروفیسر ہیوسٹن اسمتھ (PROF. HOUSTON SMITH)

یہ امریکہ کی یونیورسٹی کا استاد ہے کہتا ہے لوگ محمدؐ سے اتنا ایمان، محبت اور وابستگی رکھتے ہیں لیکن ان پر ایمان لانے کی بنیاد اس قرآن کی اندر بیان ہوئی ہے یہ کتاب مقدس آسمانی ہے اور اپنے پر ایمان لانے والے کو خدا کی نشانی اور بنوت کے معجزے کے طور پر تعارف کرواتی ہے۔ اس کی تلاوت وترتیل مسلمانوں کے روزمرہ کے وظائف میں سے ہے اس جیسی کوئی کتاب دنیا میں نہیں جو اتنی پڑھی جاتی ہو۔ لوگ دنیا میں اس کتاب کے

[1] (نقل از کتاب اعترافات دانشمندان بزرگ جہان صفحہ ۶۶ کتاب راہ تکامل جلد ۵ صفحہ ۲۲۱)

حافظ ہیں اور اس کتاب نے لوگوں کے نفس پر کتنا اثر کیا ہے اس کا اندازہ ہماری قدرت سے باہر ہے لوگوں کا اس کا کتاب الٰہی ہونے کے بارے میں ایمان عوج و بلندی پر پہنچا ہوا ہے چنانچہ کوئی مسیحی اپنی کتاب کے احترام میں اس درجے پر نہیں پہنچا۔ اصل قرآن کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ان کے ایمان کی بنیادی شرط ہے دنیا کی دیگر قوموں کے پاس الٰہی کتب جو ان ادیان کے نزدیک مقدس ہیں لیکن ان کا مقابلہ قرآن سے نہیں ہوسکتا اور اسی طرح قرآن کا سمجھنا بھی مشکل نہیں ہے۔

۴۷۔ پروفیسر واشنگٹن ایرونگ

(1859-1783)(PROF. WASHINGTON IRVING)

یہ امریکی مستشرق ۱۷۸۳ میں پیدا ہوا اور ۱۸۵۹ میں وفات پائی کہتا ہے قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس نے بحر اطلس سے نہر کاشر تک لوگوں کو اپنے پر برکت سائے میں جگہ اور دعوت دی ہے اور اس نے لوگوں کو سعادت مندی میں محفوظ رکھا ہے قرآن مجید ایک انتہائی اعلیٰ اصول اور سودمند مضامین پر مشتمل ہے۔ [1]

۴۸۔ ڈاکٹر پنیلیپیک جی بیتا (DR. PNIILIPEC.G.BETA) (1886 DOB)

یہ بروسٹن یونیورسٹی کا استاد ہے جو ۱۸۸۶ء میں لبنان میں متولد ہوا لکھتا ہے قرآن مجید خدا کا کلام ہے اور آسمان سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے یہ کتاب ازلی ہے اور غیر مخلوق ہے جو حروف قرآن میں ہیں وہ حروف قرآئت طریقہ لغوی مجازات خلاصی کے مطابق ہیں لیکن ام الکتاب یا لوح محفوظ جو آسمان علوی میں ہے یہ وہاں ہے قرآن مجید تمام معجزات سے بالاتر ہے اگر پوری دنیا جمع ہو جائے تب بھی اس جیسی کتاب لانے سے

---

[1] (دائرۃ المعارف شیعہ صفحہ ۴۷ طبقات مفسران شیعہ جلد ا صفحہ ۷۶ قرآن و دیگران صفحہ ۱۹)

عاجز رہے گی قرآن مجید جو سب سے زیادہ موثر کردار رکھتا ہے وہ اور لوگوں کے نفس پر اثر انداز ہوتا ہے یہ جو لوگوں کی آخرت اور عاقبت کے بارے میں گفتگو کرتا ہے قرآن مجید کے اوامر اور احکام چند افراد تک محدود نہیں ہے۔ قاعدہ احسان قرآن مجید کے اصولوں میں سے ایک شریف اصول ہے جو دیگر کتب آسمانی جیسا اخلاق اعلیٰ کا متحمل ہے قرآن کی بہت سی آیات اعلیٰ مکارم اخلاق کے نمونے کے طور پر نازل ہوئیں ہیں۔

۴۹۔ ڈاکٹر ڈرائبر (DR. DRIBER)

یہ امریکی یونیورسٹی کا استاد ہے ان کے مطابق قرآن مجید انسان کیلئے بزرگ ترین اور اعلیٰ ترین خدمات کا عہدے دار ہے۔ یہ کتاب محمدؐ کی نبوت کی عظمت کی بہترین علامت ہے۔

۵۰۔ پروفیسر میری گیلورڈ ڈورمان

(PROF. MARRY GAYLORD DORMAN)

یہ بھی امریکہ کے مستشرقین میں سے ہے کہتا ہے قرآن مجید لفظ بہ لفظ جبرائیل کے ذریعے وحی ہوا ہے اس کا ہر لفظ کامل وتمام ہے قرآن مجید ہمیشہ کیلئے ایک معجزہ ہے یہ محمدؐ کے دعویٰ نبوت کیلئے ایک واضح گواہ وشاہد ہے اس کے اعجاز کا ایک حصہ اور پہلو اس کا انداز بیان اور انشاء پردازی ہے یہ انداز اتنی کامل وعظیم اور کشش رکھتا ہے کہ تمام جن وانس اس جیسا انداز بیاں لانے سے عاجز ہیں اور ایک چھوٹی سی سورہ لانے سے بھی ناتواں ہیں اس کا ایک حصہ اعجاز تعلیمات اور پیشنگوئیوں پر مشتمل ہے یہ حصہ اپنے اعجاز کے حوالے سے اہم ترین اطلاعات اس میں موجود ہیں محمدؐ جیسا انسان جس نے کچھ پڑھا نہیں ایسا قرآن ایسے الفاظ وکلمات میں جمع کیا ہے۔

## ۵۱۔ مارگریٹ مارکس (MARGRET MARCUS)

یہ بھی ایک امریکی دانشور ہے کہتا ہے قرآن کا اعجاز حرف اس کے کلمات اور مضامین تک نہیں ہے بلکہ اس کی ظاہری شکل وصورت بھی معجزہ ہے ایک ایسا انسان سے ہے جس نے کوئی درس بھی نہیں پڑھا کوئی چیز اس سے بالاتر اور برتر اس کائنات میں نہیں ہے یہ ایک قابل تقلید کتاب نہیں ہے (یعنی اس کو دیکھ کر کوئی دوسری کتاب تیار کی جائے) قرآن ایک مقام رکھتا ہے۔ اگر جن وانس سب متحد ہو جائیں اس جیسی کتاب نہیں لا سکتے حضرت محمدؐ خدا کی طرف سے اجازہ رکھتے تھے کہ اپنے تمام مخالفین اور اعتراض کرنے والوں کو مقابلے کی دعوت دیں تا کہ اس جیسی کتاب لائیں انتظار کے باوجود کبھی کوئی اس جیسی کتاب نہیں لا سکا جب بھی اس کتاب کی تلاوت کی جاتی ہے ایک دوسرے سے مناسبت لفظ ترتیب اور ادبی خصوصیت سے سننے والوں میں اثر انداز ہوتی ہے وہ سننے والوں کو سحر انداز کرتی ہے گویا ان کے مخالفین نے اس کتاب کو سمجھا نہیں اور یہ ان کیلئے ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔

## ۵۲۔ کیسوسن ڈیفریسو

## (1759-1835) (CASUSIN DEFRCEVA)

یہ ایک برٹش دانشور ہے سرزمین مشرق کا ماہر تھا کہتا ہے قرآن مجید کا آسمانی کتاب ہونا ایک حقیقت ہے قرآن کے وحی ہونے کے بارے میں بہت اشکال پایا جاتا ہے کیونکہ اہل تحقیق اور طالب حقیقت لوگوں نے ابھی تک ایک پسندیدہ راستہ اپنے لئے نہیں پایا عقل اس راستے میں حیران وسرگرداں ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ایسی آیت ایک ایسا انسان لائے جس نے کچھ نہ پڑھا ہو بلکہ ان پڑھ ہو سرزمین مشرق کے لوگ اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن میں ایسی آیات ہیں کہ نوع بشر میں سے کوئی انسان ان الفاظ اور معنی جیسی

آیت لانے سے عاجز ہے اس کی آیات وہ ہیں کہ جب عقبا بن زیحانے سنا کہ اس آیت میں اتنا حسن ہے وہ حیران ہوگیا جس وقت جعفر ابن ابی طالب نے کچھ آیتیں بادشاہ حبش نجاشی کے سامنے تلاوت کیں تو اس کی آنکھوں سے آنسو گرنا شروع ہوگئے۔

۵۳۔ایڈمنڈ بورگ (ADMOND BORG)

برطانیہ کی ایک نامور سیاسی شخصیت ہے وہ کہتا ہے قرآن یا قانون محمدی ایک ایسا قانون ہے جس میں اجتماع کے تمام طبقات کو ایک دوسرے سے جوڑا گیا ہے۔ جس میں طریقہ تعلیم کے ساتھ ساتھ بہترین نظام قضاوت اور اصول قانون سازی بھی پائے جاتے ہیں۔ کہتا ہے کہ عرب کی پیش رفت اور ترقی وتمدن میں قرآن مجید کا ان پر اثر انداز ہونا اور اس کا ایک کتاب قانون ہونا ناقابل انکار نہیں ہے۔ قرآن مجید نے عربوں کو دنیا کے گوشہ و کنار میں گردش کی دعوت دی اور انہیں خدائی طاقت وتوانائی دی کہ وہ بڑے سے بڑے طاقتور امپراطوری حکومت کو نابود کریں اور اس کے مقابل ایک عادل حکومت تشکیل دیں۔ یہ بڑے فاتح اور جنگجو لوگ مصیبتیں اور فداکاریاں برداشت کرنے کے بعد آخر میں اپنے لئے کوئی دولت وثروت نہیں رکھتے تھے قرآن اپنے حسن وہ جمال میں انسان کو خیرہ کرتا ہے زبان اس کی تقریر اور قلم اس کی تحریر سے عاجز ہے اس کی خوبی بلندی' شیرینی اور ایک صحیح نظام پر مشتمل اس جیسی کوئی کتاب نہیں ہے یہ کتاب زیادہ اور بار بار پڑھنے سے پرانی نہیں ہوتی اس کے کلمات اپنے اندر وزن رکھتے ہیں لیکن وزن اور سجع (قافیہ) نظر نہیں آتا شعر سے زیادہ شیریں ہے لیکن شعر نہیں ہے ایک ایسا اعجاز صرف قرآن مجید میں ہی ہے۔

۵۴۔براجش طرہ یسر (BRACHISH TARAH YASAR)

اس نے ۱۹۱۲ میلادی میں قرآن کریم کے قراء اور ان کی حیات پر ایک معجم لکھی۔

۵۵۔ کومال ازواحی (KOMAL AZWAHI)

یہ ۱۸۷۷ میلادی میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۷ میں وفات پائی انہوں نے مجلہ ''معطہف فنی'' بوسٹن میں ۱۹۲۰ میلادی میں ''صحائف القرآن'' کے نام سے ایک کتاب شائع کروائی۔

۵۶۔ مستشرقہ روسیہ فیرات شیکو فاسفیہ

(FERATSHAIKOFASFIA)

اس نے ایک کتاب ۱۸۸۶ میلادی میں ''مخطوطات قرآن کریم'' کے قلمی نسخے سولہویں صدی کے بارے میں لکھی۔

مستشرقین کی زیادہ تر کوششیں قرآن کریم کا لاطینی' اطالوی' المانی' فرانسیسی' انگریزی' سویدی' حولندی اور ہندی زبانوں میں ترجمہ کرنے سے متعلق تھیں۔ ان کی ان تمام کوششوں میں ان کی حس استعماری ان پر غالب وحاوی تھی اور اس کام میں انکا مقصد یہ تھا کہ قرآن میں تضاد و تناقض کو تلاش کریں۔ درحقیقت وہ ایک مجہول کی تلاش میں ان کوششوں میں مصروف ومنہمک رہے۔

۵۷۔ پروفیسر آرتور گن آربری (1969.1905 ۔ Artur gan arberi)

جب میرا ترجمہ قرآن اپنے اختتامی مراحل کو پہنچا تو میں بہت پریشان تھا۔ لیکن میری اس پریشانی کے دوران قرآن لکھنے والوں کو جو ایک سکون ملتا ہے اور وہ اسے حفظ کرتا ہے اور اسے ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازتا ہے اس حوالے سے میں اس ذات کی تعریف و ستائش کرتا ہوں کہ اس نے بشر کو ایک ایسا کلام دیا اور اس پیغمبر کو پہلی بار ایک ایسا صحیفہ ابلاغ کیلئے دیا۔ میں اس ترجمہ کو انکی خدمت میں تقدیم کر رہا ہوں۔ میں وہ تمام لحات نہیں

بھولے جو میں نے اس ذمہ داری کے دوران گذارے۔ مجھے رمضان کی وہ راتیں یاد ہیں مجھے وہ وقت یاد ہے جب میں اس جزیرہ نما میں ایک گھر کے ایوان میں بیٹھا تھا۔ میں قرآن کی آواز سن کر شفیتگی کی حالت میں مدہوش تھا جس وقت میرے پڑوس میں ایک سفید داڑھی والا بزرگ کو قرآن کی تلاوت سنا رہا تھا۔ میں مسلمان نہیں تھا لیکن میں نے قرآن کو پڑھا اسے درک کیا اسکی تلاوت کو بھی سنا اس سے متاثر بھی ہوتا ہوں مجھ پر رعشہ بھی طاری ہوتا ہے۔ اور اسکی آواز سے میرا پورا وجود متاثر ہوتا ہے۔ یعنی جو حالت عام مومنین کی ہوتی ہے وہی حالت میری بھی ہوتی ہے۔ ان تمام نعمتوں کے باوجود جو نعمت مجھے فہم قرآن سے حاصل ہوئی ہے وہ میرا یہ ناقص ترجمہ قرآن ہے اور میں اسے انھیں یادوں اور تصورات کو ھدیہ کرتا ہوں جو میں نے مصر میں گذارے ہیں۔

۵۸۔ھر برٹ جورج ولز (۱۸۶۶ء - ۱۹۴۶ء)(H.G.Wells)

یہ بھی برطانیہ کا ایک سکالر ہے۔ یورپ کے ایک مجلہ میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے۔ کہ وہ کونسی کتابیں ہیں جو تاریخ بشریت میں اب تک لکھی جا چکی ہیں اور انھوں نے دیگر کتابوں سے زیادہ بشر کو متاثر کیا ہے اور ان کا شمار اہم ترین کتب میں ہوتا ہے۔ اسکے بعد اس مجلہ میں چند کتابوں کے نام تحریر کیے گئے ہیں اور ان کتب میں چوتھے نمبر پر قرآن کریم کا نام لکھا ہے۔ اسکے بعد یہ اسکالر لکھتا ہے۔ قرآن کیونکہ ایک آسمانی کتاب ہے جو اس دنیا میں اثر رکھتی ہے اور اس جیسا اثر کسی اور کتاب نے نہیں کیا۔ قرآن ایک علمی دینی و مذہبی اور اخلاقی اور تاریخی کتاب ہے۔ اس میں موجود قانون و آئین آج کی دنیا کے قوانین کے اصولوں کے مطابق ہیں اور یہ قوانین ہمیشہ کیلئے قابل اتباع و پیروی ہیں۔ دنیا میں ہر شخص چاہتا ہے کہ کوئی دین اپنائے اور وہ دین اس ترقی و تمدن کے ساتھ چل سکتا ہو۔ تو اسے دین

اسلام کو ہی اختیار کرنا چاہیے اور اگر وہ اس دین کے تصوارت کو سمجھنا چاہتا ہے تو اسے قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ قرآن سب سے بہتر راہنمائی کرنے والی کتاب ہے اس میں عقائد ہیں توحید ہے اخلاق فاضلہ ہیں اس میں بہترین عبارات موجود ہیں عالی ترین جملات ہیں۔ فصاحت و بلاغت کا معیار اور اسکی زیبائی اس حد تک پہنچی ہے کہ دنیا کے عقلاء حیراں و سرگران ہیں۔ لہٰذا قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو پوری دنیا کیلئے ہے اور ہمیشہ کیلئے ہے۔

۵۹۔ سر کو ویلیم (Sir Kue William)

دنیا کے تمام مشرق شناس کا کہنا ہے کہ قرآن فصاحت و بلاغت کے آخری نقطہ پر فائز ہے اور اسکے انداز بیان اور اصول انشاء مرتبہ اعجاز پر ہیں۔

۶۰۔ جی. ایم. روڈویل (G.M.Rodwel)

یہ بھی ایک انگریز مستشرق ہے اس نے ایک ترجمہ قرآن کا مقدمہ لکھا ہے اور یہ ۱۸۷۶ء میں چھپا ہے۔ اس میں اس نے اسطرح اظہار نظر کیا ہے۔ ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ قرآن اپنی بلندی ارشاد اور اپنے گہرے تصورات کی بنیاد پر لائق و سزاوار ہے کہ یہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے۔ یہ کتاب روح قوی کی حامل ہے جس نے ایک جاہل اور فقیر قوم کو منقلب کیا اور انھیں ایک ترقی یافتہ قوم و تمدن کی صورت میں وجود میں لایا۔ ایک ایسا تمدن جس کے پر مغرب سے گذرتے ہوئے ہسپانیہ تک پہنچے اور مشرق کی طرف ہندوستان تک پھیلے اور اس نے مختصر مدت میں ایک بڑے امپیریلزم کی بنیاد رکھی۔ قرآن ایک بلند و بالا مقام رکھتا ہے کیونکہ اس میں خداوند عالم کا نام ہے اسکی تعریف وستائش کو بت پرستوں کے درمیان نشر کیا اور یہ پیغام سب تک پہنچایا۔ یورپ والوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ قرآن

کے مقروض ہیں یہی وہ کتاب ہے جس نے علم کے سورج کو قرون وسطی کی تاریکی میں طلوع کیا۔

۶۱۔ مرماڈوک (Mermadok)

آیات وکلمات قرآن نے ہماری زبان میں جگہ لی ہے اور یہ ہماری ہڈیوں اور خون تک سرایت کر گیا ہے اور جو کچھ ہمارے اندر موجود ہے اس سے گھل مل گیا ہے۔

۶۲۔ جورج سیل (G.sale) (۱۶۹۷ء - ۱۷۳۶ء)

یہ ایک برطانوی مستشرق ہے۔ یہ کہتا ہے قرآن کا انداز بہت حسین اور فیاض ہے اکثر و بیشتر اسکا انداز بیان بہت شیریں ہے اور دقیق ہے اور عظمت کے درجہ پر فائز ہے۔ اور خصوصی طور پر خدا کی عظمت و بزرگی کا بیان کرتا ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ قرآن نے اپنے تمام سننے والوں کے اذہان کو اپنا اسیر بنایا ہے اور اپنا پیرو بنایا ہے۔ قرآن پر ایمان لانے والے ہوں یا قرآن کے مخالفین یا قرآن سے جنگ کرنے والے ہوں یہ انکو بھی اپنی طرف کھینچتا ہے اور اپنا فریفتہ بناتا ہے یہ لوگ بھی قرآن کے انداز بیان کی وجہ سے سحر زدہ انسان کی مانند مسحور ہوئے لہٰذا یہ افراد بھی خاموشی اور تعجب کے ساتھ خود کو قرآن کے سننے کیلئے وقف کرتے ہیں۔

۶۳۔ ڈاکٹر مارکس (۱۸۱۸ء - ۱۸۸۳ء)(Dr. Marks)

قرآن میں خدا کے تمام پیغامات موجود ہیں اور جو کچھ گذشتہ کتب آسمانی میں عام انسانوں کے لئے نازل ہوا۔ اس میں وہ مسائل بھی ہیں جو خداشناسی اسکی یکتا پرستی اور تمام کائنات کی برگشت اس ذات کی طرف ہونا موجود ہیں۔ بشر کے تمام ھادیان و معلمین نے اپنی تعلیم کو اسی قرآن سے لیا ہے اور اسی سے مدد لی ہے۔ قرآن کریم میں ایسی آیات موجود

ہیں جو مخصوص علم و دانش کے حصول کیلئے ہے۔ تفکر بحث و تدریس کرنے والوں کے پاس اسکے سواء کوئی چارہ نہیں کہ وہ یہ کہیں کہ یہ ایک محکم کتاب ہے اور انسانی اشتبہات کی تصحیح کرنے والی ہے۔

۶۴۔ کینٹ گریک (Kent Greak)

میں مسلمان نہیں ہوں کہ میں یہ کہوں کہ قرآن کلام خدا ہے۔ لیکن اسے نازل ہوئے چودہ سو سال گذر چکے ہیں لیکن ابھی تک کوئی بھی ایسا انسان نہیں جو عربی زبان میں اس جیسی کتاب لا سکے۔ قرآن وہ کتاب نہیں جو خاص مدت اور ایک خاص گروہ کیلئے ہو بلکہ یہ ایسی کتاب ہے جو ہر دور اور ہر زمانہ کیلئے ہے۔ جب تک دنیا ہے انسان ہے اسے چاہیے کہ وہ قرآن سے راہنمائی حاصل کرے اور قرآنی دستورات کے مطابق زندگی گذارے کیونکہ یہ کسی مخصوص گروہ کیلئے نہیں ہے یہ پرانی نہ ہونے والی کتاب ہے جب تک بشر باقی ہے قرآن کی راہنمائی کی ضرورت باقی رہے گی کوئی ایسی چیز نہیں جو قرآن میں نہ ہو میں نے جب پہلی بار قرآن کو کھولا تو اس سے بہت متاثر ہوا میرا یہ خیال تھا کہ اس نے جو مجھ پر اثر کیا ہے وہ ایک استثنائی عمل ہے۔ لیکن آئندہ برسوں میں میری قرآن کا ترجمہ کرنے والے افراد سے خط و کتابت ہوئی اور بعض کو میں نے نزدیک سے دیکھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ قرآن پڑھنے کا جو اثر ہے وہ تمام یورپیوں پر ہوا ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ قرآن کو اسکی اصل کے ساتھ پڑھیں کیونکہ کسی یورپی زبان میں کیا گیا۔ ترجمہ قرآن وہ اثر نہیں رکھتا جو اسکی اصل زبان میں ہے۔

۶۵۔ ڈیویڈ سموئیل مارگولیوتھ ( David Samuel Margoliooth )

اس دنیا کی تمام کتب میں قرآن ایک بڑا مقام رکھتا ہے اگرچہ یہ تازہ اور آخری

کتاب خدا ہے لیکن اس نے جو اثر عوام پر کیا ہے اسکا دیگر کتب سے مقابلہ وموازنہ نہیں کر سکتے۔ اس کتاب نے فکر بشریت میں ایک نئے دور کا آغاز کیا ہے۔ اور نئے اخلاق کو انسانوں میں پیدا کیا ہے۔

۶۶۔ بانو مائیل انجیلو (Bano Mael Angello)

ابتداء میں چند وجوہات کی بنا پر ہم ان کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے جو مخالفین اسلام نے اسلام کے خلاف لکھی ہیں جبکہ یہ کتب اسلام کے جاوید اور دائمی آئین کے مقابل مذموم عزائم اور سب وشتم اور تہمتوں کے ہمراہ ہیں۔ لیکن ان کے لب ولہجہ سے ہم نے اسلام کے روشن وتابناک حقائق کو بھی ہم نے کشف کیا۔ کس حد تک قرآن کی محکم آیات میرے مطالعہ میں آئیں اور میرے اندر قرآن کی جاوید اور حیات بخش تعلیم اور روشن معارف نے میرے اندر ایک نئی سوچ کو پیدا کیا اور میری فکر کا وہ انداز جو کائنات، خلقت اور فلسفہ وجود کے بارے میں تھا وہ منقلب ہوا۔ اور یہ احساس بھی ہوا کہ تعلیمات اسلام تعلیمات مسیحیت کے برعکس انسان کو ایک موجود شریف بتاتی ہیں نہ کہ ایک آلودہ انسان۔ مسلمان اس کتاب آسمانی قرآن کے طفیل اور اس پیغمبر عالی مقام جو خود کو دیگر انسانوں کی مانند سمجھتے تھے اور خداوند عالم نے انہیں دیگر انسانوں کی تبلیغ وارشاد اور راہنمائی کیلئے منتخب کیا تھا۔ اس کتاب میں زندگی گذارنے کے دستور موجود ہیں۔ اور اس دنیا میں موجود لذیذ نعمتوں سے استفادہ کرنے کے طور طریقے معقول اور جالب انداز میں بیان ہوئے ہیں۔

۶۷۔ گونٹ اڈورڈ گونگا (Gount Edward gioga)

میں نے اہل قدیم وجدید ادیان کے بارے میں بہت تحقیقات کی ہیں اور انکے بارے میں دقت سے مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ دین اسلام آسمانی اور حقیقی

آئین ہے اور قرآن اسکی آسمانی کتاب ہے یہ وہ واحد کتاب ہے جس میں انسانوں کی تمام مادی اور معنوی ضروریات واحتیاجات کی ضمانت موجود ہے اور یہ انسان کی کمال اخلاق روحی کی طرف حرکت وراہنمائی کرتا ہے۔

۶۸۔ پرنس بورگیز (Prince Boorguis)

مسلمانوں نے قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی پیروی کرنے اور اسکے قوانین اور اس میں موجود احکامات پر عمل پیرا ہونے میں سستی اور لاپرواہی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس میں موجود سعادت کی قوتیں اور فرشتہ صفت کے باوجود اس کتاب سے انھوں نے بے اعتنائی برتی ہے اور وہ تمام عزت وقدرت اور خوشحالی وعظمت جو اس افق سے حاصل تھی اسے انھوں نے کھو دیا اور اسکی جگہ پر غلامی کو اپنایا ہے۔ دشمن اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوئے ہیں جسطرح جراثیم انسانی جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں اس انداز سے مسلمانوں پر حملہ کیا انھیں قید وبدبختی میں مبتلا کیا۔ آج جو بدبختی اور تاریکی مسلمانوں کو لاحق ہوئی ہے وہ آئین قرآن کا پاس نہ رکھنے کا نتیجہ ہے۔ اس بدبختی میں کوتاہی اسلام یا قرآن کی نہیں ہے اگر حقیقت سے دیکھیں تو وہ کونسا اشکال ہے جو آپ اس پاک آئین پر کر سکتے ہیں۔ عقل انسان اسلام جیسے پاک آئین تک رسائی نہیں کر سکتی یعنی اس جیسا آئین نہیں بنا سکتی۔ اس بدبختی کی وجہ مسلمانوں کا صرف اسکی تلاوت پر اکتفاء کرنا ہے اور اس کے فہم کے دروازوں کو بند کرنا ہے اور اسکی پاسداری اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی اور سستی کرنا ہے۔

۶۹۔ غوسطن کرستا (Ghosten Keresta)

قرآن میں ہر جگہ پیغمبر محمدؐ کا ذکر آیا ہے اور انکا ذکر ایک انسان کے حوالے سے

ہے۔اور قرآنی آیات میں انسان کو نیک کام کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

۷۰۔ مسٹر گریگوری (Mr. Gregory)

ایک دن ایک شخص جو صاحب رائے اور دانشمند تھا اس نے مجھ سے سوال کیا کہ آیا یہ قرآن انسان کو ایک صحیح عقیدہ اور شائستہ راستے کی طرف ھدایت کرسکتا ہے۔تو میں نے اسے مثبت میں جواب دیا اور اسکی تصدیق کی۔

۷۱۔ بانو لورا واکسیا واگلیری( Bano Laura Waccia Vagliry )

مسلمانوں کی آسمانی کتاب اعجاز کا ایک نمونہ ہے۔قرآن جیسی کتاب نہیں لائی جا سکتی اسکے انداز بیان اور طریقہ تکلم کا کوئی نمونہ عرب ادب میں نہیں ملتا۔قرآن کی سحر بیانی جو یہ انسان کی اندر پیدا کرتا ہے وہ اسکے امتیازات اور اسکی برتری کی وجہ سے ہے۔یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ قرآن محمدؐ کی ساخت ہو جبکہ ہمارا عقیدہ ہے محمدؐ ایک عرب تھے اور وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ہم اس قرآن کو ذخائر علوم سے بھرا ہوا مشاہدہ کرتے ہیں یہ مفکرین دنیا کی استعداد و طاقت سے بالاتر ہے۔دنیا کے بڑے بڑے فیلوسف اور سیاستدان قرآن کے سامنے عجز و ناتوانی کا اظہار کرتے ہوئے اسکے آگے دست بازانو ہیں۔قرآن پورے عالم اسلام میں تکرار کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لیکن اس تکرار کے باوجود انکی پیروی کرنے والوں میں تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی وہ اسے جتنا تکرار سے پڑھتے ہیں اس سے لذت حاصل کرتے ہیں۔یہ قرآن پڑھنے یا سننے والوں کے اذھان میں بزرگی اور برتری پیدا کرتا ہے۔اور یہ قرآن پوری تاریخ میں اپنے نزول سے لے کر اب تک اسی حالت میں موجود ہے جب تک خدا چاہے گا یہ کتاب باقی رہے گی۔

۷۲۔ لوئن تولستوی (Lion tolstue)

ہر وہ شخص جو سادگی اور بغیر پیوند کاری کے اسلام کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ قرآن کا مطالعہ کرے۔ اس میں قوامین ہیں حقائق سے متعلق روشن تعلیمات ہیں۔ احکام کو آسان اور سادہ زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ اس قرآن کی آیات اسلام کی سربلندی اور اس کے لانے والے کی روح کی بالیدگی کا ثبوت ہیں۔

۷۳۔ ڈاکٹر پیٹروشفکی (Dr. Petroshfki)

قرآن تعلیمات اور احکام اور مواعظ کے حوالے سے ایسا کلام ہے جسے محمدؐ نے اپنے دور رسالت میں مختلف مواقع پر اپنی پیروی کرنے والوں تک وحی خدا کے ذریعے پہنچایا ہے۔ جس وقت وحی ہوتی یا جبرائیل نازل ہوتے تو محمدؐ پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ قرآنی آیات کو انھوں نے کھجور کے پتوں، ہڈیوں کے ٹکڑوں اور چمڑوں پر لکھواتے تھے لیکن اکثر و بیشتر لوگ حفظ کیا کرتے تھے۔ مسلمانوں کے نزدیک قرآن ایک کتاب مقدس ہے اور انکے دین کی بنیاد ہے۔ ان کے درمیان اسکی وہی اہمیت ہے جو یہودیوں کے نزدیک تورات اور مسیحیوں کے نزدیک انجیل کی ہے۔ مسلمان جو اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اسکے بارے میں انکی فکر یورپ والوں سے مختلف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کو لانے اور جمع کرنے والے محمدؐ پیغمبر نہیں تھے۔ جبکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ اصل وحی خدا ہے۔

۷۴۔ برتلمی سنت ہیلر (Brtelaehmy Snthilaire)

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو اپنی ظاہری خوبصورتی اور معنوی عظمت میں ایک بے نظیر کتاب ہے۔ یہ اپنی ظاہر خوبی اور باطنی عظمت میں مساوی ہے۔ محکم الفاظ، کلمات

میں ہم آہنگی، فکر مین تازگی اور انداز میں ایک نیا رنگ جلوہ گر ہے۔ عقل اس کے معنی میں گم ہونے سے پہلے دل اسکے سامنے تسلیم ہوتا ہے۔ انبیاء کے درمیان پیغمبر جیسی کوئی ایسی ہستی نہیں کہ جس کے کلام نے لوگوں کے اندر اس حدتک سرایت کی ہو۔ قرآن اپنے خاص انداز بیان میں ایک لحاظ سے مذہبی ترانہ بھی ہے اور درگاہ خدا میں دعا بھی ہے اور شریعت بھی ہے اسکے علاوہ عدالتوں کیلئے اس میں قانون بھی موجود ہیں اور اسی طرح مملکت کو چلانے کیلئے اس میں نظام سیاسی بھی موجود ہے اور طالبان نصیحت کیلئے اس میں ایسے نصائح ہیں جو از خود هدایت بھی کرتے ہیں اور راستہ کی رہبری بھی کرتے ہیں اس میں قصص بھی ہیں حکمتیں اور مثالیں بھی ہے۔ غرض یہ قرآن عربی زبان کے اعلیٰ نمونہ کا مظہر ہے۔ دنیا کے مذاہب و ادیان میں اس جیسی کتاب کا کوئی نمونہ ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ عربی زبان کے ماہر مسیحی اعتراف کرتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ کس حدتک یہ کتاب سننے والے پر اثر کرتی ہے۔

۵۷۔ سُدیو ( Sodieu )

قرآن نے اخلاقی اور اجتماعی اصول وضوابط کو بیان کیا ہے اسکے قوانین عدل و احسان اور علم کی بنیاد پر قائم ہیں۔ اسکے اہداف حق کی راہنمائی کرتے ہیں یہ باطل سے لوگوں کو باز رکھتا ہے لوگوں کے درمیان سے گمراہی اور ضلالت کو باہر پھینکتا ہے۔ انسان کو تاریکی اور ذلت سے نور اور کمالات انسانی کی طرف لے کر جاتا ہے۔ اس کتاب میں پاکیزگی اور نفاست اور ہر قسم کے نقص وعیب سے نجات دینے والے اصول بیان ہوئے ہیں اور اس سلسلے میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ تمام دنیا کے انسانوں کو کمال کے زیور سے آراستہ کرسکتا ہے قرآن نے عربوں کو ہر قسم کی مصیبت اور رسوائی اور جرائم کے ارتکاب سے باز رہنے کا حکم دیا ہے اور انکی راہ راست کی طرف ہدایت کی ہے۔ یہ کتاب حقائق پر مشتمل

ہے۔ اسلام کے عیوب کو تلاش کرنے والی آنکھیں اسکے اندر عیب و نقص دیکھنے میں اندھی اور بہری ہیں۔

۷۶۔ لیبون (Lebon)

عظمت و جلالت قرآن کیلئے یہ ہی کافی ہے کہ چودہ سو سال گذرنے کے باوجود ابھی تک مختصر سا نقص و عیب اس قرآن میں نہیں آیا ہے۔ اسکے بیان اور کلمات اتنے تازہ اور شیرین ہیں گویا یہ کل ہی پیدا ہوا ہے۔

۷۷۔ ڈاکٹر مارڈریس (Dr. Mardrice)

انداز قرآن بغیر کسی تردد کے کلام خدا و تبارک و تعالی ہے۔ کیونکہ اس میں جو انداز ہے وہ وجود حقیقی پر قائم ہے اور اسی ذات سے صادر ہوا ہے۔ محال ہے یہ خدا کے کلام کے علاوہ کسی اور کا کلام ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکے خلاف لکھنے والوں کے اندر شک اور تردد کا عنصر زیادہ تھا۔ اس کتاب کی حکمرانی اور اسکا اثر تین سو ملین مسلمان جو روئے زمین پر موجود ہیں ان پر حاکم ہے۔ اسکے مبلغین نے ہمیں اسکی حقانیت کی طرف دعوت دی ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو کہ کوئی مسلمان دین اسلام سے روگرداں ہوا ہو۔ کیونکہ اس کلام کو سب سے پہلے عرب بدھوں نے سنا یہ اس وقت سے اب تک اپنی ہم آہنگی اور سجاوٹ میں اپنی جگہ تازہ ہے۔ جب عربی زبان سے آشنا کے کانوں میں اسکی آواز آتی ہے تو خود بہ خود اس پر اثر ہوتا ہے یہ ہی وجہ ہے وہ بے ہودہ کاموں اور بے نتیجہ کوششوں سے باز رہتے ہیں۔ انسان اگر یہ کوشش کرے کہ وہ اسکی زبان و نثر کے علاوہ کسی دوسری زبان مثلاً فرانسیسی زبان میں ترجمہ سے اسکا اثر لے تو اسکا دامن تنگ ہوگا۔

## ۷۸۔ کنٹ ھنری دو کاستری(C.H.Deasterie)

محمدؐ نے قرآن کو اپنی رسالت اور نبوت کی حقانیت کے طور پر پیش کیا۔ آج تک اس قرآن کا اسرار طلسمی نہیں کھل سکا اسکے پوشیدہ اسرار تک انسان کی رسائی ممکن ہیں سوائے ان لوگوں کے جو یہ تصدیق کرتے ہیں کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اگر کوئی کہے قرآن کلام خدا نہیں بلکہ کلام محمدؐ ہے۔ لیکن ہمیں یہ قبول کرنا پڑے گا کہ کسی بدعت گذار شخص سے ایسا کلام صادر نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس انسان کے عقیدہ کے تحت جو پیغمبر کی نبوت کو جھٹلاتا ہے یہ عقیدہ اسکی تنگ نظری کی وجہ سے پیدا ہوا ہے وہ ہمیں قانع نہیں کرسکتا۔ پیغمبر جو اپنی صداقت اور امانت داری کی صفات سے پُر ہیں انکی طرف جھوٹ کو نسبت دیں یہ ممکن نہیں ہے۔ اس وقت عربی زبان سے تمام افراد واقف نہیں تھے لیکن قرآن کو سمجھتے تھے جس طرح قرون وسطی میں لاطینی زبان سے سب واقف نہیں تھے اور علماء کے علاوہ اسے کوئی نہیں جانتا تھا۔

## ۷۹۔ڈاکٹر موریس (Dr. Morise)

یقیناً قرآن وہ بہتر اور برتر کتاب ہے جسے اس دست صنعت و ہنر ازلی نے بشر کیلئے جلوہ گر کیا ہے۔ قرآن برتر کتاب ہے جس میں ذات ازلی کی عنایت خاص ہے اور جو بشر کی طرف بھیجی گئی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کسی قسم کی مبالغہ آرائی اور تعصب کے بغیر یہ کہنا چاہیے کہ یہ کتاب ہر لحاظ سے معجزہ ہے۔

## ۸۰۔ دیتہ فنان ( Diteh Fenan )

قرآن محمد نبی کی لائی ہوئی کتاب ہے اور یہ دیگر کتب مقدسہ تورات وانجیل سے مختلف ہے یہ قرآن تنہا وہ کتاب ہے جو لوگوں کو احسان کی طرف حکم دیتی ہے۔ ایک شخص

جسکا نام حسین تھا اور وہ بنی سالم میں سے تھا وہ محمد کے پاس آیا اور اپنے والدین جو مسیحی تھے انکی شکایت کی کہ وہ اسلام قبول نہیں کرتے میں انھیں مجبور کرتا ہوں لیکن وہ میرا کہنا نہیں مانتے تو حضرت نے اسکے جواب میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۶ تلاوت فرمائی۔ اس سلسلے میں سورہ کافرون، اور سورہ عنکبوت کی آیات کی بھی تلاوت کی۔

۸۱۔ پروفیسر هانری کربن ( Prof.H.Carbin )

اگر محمد کی سوچ غلط تھی اور یہ قرآن وحی نہیں تھا تو وہ کبھی بھی دیگر انسانوں کو اسکی طرف دعوت دینے کی جرأت نہ کرتے۔ کسی بھی مفکر نے محمدؐ اور قرآن کے انداز میں علم کی طرف دعوت نہیں دی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن میں ۹۵۰ بار علم فکر اور عقل کے بارے میں ذکر ہوا ہے۔

۸۲۔ پول کازانووا (Paul Casanova )

جب بھی محمدؐ سے لوگوں نے معجزہ طلب کیا تا کہ وہ اپنی نبوت کی صحت پر دلیل قائم کریں تو وہ آیات قرآنی پیش کرتے کیونکہ انکی بنیاد اور مصدر خدا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں انکے لئے بھی قرآن سے زیادہ کوئی چیز تعجب آور نہیں ہے۔ قرآن نے اپنے بالغ بیان اور اثر پذیری میں کانوں کو مانوس کیا ہے یہاں تک کہ جو لوگ فصاحت کے خواہشمند تھے انھیں بھی اپنی طرف کھینچا ہے اور اپنا عاشق بنایا ہے اور داد دینے پر مجبور کیا ہے۔ اسکی قرائت کا انداز اتنا عجیب ہے کہ اس نے اپنے مخالفین اور مشرکین کو بھی منقلب کیا ہے۔

۸۳۔ ڈاکٹر مارڈریل (Dr. Mardril )

قرآن کا انداز ایسا انداز ہے جو ملکوتی اور آسمانی ہے۔ یہ فکر بشر اور زمینی مخلوق کی پیداوار نہیں ہے۔ جو کچھ قرآن میں ہے وہ ہمیں کہیں اور نہیں ملے گا۔ اے خدا یہ معنویت

کے نغمے کیسے ہیں ہاں میں سمجھ گیا یہ نبوت ہے یہ سعادت کی بشارت ہے جوایک بڑی ہستی اور بلند مرتبہ پیغمبر کے دل سے نکلنے والا نور ہے۔ انداز قرآن کو بغیر قدرت خدائی اور مافوق البشری کسی اور کی طرف نسبت نہیں دی جاسکتی۔ درحالیکہ قرآن شعر نہیں ہے یہ ایک سخت بات ہے کہ یہ کہیں کہ یہ شعر ہے۔ اس میں بشارت ونظارت ہے اس کے کلام سے درو جواہر نکلتے ہیں۔ حتی کہ بودا، افلاطون اور متین سے بھی بالاتر ہے۔

۸۴۔ گولس لابوم ( Goles Labeume )

اے لوگو! قرآن میں دقت کرو تا کہ اس کی حقیقت تمھارے لئے آشکار ہو جائے۔ عربوں نے تمام علوم وفنون اس سے اخذ کئے ہیں۔ یہ وحشی عربوں کے علم و دانش کا قلعہ ہے۔ انکی بنیاد کو قرآن نے رکھا ہے اور پھر مسلمانوں نے اسے بلند کیا ہے۔ یہ جو معارف ہمارے پاس ہیں وہ اس قرآن میں موجود معارف سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ قرآن کے اکثر و بیشتر وعظ ورغبت اور خوف پر مبنی ہیں۔ قرآن کی توجہ کا مرکز قوموں کے بڑے افراد نہیں ہیں بلکہ اس کے مخاطب عام لوگ ہیں۔ جیسا سورہ نساء ۱۷۳ میں ذکر ہے" اے لوگو جو خدا پر ایمان لائے ہو خدا کی اطاعت میں کوشش کرو خود اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاو ایک ایسی آگ جو سخت دلوں اور پتھروں کو بھی جلا دیتی ہے" اے لوگوں یہ ایک روشن دلیل ہے جو تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے لئے آئی ہے۔ یہ ایک بنیاد قوی ہے جو اقوام وملل کی ہدایت ورہبری کے لئے ہے۔ تاکہ انہیں سعادت اور کمال کی طرف لے کر جائے۔ اہل دنیا کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام اختلافات بھلا کر جنس، زبان کو چھوڑ کر انصاف کی نظر سے تاریخ پر نظر دوڑائیں اور جو علوم ومعارف اسلام سے پہلے تھے انکا مطالعہ کریں اور پھر یہ اعتراف کریں کہ کیا اسلام سے زیادہ علم ودانش کسی اور نے دیا ہے۔ یہ علوم

جو مسلمانوں کے پاس ہیں وہ اسی قرآن کی مرہون منت ہیں۔ قرآن علم ودانش کا سمندر ہے اس سے نہریں نکلتی ہیں قرآن ہمیشہ کیلئے ہے اہل دنیا جتنا اپنی استعداد اور صلاحیت کو اسکے سمجھنے کیلئے بروئے کار لائیں گے اتنا ہی وہ علم ودانش اس سے کسب کر سکیں گے۔

۸۵۔ جولس لابوم (JOLES LABEUM)

یہ فرانسیی ہیں اور مشرق زمین کے بارے میں ماہر محقق ودانشور ہیں وہ تفصیل آیات قرآن کا مؤلف ہے وہ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ دنیا کی ہر قوم وملت کو چاہئے کہ ایک انصاف اور غیر جانب داری سے نزول قرآن سے پہلے کی بشریت کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو انھیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ علم ودانش وسیع پیمانے پر صحیح معنوں میں مسلمانوں کی ہی توسط سے دنیا میں پھیلا ہے اور مسلمانوں نے یہ علم ودانش قرآن سے لیا ہے جو علم ودانش کا سمندر ہے مسلمانوں نے اس سے نہریں نکالی ہیں قرآن ہمیشہ رہے گا اور انسان اپنی صلاحیت واستعداد کے تحت اس سے استفادہ کریں گے۔

۸۶۔ فنس اتین دینیه ( Funis Etin Dineta )

یقیناً مجھے بعض مستشرقین کی اس گفتگو نے وحشت اور تعجب میں ڈالا ہے کہ محمدؐ نے اس وقت کو غنیمت سمجھا اور یہ سوچا کہ اپنے مستقبل کیلئے کوئی ایسا کام کیا جائے۔ اور محمدؐ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن کو تالیف کیا۔ ان لوگوں نے دراصل قرآن کی ایک آیت پر بھی توجہ نہیں کی ہے۔ اسلام نے قانون طبعیت کی ان طریقہ سے تنظیم کی ہے کہ اس نے ہر وہ قانون جو طبعیت سے متعلق ہے بشر کو بتایا ہے۔ قرآن کو بغیر کسی شک وتردد کے قبول کریں اور اگر قرآن کو کتاب ھدایت وراہنما تصور کریں تو یہ اپنی جگہ صحیح اور مناسب ہے۔ کیونکہ قرآن انسان کو بہترین زندگی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور اسے نیک کام اور

اعلی اہداف کی طرف دعوت دیتا ہے۔

۸۷۔ جی.ای. رنان (G.E.Renan)

میرے اپنے ذاتی کتب خانہ میں ہزاروں جلد کی کتب موجود ہیں جو سیاست، اجتماعیات اورادب وغیرہ سے متعلق ہیں۔ میں نے ان کتب کا ایک دفعہ سے زیادہ مطالعہ نہیں کیا بلکہ بہت سی کتب تو کتاب خانہ کی زینت کیلئے رکھی ہیں۔ لیکن ایک کتاب جو ایک جلد میں ہے وہ ہمیشہ میری مونس رہی ہے۔ جب میں تھک جاتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ معنویت اور کمال کے دروازے میرے لئے کھلیں تو میں اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں اسکے کثرت مطالعہ سے میں تھکتا نہیں ہوں۔ یہ کتاب قرآن ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ وہ کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھے جو آسمان سے نازل ہوئی ہو تو وہ صرف قرآن ہے۔ کیونکہ دیگر کتب آسمانی اس جیسی خصوصیات کی حامل نہیں ہیں۔

۸۸۔ ڈاکٹر گوستاولوبون (Goustawe lebon)

قرآن مسلمانوں کی آسمانی کتاب ہے یہ تنہا مذہبی تعلیم اور آئین پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس میں مسلمانوں کے سیاسی اجتماعی زندگی کے بارے میں دستورات موجود ہیں۔ اس میں جائے شک نہیں کہ اس کتاب میں بہت سی جگہوں پر فن خطابت اور حسن بیان کی قدرت نمائی ہوئی ہے۔ اس جیسی دوسری مذہبی کتابوں میں ہمیں یہ چیزیں نہیں ملیں گی۔ احکام اور اخلاق اس کتاب میں بلند درجہ پر موجود ہیں۔ خیرات نیکی، مہمان نوازی، اعتدال پسندی، خواہشات کو اعتدال میں رکھنا، وفائے عہد، والدین کا احترام، یتیموں اور محتاجوں کی مدد کرنا، بدی کے مقابل اچھائی کا اپنانا ان اعمال کے بارے میں بہت سی جگہ تاکید کی گئی ہے۔ اور ان تمام صفات حمیدہ کو اپنانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآنی تعلیم اخلاق انجیل کی

تعلیمات اخلاق سے بہت بلند ہیں۔

۸۹۔ فرانسوا ماڑی ولٹر (F.M.Voltair)

مجھے اس بات پر یقین ہے کہ اگر قرآن اور انجیل کسی غیر دیندار کو دکھائی جائیں تو پہلے مرحلہ میں ہی قرآن کو اٹھائے گا کیونکہ کتاب محمدؐ اپنے ظواہر سے ہی فکری تعلیم دیتی ہے۔ اور اسکا انداز عقل سے مطابقت رکھتا ہے۔ شاید ہی قرآن کے قانون طلاق سے زیادہ کامل قانون کہیں اور ہو۔

۹۰۔ نپلولئین بوناپاڑٹ (Napolean Bonaparte)

قرآن بشر کی سعادت کا واحد ضامن ہے مجھے امید ہے کہ وہ زمانہ دور نہیں جب تمام ملکوں کے دانشمند متحد ہو جائیں گے اور ایک نظام کے اندر آ جائیں گے۔ اور وہ نظام اور اساس قرآن ہے۔ جسکی بنیادیں حقیقت پر مبنی ہیں۔ اور یہ لوگوں کو رہبری اور سعادت کی طرف لے جا سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے زیادہ عرصہ نہیں گذرے گا کہ یہ سب اتحاد کا جشن منائیں گے۔ وہ دن کہاں ہے جب ہم سب ایک اجتماع کی صورت میں سیاستمدار علماء حکمران سب متحد ہو جائیں۔ قرآن کلام الہی ہے اور محکم ترین قانون ہے یہ وہ نسخہ ہے جو بشریت کیلئے افتخار سے بھرا ہوا ہے۔ اسکا قانون حقیقی معنوں میں بشر کو سعادت مند اور متحد کر سکتا ہے۔

۹۱۔ گون سون پورٹ (Gohn Sown Port)

قرآن ایک کتاب ہے جسکی ابتداء بہت ہی درخشاں ہے۔ شہرت کامل رکھتا ہے۔ اور پوشیدہ اور غیر پوشیدہ چیزوں کے بارے میں بات کرتا ہے۔ اس میں روحی اور اجتماعی بیماریوں کی دوا ہے اور اسکے ساتھ ہی فاسد اور برے اخلاق سے باز رہنے کی ھدایت کرتا ہے اور تباہ ہونے والی چیزوں سے بچا کر نیک اور شائستہ عمل کی طرف شوق و رغبت دلاتا ہے۔

۹۲۔ ژان ژاک روسو (CEAN CEAC ROUSSEAU)

یہ فرانس کا ایک مفکر ہے پیدائش ۱۸۰۴ وفات ۱۸۷۶ ہے یہ کہتا ہے کہ بعض لوگ جو معمولی سی عربی سیکھ کر قرآن پڑھتے ہیں وہ اسے صحیح طرح سے درک نہیں کر سکتے۔ اگر وہ سنتے کہ حضرت محمدؐ اسی فصیح اور سادہ زبان میں اس وقت کے عربوں کو دعوت دیتے تھے تو وہ بھی سجدے میں گر جاتے تھے اور ندا کرتے تھے کہ اے محمدؐ! تو انتہائی بلند و عظیم ہے ہمارے بھی ہاتھ کو تھام لے اور ہمیں عزت و افتخار کی منزل تک پہنچا دے ہم تیری مدد کی خاطر اور اپنی جان فدا کرنے کی خاطر تیری خدمت میں حاضر ہیں۔

۹۳۔ ایم ساواری (M.Savary)

یہ فرانسیسی مستشرق ہے لکھتا ہے مارکس جس نے اپنی عمر کے چالیس سالوں کو قرآن سے مقابلہ پر صرف کیا وہ خود غرض تھا اور علم نہیں رکھتا تھا اس کے جہل و نادانی کی واضح دلیل یہ ہے کہ وہ تند و تیز اور ناپسندیدہ باتیں کرتا تھا اس کی باتیں بالکل بے ہودہ ہیں اس نے قرآن کریم کو نہ جانا ہے نہ پہچانا ہے کہ یہ کتاب جو اپنی جگہ ایک جسم اور روح رکھتی ہے ہر انصاف پسند انسان اس کے افکار و تعلیمات پر حیران و ششدر رہتا ہے اور اس کی عظمت و رفعت کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے۔ مارکسی اٹالی نے اپنے چالیس سال ترجمہ قرآن اور اس کتاب عظیم پر تنقید میں گزار دیئے لیکن وہ یہ کہاں سمجھ سکا ہے کہ اس کے اندر کیا کیا اور کتنی بلند پایہ باتیں ہیں اور یہ فصاحت و بلاغت سے پُر ہے وہ کیا جانے کہ فصل اور وصل اور انداز بیان کیا ہے قرآن کریم تو ایک خاص تاثیر کی حامل کتاب ہے اس میں وہ مخصوص کشش ہے جو اور کسی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

### ۹۴۔ امیل درمینگھام (E.DERMECHEM)

یہ مستشرق و تاریخ نویس ہے اور فرانسیسی ہے کہتا ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک معجزہ ہوتا ہے جو کہ اس کی نبوت پر دلالت کرتا ہے ایسے معجزہ کو خارقِ عادت یعنی قوانینِ عادی سے مافوق ہونا چاہئے اور اسے گذشتہ انبیاء کے معجزوں پر برتری و فضیلت حاصل ہونی چاہئے چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے جادوگروں سے کہا کہ تم بھی کوئی خارقِ عادت معجزہ پیش کرو۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے گھوارے میں بات کر کے جو معجزہ پیش کیا وہ ان سے پہلے کسی نے پیش نہیں کیا تھا۔ اسی طرح کے مطلب کو واضح کرتے ہوئے قرآن کریم یہ گواہی دیتا ہے کہ اس کا بیان اور قوتِ گفتگو اپنی جگہ ایک ایسا منفرد و ممتاز معجزہ ہے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ معجزہ صرف پیغمبر اکرمؐ کو عطا ہوا ہے۔

یہ کہتا ہے کہ اس کے افکار و نظریات اور احکامات و تعلیمات کو سننے اور پڑھنے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی معمہ یا حیران کن بات ہو۔ گرچہ انسان پرہیزگار نہ ہو، پھر بھی وہ اسے سننے اور پڑھنے کے دوران گہری سوچ اور فکر میں ڈوب جاتا ہے یہ پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ کی حقانیت کا ٹھوس و محکم اور بہترین دلیل ہے کہ انھوں نے جن و بشر سب سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اس جیسی کتاب تو لاؤ۔ اس میں جائے شک و شبہ نہیں کہ اس قرآن کریم کی ہر آیت گرچہ وہ پیغمبر اکرمؐ کی خصوصی و ذاتی زندگی سے متعلق ہی کیوں نہ ہو وہ انسانی روح کو ایک خاص قسم کی عقلی جنبش اور حرکت میں لاتی ہے۔

### ۹۵۔ البرمالٹ (Alber Malet)

یہ فرانسیسی کہتا ہے کہ قرآن کریم سے اخلاق، عمل اور حفظانِ صحت کے بارے میں بہت رہنمائی ملتی ہے عرب جو کہ اپنی لڑکیوں کو قتل کر دیتے تھے اس قرآن کی تعلیمات کیوجہ

سے اس جرم وگناہ سے باز آگئے شراب اور قمار بازی جو کہ عمل شیطانی ہے قرآن نے اسے حرام قرار دیا۔ اسلام ایک سادہ اور آسان شریعت ہے اور دیگر ادیان سے بہت مختلف ہے یہی وجہ ہے کہ جلد ہی دنیا بھر میں اسلام کی تشہیر ہوگئی اور یہ پوری دنیا میں پھیل گیا۔ اسلام کو درک کرنا اور اس میں موجود عبادتوں کو انجام دینا انتہائی آسان اور سادہ ہے اس میں پیچیدہ اور پریشان کن مطالب جیسی کوئی بات نہیں ہے۔

۹۶۔ روزہ گارودی (Roger Garaugy)

یہ فرانس کا ایک ڈاکٹر ہے یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کا بنیادی پیغام انسان کی علم وآگہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اس کے دین اور خدا کے درمیان کیا ربط وتعلق ہے۔ یہ انسان کی فطرت سے موافق وہم آہنگ تعلیمات پیش کرتا ہے اور اس میں زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں اسی قسم کی سوچ اور فکر پائی جاتی ہے اسلام علم وہنر اور کردار کے بارے میں ہر لحاظ سے اپنا مخصوص نظریہ رکھتا ہے۔

۹۷۔ دیفرجہ (Defregeh)

اس کا تعلق فرانس سے ہے ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶۷ء میں وفات پائی یہ کہتے ہیں قرآن میں فلسفی، اخلاقی اور دینی اصول پائے جاتے ہیں اس میں جنگی، سیاسی شہر سازی اور شہرداری کے قوانین ہیں۔ اس میں لوگوں کے درمیان روابط کو زندگی کے ہر پہلو سے وسیع انداز میں تنظیم کیا گیا ہے۔

۹۸۔ رینھارٹ ڈوزی (Reinhart Dozy)

یہ ہالینڈ کا مستشرق ہے یہ ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۳ء میں وفات پائی کہتا ہے کہ قرآن لوگوں کو ہمیشہ نیکی اور بھلائی کا امر کرتا ہے اور سرکش اور نافرمان انسانوں میں

خوفِ خدا پیدا کرتا ہے اور انھیں سزا کا خوف دلاتا ہے۔ عرب جب مسلمان ہوئے اور قرآن پر ایمان لے آئے تو انھوں نے اپنے آپ کو تازہ لباس اور نئے صاف ستھرے انداز میں عالمین کے سامنے پیش کیا اسلام کی زبان صلح طلبی، آرامش (سکون واطمینان) اور آزادیٔ افکار پر قائم ہے۔

۹۹۔ خانم کرر جی وان (Curer.j.von)

اس کا تعلق بھی ہالینڈ سے ہے کہتا ہے کہ قرآن وحی والہام الٰہی کا مجموعہ ہے یہ نورِ خدا کا سرچشمہ ہے اس کے اندر خوبی اور معنویت کا جلوہ بطور نمایاں نظر آتا ہے۔

۱۰۰۔ بانوستان رانی تنس (Stn Roni Tens)

یہ بھی ہالینڈ کا دانشور ہے وہ کہتا ہے کہ اس کتابِ آسمانی کے مفاہیم عقل اور فطرتِ بشر سے مکمل مطابقت اور ہم آہنگی رکھتے ہیں اور ہر قسم کے نازیبہ اور غیر عقلی باتوں سے پاک ومنزہ ہیں۔ قرآن کریم عورتوں کے بارے میں عادلانہ فیصلے اور احکامات پیش کرتا ہے جبکہ بہت سے دیگر ادیان ومذاہب نے عورتوں کو غلامی اور کنیزی کی حد تک وتنزل سے دوچار کیا ہے اور ان کے بارے میں کسی مقام وحیثیت کے قائل نہیں ہیں لیکن قرآن کریم نے عورتوں کو انسانی حقوق اور عزت ومنزلت کے اعلیٰ ترین امتیازات سے نوازا ہے اور قرآن چاہتا ہے کہ عورتوں کو بلند مقام ومرتبہ عطا کیا جائے۔

۱۰۱۔ علی احمد کنودعلمبو (Ali Ahmad Kenood ELembu)

یہ ہالینڈ کا ایک مصنف ہے اس کا کہنا ہے: کوئی بھی آسمانی کتاب تحریف سے نہ بچ سکی اور بالآخر تمام آسمانی کتابوں میں تحریف ہوئی لیکن صرف قرآن کریم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ تحریف کی زد سے بالکل محفوظ رہا۔ یہ وہ کتابِ عظیم ہے جو ہر دور اور ہر زمانے میں

انسانی قافلے کو سعادت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

۱۰۲۔ گوئٹھا (GOETHE)

یہ جرمن کا مشہور و معروف شاعر و ریاضی دان ہے وہ قرآن کریم کے بارے میں لکھتا ہے کہ ہم پہلے مسیحی علماء کی اسلام و قرآن کی مخالفت اور پروپیگنڈے کے نتیجے میں اس کتاب عظیم سے دور رہتے تھے لیکن جب اس کے مطالعے سے ہم نے اس کی تعلیمات کی سچائی و حقانیت کو دیکھا تو متعجب و حیران و سرگرداں ہو گئے اور اس نے ہمیں اپنی طرف جذب کیا یہاں تک اس کے اصول و قوانین اور عملی حقائق کے سامنے سر تسلیم کرنا پڑا اس کے الفاظ و معانی میں جو اثر پزیری اور مطابقت ہے اس نے اس کی شان و عظمت اور برتری کو مزید حسن و جلوہ بخشا ہے میں یقین اور اُمید واثق سے کہتا ہوں کہ یہ کتاب جلد ہی اپنی لازوال تعلیمات اور عمق و گہرائی کو پوری دنیا پر واضح کردے گی اور پوری دنیا اس کی گردگردش کرے گی۔

۱۰۳۔ ڈاکٹر گوستاویل بون (GOUSTAWELEBON)

یہ فرانس کے مشہور و معروف دانشور مستشرق ہے وہ فرانس میں عرب اور اسلام سے متعلق امورات میں وزارت ثقافت و علوم کے وزیر تھا یہ لکھتا ہے مکتب قرآن دنیا کے تمام مکاتب اخلاق میں سب سے بلند و اعلیٰ وارفع درجے پر فائز ہے قرآن لوگوں کو احسان اور صداقت اور عفت و بزرگواری اعتدال و میانہ روی اور عدل و انصاف کا شوق دلاتا ہے اور انھیں ایثار و وفاداری، عہد و پیمان اور اخلاص نیت کا پابند بناتا ہے۔ دوستوں، ہمسایوں اور رشتہ داروں سے میل وملاپ، ادب و احترام، اخلاق حسنہ مستحقین کے حقوق کی ادائگی اور بیوہ اور کمزور انسانوں کی دیکھ بھال، غریب و نادار و بے سہارا اور یتیم انسانوں کے امور

کی نگہداشت ونگہداری ،اسلام وقرآن کی اعلیٰ ومنفرد و بے مثال تعلیمات میں سے ہیں قرآن انہیں اس کے علاوہ اعلیٰ وارفع آداب واقدار کی طرف دعوت دیتا ہے بلاشبہ اس کی تعلیمات تعلیمات انجیل سے بلند وبالا ہیں۔

۱۰۴۔سوڈیو (SODIEU)

یہ بھی فرانس کے مشہورومعروف مشرق شناس دانشوروں میں سے ہے اور وہ حالات شرق زمین کے ماہرین ومحققین میں سے ہے یہ لکھتا ہے کہ قرآن نے اخلاقی و اجتماعی اصول وقوانین میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی جو بیان نہ کی ہو۔قرآن کے قوانین علم پر قائم و استوار ہیں ۔انسانوں کو حق و ہدایت کا راستہ دکھانا،انہیں باطل سے باز رکھنا اور جہالت وتاریکی اور ذلت وخواری سے نکال کر علم ونور فضیلت اور کمالات انسانی کی طرف گامزن کرنا قرآن کا اولین وعظیم ترین ہدف ہے۔اس کتاب میں اصول وپاکیزگی اور ہر قسم کی نقص وعیب سے بچنے کے بارے میں ہدایت کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی ہے اور وہ علم ونور سے لبریز ہے اور ہر قسم کی سقم اور نقص وعیب سے پاک ومنزہ ہے قرآن نے سب قوموں کو ہر قسم کی برائی اور رسوائی اور ارتکاب جرم وجنایت اور گناہ سے باز رہنے کی ہدایت کی ہے اور سیدھے راستے پر گامزن کیا ہے اور اسلام کے بارے میں کسی قسم کی عیب جوئی اور نقص اور کمی کی تلاش کرنے کی کوشش کرنے والوں کو اندھا اور بہرہ چھوڑا ہے۔

۱۰۵۔ تولستو (TOLSTOE)

یہ روس کا ایک مشہور دانشمند ہے اس نے حکم محمدؐ کے نام سے ایک کتاب لکھی اس کتاب میں وہ لکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص جاننا چاہتا ہے کہ اسلام کتنا سادہ اور بے عیب دین ہے تو وہ قرآن کریم کا مطالعہ کرے۔اس میں موجود قوانین وتعلیمات حقائق پر مبنی ہیں اور

اللہ رب العزت نے اس کتاب کے ذریعے سے جو احکامات صادر فرمائے ہیں وہ روش و آشکار اور سادہ ترین ہیں۔قرآن کریم میں لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں جن سے دین اسلام کی بلند مقام و منزلت اور پاکیزہ روح کی گواہی ملتی ہے۔

۱۰۶۔ طوماس کارلائل (KARLLULE)

یہ برطانیہ کے مشہور مصنف ہے یہ کہتا ہے کہ جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ آسمانی وحی پر مشتمل یہ کتاب اپنے کلمات اور ترکیب کلمات میں سب سے بہترین کتاب ہے جو انسان اس کتاب کو دقت سے پڑھیں گے اس کے سامنے حقائق و معارف آشکار و واضح ہو جائیں گے اور وہ اس کتاب کو ایک اصلی و حقیقی اور بلند و بالا مبداء سے وابستہ پائیں گے اس میں جائے شک نہیں ہے کہ جو لوگوں کے دلوں میں بہت جلد اثر و نفوذ کرنے والی ہے حق تو یہ ہے کہ کہ ہم یہ کہیں کہ قرآن کے مقابلے میں دیگر تمام کتابیں چھوٹی، ناچیز، اور بے حیثیت معلوم ہوتی ہیں یہ کتاب ہر قسم کے کے عیب و نقص اور ناپسندیدہ اصول و قوانین سے پاک و منزہ ہے

۱۰۷۔ دوزی (DOZU)

یہ ہالینڈ کے ایک مشہور دانشور ہے وہ لکھتا ہے کہ قرآن کریم نے ہمیشہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیا ہے۔اور انسان سرکش و نافرمان کو ڈرایا ہے۔اس کی بدولت عرب مسلمان ہوئے قرآن پر ایمان لائے اور تازہ لباس اور صاف ستھری جسامت کے ساتھ دنیا کے مقابلے میں کھڑے ہیں۔ایٹون بورک جو برطانیہ کی مشہور سیاسی شخصیت ہے وہ لکھتا ہے کہ ”قرآن یا قانون محمدیؐ ایسا قانون ہے کہ اس کے دائرہ وسعت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسانی معاشرے کے تمام طبقات کو احاطہ کیے ہوئے ہے اس نے تمام گروہوں کو منتشر

وپراگندہ ہونے سے بچاکے رکھا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے باندھا ہوا ہے اس میں بہترین قضاوت اور بہترین طریقہ تعلیم وتربیت موجود ہے۔ قانون سازی کے بڑے بڑے اور بہترین اصول بھی اسی سے ملتے ہیں۔

ایک مسیح ہے وہ کہتا ہے کہ قرآن کریم نے نہ صرف تنہا عربوں کو اسلام کی طرف کھینچا ہے بلکہ دنیا کی دیگر مختلف اقوام وملل کو مسلمان کیا ہے اس کی شعاعیں روز بروز پھیلی جاتی ہیں ایشیا اور افریقہ بھی اس کی شعاعوں سے بھی منور ہوئے ہیں اور مسیح مبشرین قرآن کے اس اثر و نفوذ اور کامیابی وکامرانی کو دیکھ رہے ہیں لیکن وہ اس کو کبھی بھی روک نہیں سکتے۔

۱۰۸۔ گازی مرگسگی(GAZI MARGASI)

وہ کہتا ہے کہ قرآن ایک مجموعہ دلنشین ہے کیونکہ اس میں اخلاق وتمدن ہے علم و سیاست ہے اور وعدہ وعید ہے۔

۱۰۹۔ بلّر (Billar)

یہ بھی ایک متشرق ہے وہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کی زبان فصیح و بلیغ ترین زبان عرب پر مشتمل ہے یہ لوگوں کے افکار ونظریات کو اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ اس میں واضح و روشن نصیحتیں ہیں جلد ہی وہ دن آنے والا ہے جب یہ تنہا واحد کتاب ہوگی جسکا نہ حریف ہوگا اور نہ ہی کوئی رقیب۔ اس وقت ہر انسان اسی کی پیروی کرے گا اور آرام دہ خوشحال زندگی بسر کرے گا۔

۱۱۰۔داور لور ہارت (DAWAR LOUR HART)

قرآن نے اپنے معاشرے میں ایک نور چھوڑا اس نور کا مقام وہ نورِ حکمت قرآن ہے جو مبعوث کے سینے پر نازل ہوئے اور وہ انسانیت کی ہدایت کیلئے تھا وہ ہمیشہ انسان کے

ایک ایسے دستور کے طور پر باقی رہا جس سے تمسک کرنے والے کبھی گمراہ نہ ہوں گے یہ قرآن ان کی دنیاو آخرت کی مصلحتوں کا ضامن ہے۔

۱۱۱۔ سنایس (SNAEES)

قرآن وہ قانون عام ہے جس کے نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے کوئی باطل کنندہ داخل ہوسکتا ہے۔ یہ ہر زمان ومکان کیلئے سازگار ہے اگر مسلمان صحیح معنوں میں اس سے تمسک کرتے اور اس کی تعلیم واحکام پر عمل کرتے تو یہ دنیا کی اقوام وملل کے آقا بن جاتے جس طرح وہ پہلے آقا بن چکے تھے یا کم سے کم ان کا حال دنیا کے تمدن وترقی یافتہ قوموں سے کم نہ ہوتا۔

۱۱۲۔ ڈاکٹر غوسطون کوسطا (DR. GOSTOON KOSTA)

آپ کو قرآن کی ہر جگہ پر ایسی آیات ملیں گی جو لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دیتی ہیں جس طرح اسلام نے خداوند رؤف ومہربان کی رعفت ورحمت کی بشارت دیتے ہوئے انہیں نیک کام کرنے کی رغبت دلائی ہے اور زیادہ یتیم، فقیر بچے کی طرف توجہ مبذول کرنا اور آپس میں اُخوت اور برادری قائم کرنا جو کہ اسلامی معاشرے کے بنیادی رکن ہیں یہ ایک بڑی کامیابی اور پیشرفت ہے۔

۱۱۳۔ کوزان دی بیر سوقال (KOZAN DE BARE SOKALL)

قرآن کا وحی ہونا ایک مشکل اور پیچیدہ مسئلہ گنا جاتا ہے کیونکہ ان دانشوروں کیلئے اس کے حل کی طرف راہنمائی نہیں ہوتی یہ آیات نوع انسان کے فکر کو چیلنج کرتی ہیں کہ وہ اس جیسے کوئی افکار نہیں لاسکتے۔

### ۱۱۴۔دادی ایفلن گوبرلد (DADY ALFAN GO BARLD)

یہ ایک انگریزی مصنفہ ہے کہتی ہے کہ حقیقت میں قرآن کی خوبی اس کی انوکھی تعبیر ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ کوئی بھی عالم اس کی تعریف میں زبان نہیں کھول سکتا یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ اس کے جمال اور حسن کو نہیں پیش کر سکتے کیونکہ یہ خدا کی آواز ہے جو کہ صاحب شرع محمدؐ کے دل سے نہیں آیات اور سورتوں کی شکل میں نکلے ہیں وہ ان آیات کو ہر موقع محل اور جہاں اسلام کا سورج طلوع ہوتا ہے وہاں تلاوت کرتے ہیں۔

### ۱۱۵۔مستشرق ونگز (WINGS)

ہم جتنا بھی قرآن کا مطالعہ کریں گے ہمارے اندر ایک کشش، حیرانگی، احترام اور اسکی عظمت پیدا ہوگی کیونکہ اس کے اہداف اور مقاصد بہت بلند درجے کے حامل ہیں وہ ایمان وصداقت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے اس قرآن کے قوانین تمام بشر پر ایک ہی وقت دن میں نافذ ہوتے نہیں کیونکہ اس میں ایک محیّر العقول طاقت اور توانائی موجود ہے۔

### ۱۱۶۔مستشرق ماردریس (MARDRESS)

قرآن کا یہ اسلوب بیان، اسلوب خدائی ہے یہ اس ذات خدا کا مظہر ہے جس سے یہ صادر ہوا ہے حقیقت یہ ہے کہ بہت سی کتابیں انسان کے اندر شکوک وشبہات جنم دیتی ہیں کہ یہ کسی چیز سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہوگی لیکن یہ قرآن وہ کتاب ہے جس نے تین ملین مسلمانوں کو جو اس وقت دنیا کے صفحہ پر موجود ہیں متاثر کیا ہے اس کے باعث مبشرین جو کہ اس کتاب سے اجنبی ہیں اعتراف کرتے ہیں کہ آج تک کوئی ایسا حادثہ واقع نہیں ہوا ہے جس میں کسی مسلمان نے اپنے دین سے روگردانی کی ہو اس انداز بیان نے اپنے ابتدائی مراحل میں ہی عرب کے بدوؤں کے کانوں پر عجیب اثر چھوڑا اور ایسی نعتیں چھوڑیں کہ ہر

سننے اور سمجھنے والے عرب کے اندر ایک گہرا اثر پیدا کیا لہٰذا ایک انسان کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ ایک کتاب دوسری زبان میں پیش کرے جس کی مثال سننے میں نہ آئی ہو خاص طور پر فرانسسی زبان جو اپنا ضمیر ادا کرنے میں ایک محدود زبان ہے جس میں انسان اپنے شعور کی تعبیر نہیں کرسکتا علاوہ ازاین فرانسسی زبان اور اس جیسی دیگر زبانیں جو دینی زبان نہیں ہے کبھی بھی الوہیت کے بارے میں تعبیر کیلئے استعمال نہیں ہوئی ہیں۔

۱۱۷۔الاب الدمنس (ALAB ALDAMNES)

قرآن نے تنہا عربوں کو اسلام میں داخل نہیں کیا بلکہ دنیا کے اقوام وملل سے کروڑوں (میلیون) انسانوں کو اسلام میں داخل کیا یہ ہر آئے روز افریقہ، ایشیا اور دیگر اقلیموں پر سایہ ڈالتا جارہا ہے جبکہ مبشرین اسے دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔

۱۱۸۔ڈاکٹر سقنیکی (DR. SAQNAKI)

یہ عربی انگریزی ڈکشنری لکھنے والا ہے۔کہتا ہے کہ اگر ہم قرآن کے بارے میں گہرائی اور بغور سوچیں تو ہم اسے روئے زمین پر سب سے مقدس کتاب پائیں گے یہ کتاب ہمیں ایک بڑی ممتاز اور نابغہ شخصیت کی سیرت دکھائے گی اس کے اپنے عقائد اخلاق اور نظریات کی حامل ہوگئی اس کے علاوہ اس کے شخصی، خاندانی اور اجتماعی زندگی کا پہلو نظر آئیں گے۔

۱۱۹۔ڈاکٹر شبلی شمیلی (DR. SHIBLY SHAMILY)

ایک مسیحی مادی دانشور ہے اس نے ۱۳۳۶ میں وفات پائی کہتا ہے کہ قرآن میں اجتماعی اصول وضوابط ہیں اس کے بعض قوانین میں ایک ایسا نرم اور ملائم پہلو پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ مکان وزمان میں تطبیق ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے یہاں تک اس کتاب

میں عورتوں سے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ حجاب میں رہیں تا کہ شکوک وشبہات اور برائیوں سے بچی رہیں اور مردوں پر بھی یہی حکم نافذ کیا گیا ہے عدالت نہ کر سکنے کی صورت میں ایک ہی عورت پر اکتفا کریں قرآن نے انسانیت کے سامنے دنیا اور دین دونوں کیلئے کام کرنے کا دروازہ کھولا ہے اور اس کے اندر روح اور جسد دونوں کی تربیت اور نشونما کی ہدایت موجود ہے جبکہ دیگر ادیان میں یہ دروازے مسدود ہیں ان ادیان میں انسانیت کی ذمہ داری کو زہد تک محدود رکھا گیا ہے اور عالم فانی سے الگ ہونے کی ہدایت ملتی ہے۔

۱۲۰۔ بسور زسمیند (BASOOR ZESMAND)

قرآن تمام قوانین کا مجموعہ ہے جو رائے عامہ کا احترام کرتا ہے یہ ایک ایسی مقدس کتاب ہے جس کا دنیا کا 1/5 بشر احترام کرتے ہیں یہ کتاب اپنے اندر احکام کے ساتھ مواعظ علوم اور آئین بھی سموئے ہوئے ہے یہ وہ کتاب ہے جو محمدؐ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے لائے تھے اور لوگوں کو خدائے واحد کی پرستش کی دعوت دی تھی یہ ایک ثابت، دائم وباقی رہنے والی معجزہ کتاب ہے۔

۱۲۱۔ لیون (LEON)

۱۴۰۰ سال گزر جانے کے باوجود قرآن کی جلالت وعظمت میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی...... یہ ابھی تک تروتازہ ہے جس طرح پہلے تھی۔

۱۲۲۔ جیبون (JABOON)

اس قرآن میں شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں بحر اقیانوس سے لے کر نہر جانجس تک کیلئے ایک بنیادی دستور ہے یہ صرف اصول دین پر حاوی نہیں بلکہ اس میں جرائم کے مجازات تمدن کے دستور اور انسانی زندگی گزرنے کیلئے قوانین شریعت موجود ہیں۔

۱۲۳۔ڈاکٹر مارکس (DR. MARKS)

لزرن کے فلسفے کے ماہر میں سے ہے کہتا ہے کہ کتاب خدا یعنی قرآن میں اتنی آیات کثیرہ ہیں جو انسان کو طلب علم، درس و بحث میں تعمق کرنے کی دعوت دیتی ہیں میں یہاں آپ سامعین کرام کو ایک اہم نکتہ کی طرف متوجہ کیئے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں وہ اہم نکتہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے بہت سی غلطیوں جس میں انسان ڈوبے ہوئے تھے ان کی تصحیح کی یہاں تک کہ محمدؐ آئے اور ہمیں عقل کی روشنی میں پہلے دور سے ہی اسلام کی طرف رہنمائی کی

۱۲۴۔مستشرق الشہید .دوانبورت (DAWA NABORET)

قرآن، یعنی مسلمانوں کے قانون، تمدن، تجارت، جنگ، قضاوت، جنایت، جزا اور مکافات سے متعلق امور سے بھری کتاب ہے یہ امور دینی اور انسانی زندگی سے متعلق جو ایک انسان کی شخصی، اجتماعی، فلاحی اور حفظان صحت کے بارے میں ہیں ہدایت کرتی ہے اور انسان کو فضیلت، امانتداری، عصیان و جنایت کاری اور برائیوں سے دنیا اور آخرت دونوں میں قصاص لینے کی یاد دلاتی ہے.

۱۲۵۔جوتہ (JOUTA)

تعلیم قرآن دستور ہے اور فکری زندگی سے مطابقت ہے۔

۱۲۶۔ارنست رینان (ARNEST RENAN)

کتاب عزیز یعنی قرآن کی زبان پوری دنیا کے علاقوں میں علوم ادب، اخلاق، اجتماعات اور سیاسیات شریعت وغیرہ کو پھیلاتی ہے یہ ایک قوی رابطہ اور نہ ٹوٹنے والی رسی ہے جو اس کتاب کے ذریعے مختلف قوموں کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہے اخلاق اور احکام میں ایک دوسرے سے شباہت نظر آتی ہے۔ یہاں سے پڑھنے والوں کو شریعت مساوی نظر

آتی ہے اس میں سفید، سیاہ، زرد اور سرخ میں کوئی فرق نہیں ہے یہ قوی ترین رابطۂ روح قرآن ہے۔ اس کے روابط جنس اور وطن جیسے رابطوں سے بلند ہیں۔قرآن اس شریعت کا حامل ہے یہی سبب ہے کہ ابھی تک اقوام ملل میں عربی زبان کو باقی رکھا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے دین کو صحیح معنوں میں صرف اسی کتاب کے حوالے سے جانتے ہیں۔

۱۲۷۔خطیب سیاسی ایڈون یوک (ADWAN YOK)

قانون محمدی یعنی قرآن ایک ایسا قانون ہے جس میں سربراہ مملکت سے ادنی رعیت تک کا قانون موجود ہے جو کہ نئے محکم ترین اور جدید ترین قانون قضاوت پر مشتمل ہے یہ قانون اپنی جگہ ایک موزوں و درخشاں قانون ہے ایسا قانون اس سے پہلے کبھی وجود میں نہیں آیا ہے۔

۱۲۸۔لورا وکسیا والکسیری (LORA WAKSA WALKSARY)

ہم قرآن میں علم کے قرینے اور ذخائر کو دیکھتے ہیں جو ایک اعلی سطح کے فکر، ہوشمند ،قابلیت اور صلاحیت کے حامل انسان سے مافوق ہے جو ایک بڑے فیلسوف ایک قدرت مند سیاستدان کی فکری سطح سے بلند ہے۔

۱۲۹۔مستشرق والاوینڈبرڈ(WALA VANDBERT)

قرآن مجید نے اپنے اندر توریت وانجیل اور آداب سب کا مجموعہ رکھتا ہے اسکے علاوہ اس میں ایسے اعلیٰ اقدار کا ذکر ہے جو اسلامی خصوصیات اور اچھی خصلتوں کی تاکید کرتے ہیں بچوں سے پیار، عہدو پیمان کی وفاداری، لوگوں کے درمیان حقوق میں مساوات، احسان، گفتگو میں عفت، اسراء کی نجات اور مشکلات میں تحمل قرآنی ابتکارات میں سے ہے قرآن کے ابتکارات میں سے ایک بڑا ابتکار خدا کا اپنی ذات کی تعریف ہے

کیونکہ اللہ تعالی کی ذات کی تعریف کسی ضعیف، ناتوان بشر اور غیر بشر سے ناممکن ہے اس باب میں قرآن دیگر کتب آسمانی سے امتیاز رکھتا ہے اس میں کسی بھی ادب کے بارے میں غلط تصورات، فالتو توضیحات اور غلط بیانی نہیں ہے۔

۱۳۰۔ استنجاس ہوز (ISTENJAS HOS)

ہم انتہائی قوت وقدرت سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن تاریخ بشریت میں لکھی گئی سب سے بڑی کتاب ہے لہٰذا یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب سے کسی دوسری کتاب کا موازنہ یا مقابلہ کرنا صحیح نہیں ہے یہ کتاب اپنے سننے والوں کی تمام قوت، سماعت اور قناعت میں نفوذ کر چکی ہے اس کاان کے اندر جگہ لینے سے تمام ناپائیدار اور غلط وبیہودہ افکار ونظریات کو اُکھاڑ پھینکا ہے اور اپنی سادہ بیانی اور بلاغت سے ایک وحشی ودرندہ صفت سے ایک متمدن قوم وملت میں وجود میں لائی ہے۔

۱۳۱۔ مراشی (MARASHI)

اگر کوئی قرآن کے بارے میں غور کرے تو اُسے اس کی بنیاد میں توحید برادری اور پوری دنیا کی زندگی کو علم کے ذریعے بہتر بنانا اس کی اساس میں پائیں گے یہی دین اسلام کے ظہور اور غلبے کا بنیادی سبب ہے۔

۱۳۲۔ مستشرق واشنگٹن ایرونیک

(WASHINGTON AIRWING)

قرآن سب سے بڑی قانون کی کتاب ہے اور سب سے مطابقت رکھنے والی کتاب ہے جو انسانیت کو صراط مستقیم اور مہذب مذہب کی طرف رہنمائی کرنے کیلئے آئی ہے اس کتاب کا ۱۷ویں صدی میں لاطینی زبان میں اربان یوسل نے ترجمہ کیا۔

۱۳۳۔بولات ٹیلٹال (BOLAT TALTAL)

یہ مشکل ہے کہ انسان اپنے بارے میں گمان کرے کہ فصاحت اور بلاغت میں وہ وہی اثر کرتا ہے جو قرآن بغیر کسی کمی اور نقص کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن کی جدیدیت جاری ہے یہ ایک معجزہ ہے۔اس کی مثال قائم کرنا زمین وآسمان پر رہنے والوں کیلئے مشکل ہے۔

۱۳۴۔چون سون (CHUAN SUAN)

قرآن ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے دل کی گہرائیوں میں نفوذ کرتی ہے وہ ایک اعلیٰ ابدی مفاہیم کی حامل ہے یہ آواز پوری دنیا تک پہنچے گی۔ چاہے تو اتفاق کرے یا انکار۔ اس کی آواز بلند وبالا، محکم واستوار قلعوں میں محصور اور ترقی وتمدن کے قصر شاہانہ میں رہنے والوں اور امپراطوری حکومتوں تک پہنچے گی اس کا نور پہلے دلوں میں نفوذ کرتا ہے تا کہ عالم کو فتح کرے اور پھر یہ نور یورپ میں موجود افسران کے ظلمت کدوں کو چیر دے گا۔

۱۳۵۔ویلم میوڈ (WILLIAM MAUD)

قرآن کے تمام خطابات طبعی اور سادہ انداز میں ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کتاب کا مالک بشریت پر کتنی عنایت کرتا ہے۔

۱۳۶۔ رینارٹ دروزی(RENATE DAROZI)

جب عربوں نے قرآن کو قبول کیا اور قرآن پر ایمان لائے اور ان کے دل نور دین سے منور ہوئے تو مسلمان نئے لباس میں اہل دنیا کے مقابلے میں آئے اور لوگوں کو صلح وآشتی اور معاملات میں آزادی، افکار کا پیغام دیا آیات قرآنی کے بعد دیگر لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دیتی ہیں اور یہ وہ آیات ہیں جو سخت انتہا پسند قبائلیوں کو خبردار کرتیں تھیں کہ دین میں اکراہ یا جبر نہ کرو جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں ان کو گالی مت دو، وہ گالی جو انکو دی

جاتی ہے اس پر صبر کرو اور انہیں نظر انداز کرو خدا کے بندے زمین پر آہستہ چلتے ہیں اگر جاہل لوگ ان سے بُرے کلمات میں خطاب کریں تو وہ کہتے ہیں کہ تم پر ہمارا اسلام ہو یہ تھیں وہ تعلیمات محمدؐ جن کا عربوں نے اسلام لانے کے بعد اعلان کیا۔

۱۳۷۔ڈاکٹر جوید (DR.JAWAID)

قرآن قاری کو اپنی حسن کی طرف کشش کرتا ہے اور قاری اس کے اندر ڈوب جاتا ہے کیونکہ اس کی فصاحت و بلاغت اور دینی تعلیم اِنتہائی گہرائی میں ہے۔

۱۳۸۔موزخ سڈیو فرانسی (STEDIO FRANCH)

قرآن مجید ایک بلند کتاب ہے جس کی تعظیم واجب ہے اسے پاک و منزہ ذوات ہی مس کر سکتی ہیں بندوں پر خدا کی طرف سے کیا واجبات ہیں اور ذات خدا پر بندوں کیلئے کیا ہیں وہ سب اس میں بطور کامل بیان ہوئے ہیں جس میں کسی قسم کی کمی و کسر موجود نہیں ہے تمام فضائل و حقائق اس میں بیان ہوئے ہیں وہ وقائع و حوادث جو پیغمبرؐ کے ساتھ پیش آئے ہیں وہ بیان ہوئے ہیں یہ تمام عرب قبائل میں رابطے کی کتاب ہے گویا یہ وحدت دینی کی بنیاد ہے۔

۱۳۹۔فون عامر (PHONE AAMIR)

ہمارا اعتقاد ہے کہ قرآن آج بھی وہی ہے جس طرح پیغمبرؐ نے اس کی جمع و تدوین کی ہے ہمیں قرآن کے بارے میں اسی طریقے سے اعتقاد رکھنا چاہیے جس طرح مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

۱۴۰۔بیک ول (BAKE WILL)

قرآن وہ کتاب ہے جس نے عربوں کو پوری دنیا فتح کرنے کیلئے اُٹھایا ہے اور

انہیں ایک ایسی عالمی حکومت قائم کرنے کی طاقت دی جو سکندر مقدونی کی امپراطوری سے آگے ہو اور رومی امپراطوری سے وسیع ہو اور قوت اور تمدن میں زیادہ دوام پذیر ہو۔

۱۴۱۔غیبون (GIBBION)

بحر اطلسی سے کانجیز تک کے لوگ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن ہی قانون اساسی ہے یہ کتاب تنہا اس لئے نہیں کہ قانون شریعت اور اصول دین کی حامل ہے بلکہ یہ قانون جنایت، قانون عمران و تعمیر اور حیات بشری کی اجتماعی نظام کی بھی حامل ہے۔

۱۴۷۔میسو جول لابوم فرانسی (MESIVE JOLABOM FRANCH)

قرآن وعظ، زجر، خوف و رہبت تک محدود نہیں ہے اس کا کلام صرف بڑوں اور مقتدر لوگوں کو ہی متوجہ نہیں کرتا بلکہ اس کا خطاب یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین آمنوا سے بھی ہے اگر کہیں سرکش و مقتدر افراد کا ذکر آتا ہے تو وہ اس لیئے ہے کہ وہ قوم اپنے آقاوں اور خواہشات کے سامنے کیوں سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ہم نے اپنی سعادت اور بڑوں کی پیروی کی ہے یہ آیت واضح اور روشن دلیل ہے یہ امتوں کی ہدایت کیلئے آئی ہے تاکہ انہیں سعادت کی منزل تک پہنچائیں اور کمال کی سیڑھی پر چڑھائیں۔

۱۴۲۔ڈاکٹر سیلفیو (DR. SALFIO)

قرآن کریم کی آیات میں بحث اور غور کرنے والے، اور مشرقی زمین کے رہنے والے، بغیر کسی واسطہ کے نزدیک سے مشاہدہ کرنے والے اور بغیر کسی تعصب و جانبداری کے مطالعہ کرنے والے سب اس بات پر متفق ہیں کہ انسانیت کی خدمت کیلئے قرآن سب سے بڑی قابل عمل کتاب ہے۔

۱۴۳۔مستشرق سیل (SAIL)

قرآن کریم کے انداز خوبصورت اور فیض مند ہیں. تعجب یہ ہے کہ مسیحی اس کے انداز بیاں کا اسیر ہوتا ہے. اس کی تلاوت کی طرف جاذب ہوتا ہے. اس میں کوئی فرق نہیں چاہے اس پر ایمان لایا ہو یا نہ لایا ہو.

۱۴۴۔ڈاکٹر مورث (DR. MORSE)

قرآن علماء کیلئے ایک محفل علم ہے اور اہل لغت کیلئے معجم ہے. زبان صحیح کرنے والوں کیلئے ایک اجرومیہ ہے. شرائع اور قانون عامہ کے معارف کے تشنہ لوگوں کیلئے یہ ایک دائرۃ المعارف ہے۔

۱۴۵۔ڈاکٹر شبلی اسیمبل (DR. SHABLE ASEMBEL)

شریعت قرآن دنیائی تمدن اور ترقی پذیر شریعت میں سے واحد علمی شریعت ہے. اس میں دنیوی اہداف ومقاصد کی حقیقی نشاندہی کی گئی ہے یعنی قرآن میں عبادات اور عملی اصول پر اکتفا نہیں کیا ہے. جو شریعت آسمان میں رائج ہے بلکہ احکام جزئی کو بھی اہمیت دی ہے. اسلام نے دین کیلئے جو سب سے بڑا عملی ذخیرہ چھوڑا ہے وہ قرآن ہے. اس اثر نے دنیا بھر میں گزرنے والی اقوام کے آثار پر سبقت لی ہے اور شریعت تورات پر بھی سبقت لی ہے لیکن اس سے مأخوذ نہیں ہے گرچہ اس میں ایسے احکام اور مواعظہ موجود ہیں جو ایک کلی اصول سمجھتے جاتے ہیں لیکن اس کی نظر عالم دنیا کی نسبت عالم روحانی کی طرف زیادہ ہے. شریعت ایک نظام اجتماعی ہے اور ایک عمل مادی اور قانونی بھی ہے۔

۱۴۶۔ موریث فرنسی (MORASE FRNSE)

قرآن علماء کیلئے ایک علمی محفل ہے، اہلِ لغت کیلئے ایک معجم ہے اور فصیح زبان

کے خواہاں لوگوں کیلئے کتاب اجرومیہ ہے، شریعت وقوانین سے سروکار رہنے والوں کیلئے دائرۃ المعارف ہے۔

۱۴۷۔ جیمس منٹشٹر (JAMES METSHTER)

قرآن مجید عالم میں سب سے زیادہ تلاوت کی جانے والی کتاب ہے اور تاکید سے کہہ سکتا ہے کہ سب سے زیادہ حفظ کرنے میں آسان کتاب ہے جو اس پر ایمان لائے ان کی زندگی میں مؤثر ہے۔ اس کی تلاوت سے کتب قدیم جیسا احساس نہیں ہوتا ہے۔ بلند انداز میں لکھی گئی ہے۔ نثر سے زیادہ شعر کے قریب ہے کہ۔ اسکی خصوصیات میں یہ ہیں اس کو سنتے ہوئے دل خاشع ہوتا ہے۔ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے انسان کا معنوی وزن بڑھ جاتا ہے اس کی آواز مثل طبل کی آواز اندر کھنکتی ہے۔

۱۴۸۔ جارج ثوف (JEORGE SOAF)

قرآن ایک ایسی اساس اور بنیاد پر واقع ہے جس پر عالم تمدن مستند ہے۔ قرآن کے مضامین ان بنیادی اصولوں پر قائم ہیں جس پر دنیا کا تمدن قائم ہے۔

۱۴۹۔ لابینس جرمنی (LABENIS GERMANY)

قرآن مجید کی فہم اور تفسیر وتوضیح میں بیشتر علوم بشریہ اس کے محتاج ہیں چونکہ دنیوی علوم اور سودمند تجربہ اور دقت بحث آیات کو واضح کرتے ہیں جیسا کہ عقلی اجتہاد اور روحانی فیوضات کی مانند۔

۱۵۰۔ سیدو۔ فرانس (SADOO FRANCE)

قرآن کریم میں اُن آداب کے متعلق جن کی بنیاد حکمت اور، عدالت واحسان پر ہو جن کی غرض راہ حق کی طرف رہنمائی اور گمراہی سے روکنا ہے۔ اس میں کوئی کمی اور نقص

نہیں پائے جاتا۔ قرآن کریم انسان کو بُری خصلتوں کے ظلمت کدوں سے نکال کر فضائل کی نورانیت میں داخل کرتا ہے نقص کی میل کچیل سے پاک اور اعلیٰ رُتبہ کمال سے مزین کرتا ہے. یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شریعتِ اسلامی کی غایت اولیٰ تقدس پر قائم ہے اس مذہب کی حُرمت اور اس کی حکمت اُن آیات سے مطابقت رکھتی ہے جو پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئی ہیں. ان آیات سے بابصیرت انسان عظمت قرآن کی طرف رہنمائی حاصل کرتے ہیں. خداوند عالم نے جن نشانیوں سے انبیاء کو نوازا ہے وہ سب اس قرآن میں جمع ہیں یہ اس حقیقت پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ وہ افراد جو بصر و بصیرت سے محروم ہیں اور وہ اسلام کو تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہیں اُن کے کانوں تک حق کی صدا نہیں پہنچتی، اُن کے قدم راہِ صداقت میں ڈگمگاتے ہیں. آپ قرآن میں موجود آیات کو ملاحظہ کریں آپ کو معلوم ہوگا کہ اس قرآن نے انتقام لینے، فخر و مباہات کرنے اور اسراف و تبذیر کرنے جیسی بُری صفات جو عرب میں رائج تھیں منسوخ کیا ہے. محمدؐ کا سب سے مشہور معجزہ قرآن کریم ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت سے اُن لوگوں کو چیلنج کرتا ہے جو قریش کے مابین اپنے حُسنِ کلام پر افتخار کرتے تھے اور اس سلسلے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے۔

### ۱۵۱۔ رینالڈ (RENALD)

یہ ہمارے اُوپر واجب ہے کہ ہم یہ اعتراف کریں کہ علم فلکیات، علم فلسفہ، ریاضیات جس نے دسویں صدی میں یورپ کو روشنی بخشی قرآن سے ہی مأخوذ ہیں بلکہ یوں کہیے کہ یورپ اسلام کا مقروض ہے۔

### ۱۵۲۔ کینٹ ھنری (KANT HENRY)

اگر قرآن میں یہ بلند معنی، حسین بنیاد اور حسن بیان نہ ہوتے تو بھی یہ کافی تھا کہ

قرآن تمام دوسرے افکار پر مسلط ہے اور لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لیتا ہے۔

۱۵۳۔مسٹر. آر. ڈی. بوڈلی(Mr. R.D.BODLY)

قرآن ایک بلند کتاب ہے جس میں محمدؐ کی صورت ہے یا یوں کہیں کہ یہ قرآن ہی محمدؐ ہے۔ اس کے باوجود اس دُنیا میں محدود تعداد میں کچھ ایسے افراد بھی ملتے ہیں جو غیر مسلم ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ حقیقت قرآن پر بحث و گفتگو کرتے ہیں گو کہ ان کے پاس قرآن مجید کے متعدد ترجمے فرانسیسی، انگریزی اور جرمن زبانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن ایسے آدمی بہت کم بلکہ شاذ و نادر ہی ملیں گے جنہوں نے قرآن کو پڑھا ہو۔ ہم نے خود بعض افراد کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ اُن کے خیال میں یہ قرآن تاریخ محمدؐ ہے یا قانون محمدؐ ہے یا یہ کہ یہ کتاب مقدس کی تأویل ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جنہوں نے محمدؐ کی تاریخ لکھی ہے اُنہوں پیغمبر کی زندگی کی تحلیل کرنے اور مختصر سی شرح تک کرنے سے گریز کیا ہے۔

۱۵۴۔فیبل مبشر (FABLE MUBSHIR)

قرآن مسلمانوں کا مدنی و دینی قانون ہے۔

۱۵۵۔مسٹر هاری بر طانوی(Mr.Hery Britian)

میری انتظار کی گھڑیاں نہیں گزر رہی تھیں یہاں تک کہ مجھے نبیؐ کی کتاب کا ایک نسخہ نصیب ہوا جو اعلیٰ اقدار کا حامل ہے اس کتاب کے قیم کو دیکھ کر انتہائی شوق و رغبت کے ساتھ اس میں موجود معانی و صفات پیغمبر کو پڑھ رہا تھا۔ اس میں موجود حُسن بیان، سالم تعبیر اور محکم دلیل و برہان ہیں جن سے کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ محمدؐ کامل ہے اس کا دین ارفع و اعلیٰ ہے جو قرآن اُن پہ نازل ہوا ہے وہ صحیح معنوں میں معجزہ ہے۔ میں بہت خوش ہوا کیونکہ میرے ذہن میں جو بُرے افکار اور غلط فہمیاں تھیں وہ سب

ختم گئیں۔ جب میں وقت کے ساتھ اس کی قرأت وتلاوت کیلئے آمادہ ہوا اور تلاوت پر زیادہ توجہ دی تو اس سے مجھے روشنی ملتی تھی۔ اس میں بہت اسباب موجود ہیں۔ یہ ایک سعادت ہے میری خدا سے یہ دعا ہے کہ وہ میرے اس شوق ورغبت میں اضافہ کرے اور مجھے اس پر ہمیشہ باقی رکھے۔

۱۵۶۔ہرشقلو (HERSHQLOO)

قرآن جیسی کوئی کتاب نہیں ہے جو اپنے قوتِ بیان، ترکیب کلمہ، اور بلاغت کے حوالے سے قانع کنندہ ہو تمام علوم کا عالم اسلامی میں فروغ پانے کا سبب قرآن کریم کی طرف برگشت ہے۔

۱۵۷۔ڈاکٹر غوستہ روبول (DR. GOSTA ROBOWL)

وہ اخلاقی تعلیم جسے محمدؐ لائے ہیں اعلیٰ وارفع آداب میں اخلاقِ کریمہ کا خلاصہ ہے اورآداب انجیل سے کہیں بلند ہے۔

۱۵۸۔دیر مانجیم (DAIR MANGEAM)

ہر نبی کو چاہیے کہ وہ ایک قسم کی دلیل وبرہان اپنی رسالت ونبوت کی صداقت پر پیش کرے اور یہ معجزہ کہلاتا ہے۔ یہ معجزہ ان چیزوں سے مختلف ہے جو دیگر اولیاء لاتے تھے جنہیں کرامات کہتے ہیں قرآن واحد معجزہ محمدؐ ہے۔ یہ ادبی حسن نورانیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے اور یہ قیامت تک رہے گا اگر چہ یہ لوگ کم ہی تعداد میں کیوں نہ ہوں پیغمبرؐ نے بہت سے جن وانس کو چیلنج کیا ہے کہ وہ اس جیسا قرآن لائے یا اس جیسا پیغام لائے۔

نقل از سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر [1]

انسانیت کی بہتری اور بہبود کے لیئے مختلف ادوار میں مختلف صحائف اور آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں مگر وہ کتب استبدادِ زمانہ سے یا تو باقی نہ رہ سکیں یا ان میں تحریف کردی گئی۔ مگر قرآن وہ سرچشمۂ علم و حکمت ہے، جو تحریف سے مبرّا اور سب آسمانی کتب کا مجموعہ ہے۔ یہ زبور کی طرح مجموعۂ مناجات بھی ہے اور انجیل کی طرح ذخیرۂ امثال بھی۔ تورات کی طرح گنجینۂ شریعت بھی ہے اور کتب ہائے دانیال کی طرح خزینۂ اخبارِ مستقبل بھی ہے۔ آنچہ خوبان ہمہ دارند تنہا تو داری

قرآن وہ معجزہ ہے جس نے پہلی دفعہ عقل اور مذہب میں مطابقت پیدا کی۔ جس نے منطقی دلائل سریع الفہم مثالوں اور قصص سے بہت سے پیچیدہ مسائل کو حل کر کے دکھایا جو نہ صرف مذہبی مسائل کا مجموعہ بلکہ سیاسی زندگی کا رہنما اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ مشرق و مغرب کے غیر مسلم اہلِ علم اور مفکرین نے قرآنِ حکیم کی خدمت میں جو گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔

## ۱۵۹۔ ولیم میور (WILLIAM MIOR)

قرآن پاک کا کوئی جزو، کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سُنا گیا جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو اور نہ کوئی لفظ اور فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ داخل کیا گیا ہے. اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو ان احادیث میں جن میں محمدؐ کی چھوٹی چھوٹی باتیں محفوظ رکھی گئی ہیں۔ ان کا پتہ ضرور چلتا۔

---

[1] ج ۱۳۔ اپریل ۱۹۷۰ء شمارہ ۱۳ صفحہ ۳۶۹ تا ۳۷۷

۱۶۰۔جارج سیل (JORGE SAIL)

"قرآن بلاشبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور دنیا کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے۔ کسی انسان کا علم ایسی معجزانہ کتاب لکھنے سے قاصر ہے۔ یہ مُردوں کو زندہ کرنے سے بلند معجزہ ہے۔ ایک اُمّی و ناخواندہ کس طرح بے عیب اور لاثانی عبارت تحریر کر سکتا ہے۔"

۱۶۱۔انسا ئیکلو پیڈ یا برطانیہ [1]

"سورۂ فاتحہ" حمد باری کی سب سے زبردست مناجات ہے۔ سلیس اتنی کہ مزید تشریح سے بے نیاز مگر معنویت سے لبریز ہے۔

۱۶۲۔عیسائی مورّخ مسٹر بارلی(MR. BARLE)

"قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس میں چودہ سو برس سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی یہودی اور عیسائی مذہب میں کوئی ایسی چیز نہیں جو معمولی طور سے بھی قرآن کے مقابلے میں پیش کی جاسکے۔"

۱۶۳۔جرمن فاضل ،ایکم کی بولف(AIKEM KEY BOWLF)

"قرآن نے صفائی، طہارت اور پاکیزگی کی وہ تعلیم دی ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو جراثیم امراض سب کے سب ہلاک ہوجائیں۔"

۱۶۴۔پروفیسر کارلائل(PROF. KARLEL)

"میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے اور یہ بالکل کُھلی اور سچی حقیقت ہے کہ اگر کوئی خوبی پیدا ہوسکتی ہے تو اسی سے ہوسکتی ہے۔"

---

[1] ج ۱۵ص ۹۰۳۔طبع ۱۱

۱۶۵۔ کارلیل (KARLEL)

قرآن ایک ایسی کتاب ہے۔جس میں کوئی شک نہیں اس میں جو حق وصداقت کا احساس اور نیک نیتی کا مظاہرہ ہے اس سے فضیلت قرآن واضح ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو تمام فضائل اور کمالات کا سرچشمہ ہے اس کتاب کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی اس کا مقابلہ کرنے والا ہے تو وہ ایک ایسی ہی فضائل سے بھری کتاب لا کر دکھائے۔

۱۶۶۔ پادری ،ریورینڈ .جی.ام .ایڈویل

(REWREND G.M.ADVAIL)

''قرآن کی تعلیم نے بُت پرستی کو مٹایا جنات و مادیات کی بت پرستی کے شرک کا خاتمہ کیا۔ اللہ کی عبادت قائم کی۔ بچوں کے قتل کی رسم کو نیست و نابود کیا۔ اُم الخبائث شراب کو حرامِ مطلق ٹھہرایا چوری، جوا، زنا کاری اور قتل وغیرہ کی ایسی سزائیں مقرر کیں کہ کوئی شخص ارتکابِ جرم کی جرأت ہی نہ کر سکے۔''

۱۶۷۔ ایک عیسائی 'ڈیون پورٹ'(DEVAN PORT)

''من جملہ ان بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کرتا ہے ان میں سے دو نہایت ہی عیاں ہیں ایک تو وہ مؤدبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن اللہ کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مدِ نظر رکھتا ہے کہ وہ اس کی طرف خواہشاتِ رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نامہذب اور ناشائستہ خیالات، حکایات اور بیانات سے بالکل مبرا ہے جو بدقسمتی سے یہود کے صحائف میں عام ہیں۔ یہ ناقابلِ

انکار حقیقت ہے کہ قرآن ان تمام عیوب سے مبرا ہے۔ اس پر خفیف سی حرف گیری بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھا جائے تو تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی چھینک کے آثار نہیں پائے جائیں گے۔"

۱۶۸۔ ریورینڈ جے .ایم .راڈویل

( REWRAND J.M.RADVAII )

تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ خدا کی وحدانیت، طاقت، علم اور حقانیت کا جو تصور اور خدا، جنت اور زمین کے تحت جس تلقین کا بار بار قران میں اظہار کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہم اس کتاب کی جتنی بھی تعریف کریں کم ہے یہ اعلیٰ وارفع اخلاقی تعلیم سے پُر ہے اور اس میں علم وآگہی کے جو نکات بیان لئے گئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد پر بڑے بڑے طاقتور ملک اور جلیل القدر سلطنتیں قائم کی جا سکتی ہیں۔" (دی قرآن ص ۱۵)

۱۶۹۔ شیر فلس (SHFR FLAS)

کتاب بونا پارٹ اور اسلام ص ۱۰۵ پر نپولین کے خطاب کا اقتباس: "مجھے اُمید ہے کہ میں دنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو یکجا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لاثانی نظام قائم کروں گا کیونکہ صرف یہی تعلیمات ہی انسان کو مسرتوں سے روشناس کر سکتی ہیں۔

۱۷۰۔ جان فاش (JAN FASH)

کتاب دی ورڈم آف: ی قرآن دیباچہ ص ۸ میں لکھتے ہیں: "قدیم عربی میں نازل شدہ قرآن خوبصورتی اور دلکشی کا حسین مرقع ہے۔ اس کا سٹائل بڑا جامع اور دلپذیر ہے اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں جو شاعری کے نادر نمونے ہیں۔ غضب کا استدلال اور

مسخر کرنے والی طاقت ہے۔اس کے مفہوم کو کسی زبان کے سانچے میں ڈھالنا کٹھن کام ہے۔

**۱۷۱۔چارلس فرانس پوٹر (CHARLES FRANCE PORTER)**

کتاب دی فیتھس میں لیو بائے ص ۸۱ پر لکھتے ہیں: ''دنیا کی کوئی کتاب اتنی پڑھی نہیں جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بائبل کی جلدیں زیادہ فروخت ہوتی ہوں۔لیکن پیغمبرِ اسلامؐ کے کروڑوں پیرو قرآن کی لمبی لمبی آیات دن میں پانچ مرتبہ پڑھنا اس وقت سے شروع کرتے ہیں جب وہ باتیں کرنا سیکھتے ہیں۔''

**۱۷۲۔ڈاکٹر مونس فرنسیسی (DR. MONSE FRANCH)**

''یہ کتاب قرآن عظیم تمام آسمانی کتب پر فوقیت رکھتی ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان میں سے قرآن کریم بہترین کتاب ہے اس کے نغمے انسان کی خیر وفلاح کے لیے فلاسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں بہتر ہیں۔اس کا ہر ہر حرف خداوندِ عالم کی عظمت کے ذکر سے لبریز ہے قرآن علماء کے لیے ذخیرۂ لغات، شعرا کے لیے عروض کا مجموعہ اور حکمرانوں کے لیے دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتا ہے۔''

**۱۷۳۔اخبار الوطن مصر '' ایک مسیحی نامہ نگار ''**

''مسلمان جب قرآن وحدیث میں غور وفکر کریں گے تو اپنی دینی اور دنیاوی ضروریات کا علاج اس میں تلاش کرلیں گے۔''

**۱۷۴۔ ''ڈاکٹر آرنلڈ'' (DR. ARNOLD)**

کتاب پریچنگ آف اسلام میں لکھتے ہیں: ''جو احکام قرآن پاک میں موجود ہیں وہ اپنی جگہ پر مکمل ہیں''

۱۷۵۔ڈاکٹر سمویل جانسن (DR. SAMWAIL JONSON)

''قرآن پاک میں مطالب اتنے ستھرے اور ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانے کے لیے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانے کی تمام صدائیں خود بخود اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے۔''

۱۷۶۔''پروفیسر ھر برٹ وائل'' (PROF. HERBRT VAIL)

کتاب لیکچر اسلام میں لکھتے ہیں: ''قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں پُر ہے۔قرآن نے عالمِ انسانیت کی زبردست اصلاح کی ہے جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون، ہدایت ہے۔انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجیے ناممکن ہے کہ اس سے متعلق مضامین قرآن میں نہ ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بیک وقت دنیوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔

۱۷۷۔ڈاکٹر سیل(DR. SAIL)

''قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا۔یہ لازوال معجزہ مردہ زندہ کرنے سے کہیں بلند ہے۔''

۱۷۸۔پروفیسر دویجادالس(PROF. DAWJADALS)

قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیغامِ زندگی ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلے میں کوئی بیان پیش نہیں کر سکتیں۔

۱۷۹۔ڈاکٹر سٹینلے لین پول(DR. STAINLY LAN POOL)

کتاب گائیڈنس آف ہولی قرآن مین لکھتے ہیں: ''قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق

کی تعلیم دی اور اصولِ جہانبانی سکھائے"

۱۸۰۔ڈاکٹر موسیو جین(DR. MOWSAWJAIN)

قرآنِ پاک مذہبی قواعد وضوابط کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ اس میں اجتماعی اور معاشرتی احکام بھی موجود ہیں جو تمام دنیا کے انسانوں کے لیے بہر حال مفید ہیں۔

۱۸۱۔ڈاکٹر لیڈرف کربل(DR. LADERAFF KARBLE)

"قرآن میں عقائد اخلاق اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں یہ تعلیم، عدالت، حربی انتظامات، مالیات کا نہایت محتاط قانون ہے۔"

۱۸۲۔ ڈاکٹر راوڈیل(DR. RAWODALE)

"اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو عملی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔"

۱۸۳۔ اپالوجی گر(APALOGY GAR)

کتاب محمد اینڈ قرآن میں لکھتے ہیں:"قرآن میں دیوانی، فوجداری اور باہمی سلوک کے قوائد پائے جاتے ہیں۔مسائل نجاتِ روح، حقوق شخصی اور نفع ورسائی خلائق وغیرہ موجود ہیں۔"

۱۸۴۔ڈاکٹر رابندناتھ ٹیگور(DR. RABANDHNATH TAGOR)

وہ وقت دور نہیں جب کہ قرآن کریم اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کرلے گا۔وہ زمانہ بھی دور نہیں جب اسلام ہندو مذہب پر

غالب آجائے گا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا۔

۱۸۵۔ لالہ لاجپت رائے (LA LH JAPAT RAAY)

میں مذہب اسلام سے محبت کرتا ہوں اور اسلام کے پیغمبرؐ کو دنیا کی برگزیدہ شخصیت سمجھتا ہوں میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا دل سے مداح ہوں۔ اور اس رنگ کو اسلام کا بہترین رنگ سمجھتا ہوں جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں تھا۔

۱۸۶۔ گوئٹے (GOANTAY)

جرمنی کا شاعر و فلسفی ہے لکھتا ہے: ''قرآن کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے اور آخر ایک تحیّر آمیز رقّت میں ڈال دیتی ہے۔

۱۸۷۔ نامور انگریز "کارلائل" (KARLAYLE)

''قرآن کے احکام اس قدر عقل و حکمت کے مطابق واقع ہوئے ہیں کہ اگر انسان انہیں چشمِ بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرسکتا ہے۔ شریعتِ اسلام اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے یہ کتاب سب سے اوّل اور سب سے آخر جو خوبیاں ہوسکتی ہیں اپنے اندر رکھتی ہے۔ بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اسی سے ہوسکتی ہے۔''

۱۸۸۔ مسز سروجنی نائیڈو (MISS SROGENI NAIEDO)

لندن میں اپنی تقریر میں کہتی ہیں: ''قرآن شریف غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے۔ اس کے اصول کی پیروی سے دنیا خوشحال ہوسکتی ہے اور دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا۔''

۱۸۹۔ مسز اینی بینٹ (MISS APPNY BANT)

معروف لیکچرار ہے کہتی ہیں: ''آنحضرتؐ خود لکھے پڑھے نہ تھے اور علم کا مفہوم جو دنیا سمجھتی ہے اس اعتبار سے وہ عالم نہ تھے آپؐ نے خود کو بار بار امّی کہا ہے اور آپؐ کے متعبین قرآن کریم کو ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ تسلیم کرتے ہیں۔ جن سے آپؐ کا دعویٰ رسالت بھی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب نہایت اعلیٰ زبان میں ہے۔

۱۹۰۔مسٹر ایس .ایچ .لیڈر(MR. S.H. LEADER)

''قرآنی تعلیم سے فسلفہ وحکمت کا ظہور ہوا ہے اور اس میں ترقی ہوئی۔ توحید ورسالت کا یقین اور خدا وآخرت پر ایمان یہ ہی دونوں اصول اسلامی عقیدہ کی بنیاد ہیں۔

۱۹۱۔ریونڈ .آر .میکسوئل کنگ

(RAWEND R. MACHSWIEL KING)

''قرآن الہامات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اسلام کے اصول وقوانین اور اخلاق تعلیم اور روزمرہ کی زندگی کی نسبت ہدایات ہیں اس لحاظ سے اسلام کو عیسائیت پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی مذہبی تعلیم اور قانون علیحدہ چیز نہیں۔''

۱۹۲۔ ڈاکٹر فرک جرمنی (DR. FRAK GERMANY)

''قرآن مجید کی عبارت نہایت فصیح وبلیغ اور اس کے مضامین لطیف وعالی ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امین ناصح نصیحت کررہا ہے۔

۱۹۳۔عمانویل ڈی اش (AMANAWEEL D. ASH)

''قرآن مجید مردہ عقل اور علم کو زندہ کرتا ہے''

۱۹۴۔مسٹر ای .ڈی .ماریل(MR. E.D. MAREIL)

''قرآن مجید مذہبی قواعد اور احکام کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ اساس ہے اور حقوق کی

دستاویز ہے۔"

۱۹۵۔" جان جاگ رلپک "(JOHN JOGH RELPICK)

ایک مشہور جرمن فلسفی ہیں کہتے ہیں: "جب منکرین قرآن کو پیغمبر کی زبان سے سنتے تھے تو بیتاب ہو کر سجدے میں گر پڑتے تھے اور مسلمان ہو جاتے تھے۔"

۱۹۶۔تھیوڈورنون لڈیکے (THEWRIDVERNON-LADICA)

"قرآن لوگوں کو ترغیب و تحریک کے ذریعے معبودانِ باطل سے پھیر کر ایک خدا کی طرف لاتا ہے۔"

۱۹۷۔ "موسیو کاسٹن کارنے

(MOWSIV KASTEN KARNAY)

اخبار نگار لکھتے ہیں: "زمین سے اگر قرآن کی حکومت جاتی رہے تو دنیا کا امن وامان کبھی قائم نہیں رہ سکے گا۔"

۱۹۸۔ مسٹر سٹینلی لین پول(MR. STAINLY LAN POOL)

"قرآن میں سب کچھ موجود ہے جو ایک بڑے مذہب میں ہونا چاہیے۔"

۱۱۹۔فرانسیسی ڈاکٹر موریسؔ(DR. MORASE)

"قرآن کی سب سے بڑی تعریف اس کی فصاحت وبلاغت ہے۔ مقصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے قرآن کو تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔"

۲۰۰۔" ایچ رجی . ویلز "(H. RAGI WALES)

مشہور افسانہ نگار ہیں لکھتے ہیں: "قرآن نے مسلمانوں کو مواخات کے بندھن میں باندھ رکھا ہے۔ جو نسل رنگ اور زبان کے پابند نہیں ہیں۔"

۲۰۱۔ پادری " وال رمیس ڈالی "(WAL RAMAS DALLY)

"قرآن کا مذہب امن وسلامتی کا مذہب ہے۔"

۲۰۲۔ کونٹ ھنری دی کاسٹری

(KONT HENRY THE KASTRY)

"قرآن کو دیکھ کر عقل حیرت میں ہے کہ اس قسم کا کلام اس شخص کی زبان سی کیونکر ادا ہوا۔ جو بالکل اُمّی تھا۔"

۲۰۳۔مسٹر بورتہ سمتھ(MR. BORTH SMITH)

"محمدؐ کا دعویٰ ہے کہ قرآن مستقل اور دائمی معجزہ ہے۔ اور میں مانتا ہوں کہ یہ واقعی ایک معجزہ ہے۔"

۲۰۴۔ گارڈ فرے ھیگنس(GARD FRAY HEGNES)

"قرآن غریبوں کا دوست اور غم خوار ہے اور سرمایہ داروں کی زیادتیوں کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔"

۲۰۵۔میجر لیونارڈ (MAJOR LEONARD)

"قرآن کی تعلیم بہترین ہے اور انسانی دماغوں پر نقش ہے۔"

۲۰۶۔ ڈاکٹر جارڈن(DR. GORDAN)

"قرآن کا طرزِ تحریر دل آویزاں اور رواں ہے۔ مختصر اور جامع ہے اور خدا کا ذکر بڑے شاندار انداز پر کرتا ہے۔"

۲۰۷۔نیئر ایسٹ لندن اخبار کا خاص نمبر

"اگر ہم قرآن کی عظمت وفضیلت اور حسن وخوبی سے انکار کریں تو گویا ہم عقل ودانش سے بیگانہ ہوں گے۔"

۲۰۸۔ سر ایڈدرڈ ڈینی راس ۔سی ۔آئی ۔ای

(SIR ADTHRDDANY RAS. C.I.E)

''قرآن شریف اس بات کا مستحق ہے کہ یورپ کے گوشہ گوشہ میں اسے پھیلایا جائے۔''

۲۰۹۔ مسٹر آرنلڈ وھائٹ (MR. ARNOLD WHITE)

''قرآن نے مسلمانوں کو جنگ (جہاد) کرنا بھی سکھایا اور ہمدردی فیاضی اور خیرات کرنا بھی سکھایا۔''

۲۱۰۔مسٹر رچرڈسن (MR. RICHARD-SON)

''یہ ضروری ہے کہ غلامی کی مکروہ رسم کو دنیا سے مٹانے کے لیئے ہندو شاستر کو قرآن سے بدل لیا جائے۔''

۲۱۱۔ نامور مورّخ ۔ڈاکٹر گِین (DR. GIAN)

''قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ایک موحّد فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کرسکتا ہے تو وہ اسلام ہی ہے غرض سارے جہاں میں قرآن کی نظیر نہیں ملتی۔

۲۱۲۔ڈین اسٹینلی (DAN STAINLY)

''قرآن کا قانون بلاشبہ بائبل کے قانون سے زیادہ موثر ہے''

۲۱۳۔ ڈیون پورٹ (DAWIN PORT)

محمدؐ اور قرآن'' قرآن مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے۔معاشرتی، ملکی، تجارتی، فوجی، عدالتی اور تعزیری سب معاملات اس میں موجود ہیں پھر بھی یہ ایک مذہبی کتاب ہے، اس نے ہر چیز کو باقاعدہ بنادیا ہے۔''

۲۱۴۔مسٹر بھوپندر ناتھ باسو (MR. BHOPENDAR NATH BASO)

"تیرہ سو برس بعد بھی قرآن کی تعلیمات کا اثر یہ ہے کہ ایک خاکروب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے بڑے خاندانی مسلمانوں کی برابری کا دعویٰ کرسکتا ہے۔"

۲۱۵۔فرانسیسی فلسفی "ایک لیورزون (AK LEURZON)

قرآن ایک روشن اور پُر حکمت کتاب ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ایسے شخص پر نازل ہوا جو سچا نبی تھا اور جسے اللہ نے بھیجا تھا۔

۲۱۶۔ فرانسیسی مصنف .موسیو میر(MOWSEWMOIR)

"اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں،انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو نہیں سمجھا کہ جس کے اثر سے عربوں کی کایا پلٹ گئی۔

۲۱۷۔مشہور بنگالی . بابو چند رپال (BABO CHANDERPAWL)

قرآن کی تعلیم میں ہندوؤں کی طرح ذات پات کا امتیاز نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو محض خاندانی اور عالی عظمت کی بناء پر بڑا سمجھا جاتا ہے۔

۲۱۸۔جان جاک رلیک (JOHN JOGH RELAK)

قرآن مجید نے ایک عظیم الشّان نظامِ تہذیب وتمدّن پیدا کیا۔

۲۱۹۔کونٹ ہنری دی کاسٹری

(GONT HENRY THE KASTRY)

"قرآن مجید کے کلام پر عقل حیرت زدہ ہے۔"

۲۲۰۔پادری آرمیکوئل کنگ (ARMYKWOIL KING)

"بے شک قرآن مجید الہامی کتاب ہے۔"

۲۲۱۔جوانکم یولف (JOY-COME YOULF)

''قرآن مجید احکامِ حفظِ صحت کے لحاظ سے بھی تمام کتب سماوی میں ممتاز ہے''

۲۲۲۔ توماس کاریل(THOMAS KARLEL)

مشہور انگریز دانشور توماس کاریل کہتا ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس میں جائے شک نہیں۔ صداقت وحسن نیت قرآن کے اول وآخر فضائل میں سے ہے اور اس قرآن میں مجھے بہترین چیز نظر آئی ہے جس سے تمام فضائل نکلے ہیں یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ فضائل وخوبیوں میں دوسروں سے آگے بڑھنے والے ہی سبقت لے جانے والے ہیں کیونکہ اس میں بہت سے فضائل ہیں اسلامی تعلیمات کی پیروی انسان کو امام بنا سکتی ہے قرآن کی تشریح کیلئے زمان ومکان واحد ماخذ ہے۔قرآن قضاوت، عدالت اور زندگی کے دیگر مسائل میں ہادی ورہبر ہے ہر فرد پر واجب ہے کہ اس کی محکم آیات میں غور کرے تا کہ اس کے نور سے زندگی کی تاریکیوں سے نکلنے میں مدد حاصل ہو سکے۔حق یہ ہے کہ تمام کتابیں قرآن کے مقابلے میں حقیر وکمتر ہیں۔

۲۲۳. سرویلیم میوڈ(SIR WILLIAM MEAOD)

کتاب ''حیات محمدؐ'' میں لکھتا ہے کہ قرآن وجود خدا کے بارے میں دلائل محسوسات ومعقول سے پر ہے۔قرآن میں خداوند قدوس نے فرمایا کہ وہ ہر ایک کو جزا دے گا جس نے خیر ونیکی کی ہوگی ،اُسے اجر وخیر نصیب ہوگا،جس نے شر کیا اُسے شر ملے گا۔ فضیلت کی پیروی کرنے والے اور برائیوں سے بچنے والے اور ہر گناہ گار پر واجب ہے کہ وہ خدا کی عبادت کرے کہ یہی اس کی سعادت کا سبب ہے۔

۲۲۴۔ ادمونڈیورک (ADMOND YOROK)

یہ برطانیہ کا ایک سیاسی خطیب ہے اس کا کہنا ہے کہ قانون محمدی کا نام قرآن ہے یہ قانون تمام لوگوں کیلئے ہے جس میں بادشاہ سے لے کر ادنیٰ رعیت تک بھی شامل ہیں اس قانون میں نظام عدالت اس طریقے سے بنایا ہے کہ جو علمی باریکیوں پر مبنی ہے یہ ایک ایسا درخشان قانون ہے کہ اس جیسا قانون اس کائنات میں اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا ہے۔

۲۲۵۔ مسٹر بتکول (Mr. BITKOL)

کہتا ہے کہ قرآن وہ کتاب ہے جس نے عربوں کو عالم فتح کرنے پر لگایا اور انھیں ایک امپراطوری عالمی حکومت قائم کرنے کی قدرت دی اور اس قدرتِ کبیر اور رومانی امپراطور سے آگے بڑھے اور اپنی وسعت، قدرت، تعمیرات، تمدن اور ثقافت میں ترقی کی۔

۲۲۶۔ رائٹر مراشی (WRITER MARASHI)

کہتا ہے جو قرآنی آیات میں غور کرتا ہے اسے آسانی سے درک ہوتا ہے کہ اساسِ اسلام توحید ہے اس کی سمت اپنے حالات ومقالات کو علم کے ذریعے سدھارنے اور بہتر بنانے پر مشتمل ہے یہی حقیقی اسباب تھے کہ جو اسلام کے ظہور کا سبب بنے۔

۲۲۷۔ جرجی زیدان (JERJI ZEDANE)

صاحب مجلہ (الہلال) الشہیرہ جرجی کہتا ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کو تنقید کا نشانہ بنائیں اس کی آیات میں کوئی ایسی آیت نہیں کہ جو دوسری آیت سے تضاد رکھتی ہو۔

۲۲۸۔ قیس فردنیلسن ڈانمارکی (QAIS FARDNELSON)

یہ کہتا ہے کہ قرآن عربوں کے تمدن کی بنیاد ہے۔

### ۲۲۹۔ توماس دیتا کر (THOMAS DATAKAR)

یہ ''مصادر نصرانیت'' نامی کتاب میں لکھتا ہے کہ قرآن تاریخ کی واحد کتاب ہے۔

### ۲۳۰۔ جیون (GEWAN)

جیون کہتا ہے قرآن ایک مسلمہ کتاب ہے جو اوقیانوس واطالیس سے نہر جانجس تک ایک دستور ہے جو تنہا عقائد کیلئے نہیں بلکہ تمدن وعدالت اور تمام زندگی کی تنظیم وتربیت کیلئے ایک قانون ہے قرآن کے اوامر وہدایات صرف وہی امورات میں محدود نہیں حتیٰ وہ اقوام وملتیں جو اوقیانوس، اطالیس سے باہر ہیں وہ بھی سمجھتی ہیں کہ قرآن دین ودنیا دونوں کیلئے رہنمائی کرتا ہے مثلاً فقہ، توحید، احکام حقوق، جزا، نظم کائنات اور ردمظالم وغیرہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن درحقیقت معاش ومعاد دونوں کیلئے کفیل ہے اس میں نجات ابدی ہے حفظ صحت بدنی کیلئے عدالت عمومی اور شخصی مسئلے کیلئے بیان ہے۔

### ۲۳۱۔ ڈافیڈیو و (DAVIDUO)

کہتا ہے کہ قرآنی دستور اجتماعی، تمدنی، تجارتی، جنگی اور قضائی غرض ہر قانون کا موافق ہے یہ عظیم آسمانی قانون ہے۔

### ۲۳۲۔ المیسو جول لابوم الفرنسی (MASIVE JOL LABOM)

کہتا ہے کہ قرآن وعظ ونصیحت زجر ورغبت سے پر ہے قرآن نے اپنے کلام میں مخاطب بڑوں اور قائدین کو نہیں بنایا ہے اس نے اپنے خطاب میں ناس کو مخاطب بنایا ہے:

﴿یاایھاالذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا﴾ (تحریم ۶۶۔ آیت ۶)

﴿یاایھاالناس قد جائکم برھان من ربکم﴾ (نساء ۴۔ آیت ۱۷۳)

اگر کہیں ان بزرگوں اور قائدین کا ذکر آیا ہے تو وہاں آیا ہے جہاں جاہل عوام ان کے

آگے تسلیم ہوئی: ﴿وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا و کبرائنا فاضلونا السبیلا﴾ (احزاب ۳۳۔ آیت ۶۶) یہ ایک قوی اصل ہے قوموں کی ہدایت وراحت کیلئے تا کہ وہ سعادت حاصل کریں اور کمال تک پرواز حاصل کریں۔

۲۳۳۔ لوماکس امریکائی (LOMARKS)

کہتا ہے پہلا شعلہ اور نور جو قرآن سے چمکا ہے وہ ﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾ ہے اس کلمہ رحمٰن میں یہ تنبیہ ہے اور یہ مومن کو حس دلاتا ہے کہ خدائے واحد جو اپنے بندوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے وہ دنیا و آخرت دونوں میں رحمٰن ہے۔ یہاں سے ہم دیکھتے ہیں کہ جس میں جائے شک نہیں کہ یہ نور ایک بڑا نور ہے اور یہ شفقت و رحمت پر مبنی ہے۔

۲۳۴۔ دینو نیورٹ (DENO NEWRAT)

کہتا ہے واجب ہے کہ ہم تسلیم کریں کہ جو علوم طبیعی، فلسفی، فلکیات و ریاضیات اس دسویں صدی میں یورپ کو نصیب ہوئے ہیں وہ قرآن سے ماخوذ ہیں بلکہ یوں کہیں کہ یورپ اسلام کا مقروض ہے۔

۲۳۵۔ مستشرق فرانسی سنیط (SANEET)

اس نے کہا ہے کہ قرآن عظیم نے دین و تمدن اور سیاسیات کے حوالے سے تمام گروہوں میں عدالت کو فرض قرار دیا ہے جس میں یہ کسی قسم کی اصل جنس کا امتیاز نہیں رکھتا۔

۲۳۶۔ کونٹ دی کاستری (KONT DE KASTRY)

کہتا ہے اگر قرآن میں موجود حسن و جمال نہ ہوتا تو تب بھی اس میں یہ صلاحیت موجود تھی کہ وہ تمام افکار پر مسلط رہے اور تمام دلوں کو مسخر کرے۔

## ۲۳۷۔ ڈیسون فرانسی (DESUNE)

کہتا ہے قرآن میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں کہ یہ قرآن تمام عالم کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے حقیقت یہ ہے کہ قرآن جدید فلسفے کے ساتھ اتفاق کرتا ہے نئی تمدن سے متعارض نہیں اور اس کے علم جدید سے متصادم نہیں قاری کو تعجب ہوتا ہے کہ قرآن و فلسفے میں کیسے ہم آہنگی ہے لیکن اس کی آیات میں غور کریں تو منفی فلسفہ نہیں بلکہ منطق فلسفہ سمجھنے میں کافی ہوگا۔ اس میں کسی قسم کا تضاد و تناقض نہیں ہے قرآن صرف کتابِ عقائد و ایمان نہیں ہے وہ ایمان کو کسی پر ٹھونستا نہیں ہے اگر پیش کرتا ہے تو عقل کے دروازے سے پیش کرتا ہے، فکر کو دلیل کے ساتھ منتقل کرتا ہے قرآن اپنے ابتدائی نزول میں ایک کتاب تھا جسے عربوں نے لیتے وقت شک و شبہ سے لیا اور لانے والے کو جنون و سحر کی تہمت دی چنانچہ اس کا لازمہ تھا کہ قرآن لانے والے اپنے اقوال کو دلائل و برہان سے مستند کریں قرآن کتاب قانون و اخلاق نہیں گرچہ اخلاق کیلئے ضروری ہے فلسفے پر قائم ہو۔ اخلاق کا قانون بنانے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہر چیز سے پہلے فلسفی ہو۔ جب تک قرآن کی دعوت حیات آخرت کی قدر و قیمت کو بیان نہ کرے آخرت کے خلود کو بیان نہ کرے اُس وقت تک قرآن کیلئے ممکن نہیں توحید کیلئے بشارت دے جب تک اس کی خالقیت و حقیقت کو بیان نہ کرے یہ مسائل فلسفی ہیں لہٰذا قرآن نے تمام بحث فلسفی کو چھیڑا ہے خدا کے بارے میں اس کی صفات کے کے بارے میں گفتگو کی، روح اور اس کی حقیقت کے بارے میں آخرت میں حشر و نشر کے بارے میں گفتگو کی، انسان کی شکل و صورت کے بارے میں گفتگو کی، انسان کو بتائے گئے راستے جس پر اسکو چلنا ہے اس کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

۲۳۸۔ الکس لوازون (Loazon)

کہتا ہے کہ نئے انکشافات میں کوئی ایسی چیز نہیں نہ ان مسائل میں جو حل ہوئے ہیں یا وہ جو حل ہونے کو ہیں جو حقائق اسلام نے ان کے بارے میں پیش کیے ہیں وہ ان سے متصادم نہیں ہیں اور وہ حقائق آسانی سے سمجھ آسکتے ہیں یہ کوشش جو ہم مسیحی کر رہے ہیں عقل اور ان اعتقادات کے بارے میں جو ذہن مسیحی میں موجود ہیں اس میں موافقت کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں وہ در حقیقت پہلے سے دین اسلام میں موجود ہیں۔ یہی وہ حوادث و حالات ہیں جو واضح و روشن دلیل ہے کہ جو لوگ قرآن کو سمجھتے ہیں وہ علم و تمدن اور ترقی کی تمام صفات کے حامل ہیں۔

۲۳۹۔ مستشرق مارکس منین (MARKS MANEEN)

مسلمانوں کی معیشت قرآن ہی ہے قرآن صرف کتاب دین ہی نہیں بلکہ ایک ادب ہے جس میں اجتماعی و سیاسی زندگی ہے اور یہ ہر انسان کی روزمرہ زندگی کا رہنما ہے۔

۲۴۰۔ گوستاف لوبون (GOSTA LOBON)

کہتا ہے کہ قرآن طاقت و قدرت سے نشر نہیں ہوا ہے بلکہ اس نے لوگوں کو مطمئن کر کے اپنی طرف راغب کیا ہے۔ قناعت ہی کے ذریعے لوگوں نے شریعت اسلام کو اپنایا جو تعلیم و اخلاق قرآن لایا ہے وہ تمام ادیان کا برگزیدہ ادب ہے اور تمام اخلاق کی بنیاد ہے اس میں انسان کو صدق و احسان عفت و اعتدال اور عہد و پیمان سے وفا کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ہمسایہ سے محبت' ارحام سے وصل' ذوالقرباء پر خرچ' یتیم و بیواؤں کا خیال رکھنے' ان کی زندگی کی سرپرستی کرنے کے بارے میں وصیت کی گئی ہے۔ اس طرح برائی کا مقابلہ نیکی سے کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ وہ بلند و بالا آداب ہیں جن کی طرف

قرآن نے دعوت دی ہے یہ وہ ادب ہے جو انجیل کی نسبت بلند ہے۔

۲۴۱۔ سنابس (SANABAS)

کہتا ہے کہ قرآن ہر زمان و مکان کیلیے صالح ہے اگر مسلمان حقیقی معنوں میں اس پر عمل کرتے تو یہ پوری اقوام کا آقا بن جاتے جس طرح پہلے تھا یا کم سے کم ان کے حالات دوسری ترقی یافتہ اقوام کے برابر تو ہو جاتے۔

۲۴۲۔ امرسن (AMARSAN)

قرآن نے گندگی، فسق و بے حیائی اور انتہا پسندی کو حرام قرار دیا ہے پستی اور نفاق، حرص و طمع اور حیات میں غرق ہونے، رشوت خوری غرض ہر منفی کام جو یتیم و بیواؤں کی حق تلفی سے متعلق ہے سب کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔

۲۴۳۔ مارکس اندلسی (MARKS)

کہتا ہے کہ قرآن میں اتنی آیات ہیں جو تعلیم کے حصول کی رغبت دیتی ہیں اور تحقیق کرنے کی دعوت دیتی ہیں میں آپ کی توجہ ایک نقطہ کی طرف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن نے بہت سی ایسی غلطیوں کی تصیح کی ہے جس میں انسان غرق تھے۔

۲۴۴۔ دانشمند فرانسی، جان سای (JOHN SAI)

کہتا ہے کہ مجھے تعجب ہے اُن مغرب والوں پر کہ جنہوں نے دنیا کو قرآن کے خلاف تعلیم دی ہے۔ تعصب مسیحی ولاطینی نے اُنہیں اندھا بنایا اور اُنہیں قرآن میں موجود حقائق کو سمجھنے اور درک کرنے سے روکا۔ وہ کیوں قرآن کی پیروی نہیں کرتے۔

۲۴۵۔ مارسال فرانسی (MARSAL)

کہتا ہے کہ قرآن تمام حیات کا ضابطۂ اخلاق ہے۔

## ۲۳۶۔ نابلیون (NABLIOUN)

نابلیون نے مصر سے واپسی پر ایک حکومتی آرڈر میں لکھا ہے کہ مجھے امید ہے کہ زیادہ وقت گذرنے سے پہلے میں فرانس کے عقلاء اور مہذب لوگوں کو جمع کروں اور ایک ایسا نظام استوار کروں جو قرآن کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو، یہی تعلیمات واحد انسان کی سعادت کی ضامن ہیں۔

## ۲۳۷۔ موریس بوکائی (MORAIS BAKAIE)

یہ فرانسیسی مصنف ہے یہ قرآن کریم کے بارے میں کہتا ہے کہ قرآن علمائے کرام کیلئے ایک علمی محفل کی مانند ہے، اہل لغت کیلئے اس طرح ہے کہ جیسے کتاب قاموس لغت، زبان سیکھنے والوں کیلئے ایک معلم اور شعر انشاء کرنے والوں کیلئے کتاب عروض ہے۔ عواطف واحساسات کو صحیح کرنے والوں کیلئے کتاب تہذیبِ عواطف ہے، قوانین وتعلیماتِ شریعت اور اس سے پہلے نازل ہونے والی تمام کتب آسمانی سے آگاہ وآشنا ہونے کی خواہش رکھنے والوں کیلئے ایک دائرۂ معارف ہے۔ دنیا بھر میں کوئی بھی ایسی کتاب موجود نہیں جو اس کی کسی سورہ' چاہے وہ چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو، اُس کے حُسن ومعانی اور الفاظ کی ترتیب وتنظیم کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امت اسلامی کے ترقی یافتہ گروہ میں اس کتاب سے وابستگی اور اپنی تحریر وتقریر اور بحث ومباحثہ میں قرآنی آیات سے اقتباس پیش کرنے کی عادت ورواج میں تیزی سے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ مسلمان اس کی آیات کو بطور دلیل وبرہان پیش کرتے ہوئے اپنے کلام کو اس سے زینت بخشتے ہیں اور اپنے نظریات کی بنیاد آیات قرآنی پر قائم کرتے ہیں تاکہ اُن کی فکر ونظر میں بلندی آئے اور اُن کی ہر بات سچائی پر مبنی اور فکر قرآنی سے ہم آہنگ

ہو۔ہم اُن لوگوں سے خائف ہیں جو ضد وتعصب کی وجہ سے کہتے ہیں کہ قرآن ایک ایسی کتاب دستور ہے جو فرد کو خالق سے جوڑنے تک محدود ہے اور اس کا زندگی کے دیگر شعبوں سے کوئی ربط وتعلق نہیں ہے۔آپ ان لوگوں کو اکثر و بیشتر ایسی ہی باتیں کرتے سنیں گے جبکہ یہ لوگ نہ تو اپنے مدعا میں سچے ہیں اور نہ ہی اہل علم ہیں۔ہم اس گروہ اور ان جیسے تمام لوگوں سے بڑے اعتماد اور دلائل وبراہین سے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے قرآن وسنت کے ذریعے سے جو نظامِ حیات عطا کیا ہے، اُس کیلئے نہ تو پہلے کبھی ایسا دن آیا ہے اور نہ ہی آئندہ ایسا دن آئے گا کہ وہ زندگی کے محض ایک شعبہ تک محدود ہو جائے اور دوسرے تمام شعبوں کو نظر انداز کردے بلکہ اس کے احکام وتعلیمات نے زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں کامل رہنمائی کرتے ہوئے اسی طرح تمام آفاق کا احاطہ کیا ہے کہ جس طرح آسمان تمام افق پر محیط ہے، جس طرح خالقِ کائنات ہر چیز پر محیط ہے اسی طرح اس کی یہ کتاب بھی تمام نظام ودستور اور تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ یہ کتابِ عظیم اُس کی نازل کردہ ہے جو خالقِ کائنات ہے تعلیمات قرآن میں بندے کی اصلاح کو خصوصی اہمیت دیتے ہوئے زیادہ زور اصلاح پر ہی دیا گیا ہے اور خدا اور بندے کے رابطے کو استحکام اور دوام بخشنے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ ہماری تمام تعلیمات اور تربیت وثقافت کا ہدف ومنشور ہی یہی ہے کہ انسان کی اصلاح سے اُسے فلاح ونجات کی اعلیٰ وارفع منزل تک پہنچایا جائے۔

۲۴۸۔جنم ساکھی بھائی بالا

اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۰ سطر ۱۴ میں لکھتے ہیں: (۱) توریت، زبور، انجیل ترے سُن ٹھے وید رہے قرآن کتاب کل جگ میں پروار"

مطلب:۔توریت، زبور، انجیل حتیٰ ویدوں کو بھی ہم نے غور سے دیکھا مگر دنیا کے لیے جو کتاب ہدایتِ کامل کا مجموعہ ہو سکتی ہے تو وہ قرآن شریف ہے۔

۲۴۹۔جنم ساکھی کلاں بھائی بالا

اپنی کتاب ''نوشتہ گورو انگد جی'' ص ۲۲۲ میں لکھتے ہیں:(۲)''تیہئے حرف قرآن دے تیہئے سپارے کین تس وچہ پند نصیحتاں سُن سُن کر یقین''

مطلب:۔عربی کے حروفِ تہجی تیس ہیں اور قرآن شریف کے بھی تیس پارے ہیں قرآن کریم بے انتہا نصیحتوں کا مجموعہ ہے۔سنو اور یقین کر و یعنی ایمان لے آؤ۔

۲۵۷۔جنم ساکھی بھائی بالا

اپنی کتاب سکھوں کے گرو''بابا نانک'' کے ص ۱۴۹ میں رقمطراز ہیں:(۳)''رہے کتاب ایمان دی سچ کتاب قرآن''

مطلب:۔اگر کوئی ایمان کی کتاب ہے تو وہ قرآن شریف ہے۔

۲۵۰۔مستشرق ولیم جی فورڈبل جراف

(WILLIAM.G.FORDBELL GERAF)

وہ کہتا ہے کہ جب قرآن اور شہر مکہ کو سرزمین عرب سے چھپتے اور مٹتے دیکھیں گے اس وقت ہم دیکھیں گے کہ عرب اب تمدن کی راہ پر گامزن ہو گئے۔اہل عرب کو تمدن سے کسی نے نہیں روکا سوائے محمدؐ اور ان کی کتاب کے اور قرآن اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک قرآن کی زبان ختم نہ ہو جائے۔

۲۵۱۔ غوستا فلوگون(GHOSTAFLOGON)

ان کو ایک حد تک معتدل سمجھا جاتا تھا اس نے ایک کتاب''حضارۃ العرب'' کے

نام سے لکھی ہے انہیں اسلام اور عرب میں زیادہ منصف اور حقیقت پسند سمجھا جاتا تھا حالانکہ اس نے ایسی غلط گوئیاں کیں ہیں جو قابل بخشش نہیں ہیں اس نے اس عظیم اور بلند مرتبہ کتاب قرآن کریم کو ہندوؤں کی خرافات سے بھری ہوئی کتاب سے بھی کم درجہ پر ظاہر کیا ہے۔

۲۵۲۔ مسٹر کاریل (Mr. KARLEL)

اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ محمدؐ نے اپنی بات کو باوزن بنانے کیلئے کبھی جھوٹے افسانوں اور کہانیوں کا سہارا نہیں لیا۔وہ اپنی عظمت میں منفرد تھے وہ اُس وسیع وعریض کائنات میں منفرد تھے حقیقت وجودان کی دونوں آنکھوں سے چمکتے تھے جو کلمہ محمدؐ کے زبان سے جاری ہوتا وہ آپ کے دل کی گہرائیوں سے نکلتا تھا جب وہ بولنا چاہتے تھے تو افراد نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کی بات کو سنتے تھے اور دل کی گہرائیوں سے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے آپؐ کے کلام کے علاوہ باقی کلام کو باطل سمجھتے تھے۔ یہ بات مسلم ہے کہ محمد لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن پہلے دن سے مردانگی وبلند فکری میں معروف تھے حق پسندی اور امانتداری آپ کے قول وفعل میں نمایاں تھی آپ کی زندگی کی تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ آپ مرد اجتماعی ،سچائی اور اخلاص ومحبت میں اپنی پہچان آپ تھے عرب اس وقت بیابانوں میں ہوتے تھے کوئی اعتناء نہ کرتے تھے جب محمد نبی عربی آیا تو علوم ومعارف میں لوگوں کی نظروں کا قبلہ بن گئے افرادی قوت کی کمی کثرت میں بدل گئی ،ذلت کے بعد عزیز ہوئے ،سو سال نہیں گزرے پوری دنیا کے اطراف کو اپنے عقل وعلم سے روشن کیا ،بعض غلو کرنے والے انتہا پسند افراد یہ کہتے ہیں کہ محمد جھوٹ بولتے تھے اور ان کا دین کہانیوں اور جھوٹے افسانوں پر مبنی ہے یہ باتیں تاریخی حقائق سے کسی بھی حوالے سے

مطابقت نہیں رکھتیں۔ یہ دعویٰ کسی سند اور بنیاد پر قائم نہیں ہے یہ ایک مردود قول ہے جو ہمیں صرف شرمندگی دلاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ ہم نئے دور کے تمدن کے فرزند ہوتے ہوئے ایسی بے ہودہ باتوں کو سنیں جو خواہشات اور ذاتی مفادات کے تحت بولی جاتی ہوں بلکہ اس قسم کے پروپیگنڈے کے خلاف جنگ لڑنی چاہیے اور ایسے شرمندہ عقائد کا مقابلہ کرنا چاہیے جو رسالت اس نبی نے ادا کی ہے وہ چودہ (۱۴۰۰) سو سال سے مینار نور بنی ہوئی ہے اور چار سو ملیون سے زائد ہم جیسے لوگوں کو روشنی دے رہی ہے۔

۲۵۳۔ سر ویلیم مویر (SIR WILLIAM MAIOR)

محمدؐ نبی اپنی جوانی میں پرسکون اور مطمئن تھے سنجیدگی اور پختگی ان کے وجود پر چھائی ہوئی تھی وہ قریش کی گناہ آلود محفلوں سے دور رہتے تھے۔ محمدؐ اپنی صاف گوئی میں معروف تھے اس کا دین آسان تھا تاریخ میں ان جیسے مصلح کی مثال نہیں ملتی جس نے انسانوں کو بیدار کیا ہو، اخلاق کو زندہ کیا ہو انسانی اقدار کو مختصر مدت میں بلند کیا ہو جتنا محمدؐ نے کیا ہے۔

۲۵۴۔ مستشرق ماکمس منین (MAKMAS MANEN)

کہتا ہے محمدؐ امین تھے اور سب سے زیادہ عادل تھے۔

۲۵۵۔ جیلمان (JALMAN)

(انگریز مصنف) کہتا ہے کہ محمدؐ اپنی دعوت میں سچے اور اپنی رسالت میں مخلص تھے اعمال و افعال میں سچائی اور پاکیزگی رکھتے تھے۔

۲۵۶۔ لیونارد (LEONARD)

محمدؐ نے خدا کو پہچانا وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ خدا کے مخلص تھے اس کے

حضور میں ہر چیز کو فدا کرتے تھے یقیناً ایک ایسا انسان بغیر کسی شک کے عربوں کا نبی ہے۔

۲۵۷۔ برنارڈشو (BARNARDSHO)

یہ معروف مغربی فلاسفر کہتے ہیں عالمی درپیش مسائل کے حل کیلئے اس کائنات کو محمد جیسی ہستی کا نیازمند اور محتاج ہونا چاہئے۔

۲۵۸۔ ثبورت اسمث (SABORAS SMITH)

اپنی کتاب ''حیات محمد'' میں لکھتے ہیں کہ محمد نے ایک امت، مملکت اور حکومت قائم کی جس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ ملے گی۔ وہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے اس کے باوجود ایک ایسی کتاب لائے جس میں زندگی کے دستور وآئین اور گذشتہ اقوام کی خبریں ہیں اس کی عبارت بے ہودہ غلطیوں، رکیک وناموزوں الفاظ سے پاک حکمت وحقائق کا مظہر ہے وہ اس کی نبوت کی دلیل تھی واقعاً وہ کتاب ایک معجزہ ہے۔

۲۵۹۔ جوستاف لوبون (JASTAF LOBON)

یہ فرانس کے ایک معروف اجتماعی مصنف ہیں کہتے ہیں کہ میں لوگوں کو ایک تازہ بدعت کی طرف دعوت نہیں دے رہا ہوں بلکہ ایک دین قیم عربی کی طرف دعوت دے رہا ہوں جسے خدا نے اپنے رسول محمد پر بذریعہ وحی نازل کیا ہے۔ وہ اپنی رسالت میں امین تھے، وہ اپنی دعوت میں مخلص تھے اپنے قبائل میں بتوں اور صنم کے مخالف تھے عربوں کی صفوں کو پراگندگی کے بعد متحد کیا ان کی باتوں میں اتحاد قائم کیا نظروں کو خدا کی طرف متوجہ کیا امت کو صحیح معنوں میں خیر البریہ کہنے کا اہل بنایا حسب ونسب اور ریاست وزعامت میں نمونہ تھے۔

۲۶۰۔ لین پول (LEAN POOL)

محمدؐ اچھی خصلتوں لطف وشجاعت اور اخلاق کریمہ کے حامل تھے جو بھی ان سے ملتے تھے ان سے متاثر ہوتے تھے اپنی صفات وخصوصیات لوگوں کے اندر چھوڑتے تھے محمد اپنی قوم وقبیلے سے دشمنی ہونے کے باوجود وہ اپنی حیات میں اچھے سلوک کا مظاہرہ کرتے تھے حتی یہاں تک کہ اپنے سے مصافحہ کرنے والوں سے اس وقت تک ہاتھ نہیں کھینچتے تھے جب تک وہ اپنا ہاتھ نہ کھینچیں وہ ہر انسان سے ہاتھ ملاتے تھے چاہے وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

۲۶۱۔ استاذ مونتہ (STAZ MONTA)

اپنی کتاب ''محمد وقرآن'' میں لکھتا ہے طبیعت محمد پر تحقیق کرنے والے محمدؐ کے مزاج پر حیرت زدہ ہو جاتے تھے کہ وہ اپنی دعوت میں کس حد تک مخلص تھے وہ دین میں مصلح تھے اور غیر متزلزل عقیدے کے حامل تھے۔ بہت سوچنے اور سمجھنے کے بعد انھوں نے قیام کیا اس دعوت کو وہاں تک پہنچایا یعنی دین میں سب سے روشن اور تابناک صورت میں نور کو پھیلایا بہت سے لوگوں نے محمد کو نہیں پہچانا ان کے حق میں اچھے فیصلے نہیں کیے۔

۲۶۲۔ استاذ سدیو (STAZ SADU)

یہ ایک فرانسیسی مصنف ہے، اپنی کتاب ''خلاصہ تاریخ العرب'' میں لکھتے ہیں کہ اخلاق محمد اور کردار محمد اپنے کمال کی انتہا تک پہنچا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک اپنے سخت ترین دشمن سے عفو ودرگزر کا مظاہرہ ہے جو کہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر کیا وہ کس طرح تحمل کرتے تھے قبائل سے جنگی حقوق لینے میں آپ نے اپنی دعوت میں قساوت وانتہا پسندی سے مدد نہیں لی۔

## آیات قرآنی میں مستشرقین کا تعارف:

مندرجہ بالا مغربی دانشوران و مستشرقین کے قرآن کریم کے بارے میں اقوال و نظریات پیش کرنے کے بعد بعض اذہان میں حسب تعبیر قرآن جن کے دلوں میں مرض اور زنگ لگے ہوئے ہیں ''ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھادی اور ان کیلئے ایک دردناک عذاب اس وجہ سے ہے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

مستشرقین کی دینی اور مذہبی پس منظر کی برگشت یہود و نصاریٰ کی طرف ہوتی ہے اور یہود و نصاریٰ کے اسلام کے ساتھ سلوک اور موقف کو قرآنِ کریم نے بیان کیا ہے اس وقت مستشرقین کے سلوک اور موقف اسلام و مسلمین کے ساتھ چندان پہلے والوں سے مختلف نہیں ہے اختلاف صرف وسائل اور ذرائع میں ہے جو اس وقت ان کو حاصل ہے وہ پہلے والوں کو حاصل نہیں تھا:

﴿فی قلوبھم مرضٌ فزادھم اللہ مرضاًولھم عذابٌ الیمٌ بما کانوا یکذبون﴾ ''ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھادی اور ان کیلئے ایک دردناک عذاب اس وجہ سے ہے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے'' (بقرہ۲۔ آیت۱۰)

﴿ومنھم من یستمع الیک وجعلنا علیٰ قلوبھم اکنۃً ان یفقھوہ وفی اذانھم وقراًوان یروا کل آیۃ لایؤمنوا بھا﴾ ''ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کو کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے (کہ سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہیں سنتے) وہ تمام نشانیاں دیکھ کر بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔'' (انعام۶ آیت ۲۵)

﴿ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃٌ ولھم عذابٌ عظیم﴾

''اللہ نے ان کے دلوں اوران کے کانوں پر مُہر لگادی ہے اوران کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے وہ سخت سزا کے مستحق ہیں'' (بقرہ۲۔آیت ۷)

﴿اذیقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرضٌ غرھٰؤلآء دینھم﴾

''جب کہ منافقین اوروہ سب لوگ جن کے دلوں کوروگ لگاہوا ہے' کہ کہہ رہے تھے ان لوگوں کوتوان کے دین نے خبط میں مبتلا کررکھا ہے'' (انفال ۸۔آیت ۴۹)

﴿فلمازاغوازاغ اللّٰہ قلوبھم واللّٰہ لایھدی القوم الفاسقون﴾

''پھرجب اُنھوں نے ٹیڑھ اختیار کی تواللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کردیئے ،اللہ فاسقوں کوہدایت نہیں دیتا'' (صف ۶۱۔آیت ۵)

﴿کلابل ران علیٰ قلوبھم ماکانوایکسبون﴾ ''ہرگزنہیں' بلکہ دراصل ان لوگوں کے دلوں پراُن کے بُرے اعمال کازنگ چڑھا گیا ہے'' (مطففین ۸۳۔آیت ۱۴)

وہ یہ پوچھ سکتے ہیں بلکہ پوچھتے ہیں اگرمستشرقین کے دلوں میں قرآن کے بارے میں اتنی معرفت اورمقام ومنزلت ہے توکیوں کراسلام قبول نہیں کیااورکیوں اسلام قبول نہیں کرتے۔ان کی ان شکوک واعتراضات کاجواب قرآن کریم کے متعددآیات میں آج سے چودہ سوسال پہلے آیا ہے جسے ہم ترتیب سے پیش کریں گے:

۱۔ قرآن کریم کے نزول کے موقع پرموجود یہودونصاریٰ جوپیغمبراکرم کی حقانیت کے بارے میں اس طرح آشنا تھے کہ انھیں یقین حاصل تھاان سب کے باوجودپیغمبرکی نبوت سے انکارکیا:

﴿وجحدوُاواستیقنتھاانفسھمْ ظلْماوّعلوًافانظرْکیف کان عاقبۃ المفسدیْن﴾

''وہ ان نشانیوں کے منکر ہوئے حالانکہ ان کے دلوں کو یقین آ گیا تھا انھوں نے ظلم کیا اور غرور کی وجہ سے کیا پس اب دیکھ لو کہ ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا'' (نمل ۲۷۔ آیت ۱۴)

﴿وما یجحدُ بایٰتنا الّا الکافرون﴾

''اور صرف کفار ہی ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں'' (عنکبوت ۲۹۔ آیت ۴۷)

﴿وما یجحدُ بایٰتنا الّا الظالمون﴾

''اور ہماری آیات کا انکار وہی کرتے ہیں جو ظالم ہیں'' (عنکبوت ۲۹۔ آیت ۴۹)

﴿وما یجحدُ بایٰتنا الّا کلّ ختّارٍ کفور﴾

''اور ہماری نشانیوں کا وہی انکار کرتا ہے جو بدعہد ناشکرا ہے'' (لقمان ۳۱۔ آیت ۳۲)

﴿قد نعلم انّه لیحزنك الّذی یقولون فانّهم لا یکذّبونك ولٰکنّ الظّالمین بایٰت اللّٰه یجحدون﴾ ''ہمیں علم ہے کہ ان کی باتیں یقیناً آپ کیلئے رنج کا باعث ہیں پس یہ صرف آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم لوگ درحقیقت اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں'' (انعام ۶۔ آیت ۳۳)

﴿الّذین اٰتیناهم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابنآء هم وانّ فریقًا منهم لیکتمون الحق وهم یعلمون﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ رسول کو بھی اپنی اولاد ہی کی طرح پہچانتے ہیں بس ان کا ایک گروہ ہے جو حق کو دیدہ و دانستہ چھپا رہا ہے'' (بقرہ ۲۔ آیت ۱۴۶)

﴿الّذین اٰتیناهم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابنآء هم الّذین خسروٓا انفسهم فهم لا یؤمنون﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ رسولؐ کو بھی اپنی اولاد ہی کی طرح پہچانتے ہیں لیکن جن لوگوں نے اپنے نفس کو خسارہ میں ڈال دیا ہے وہ ایمان نہیں لا سکتے'' (انعام ۶۔ آیت ۲۰)

﴿یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا واکثرھم الکافرون﴾ ''یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچان لیتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر تو کافر ہیں'' (نحل ۱۶۔آیت ۸۳)

۲۔ ان کے سامنے زمانِ بعثت پیغمبرؐ کے دوران آیاتِ قرآنی کو سن کر ولید ابن مغیرہ کا قول بھی سامنے ہے کہ اس نے قرآن وحمدؐ کی حقانیت کے بارے میں کیا کہا اور کیونکر ایمان نہیں لایا۔

۳۔ ان مستشرقین نے قرآن کریم کے بارے میں گہرا مطالعہ اور تحقیقات اس لئے نہیں کی تھی کہ وہ حق کی تلاش میں تھے بلکہ یہ کام ان لوگ کی نوکری اور پیشہ تھا اور یہ استعماری اداروں کے ملازم تھے، بلکہ درحقیقت وہ کرایہ کے دانشور تھے علم ومعرفت کے حامل دانشور نہیں تھے چنانچہ آج کے دور میں بھی کتنے قانون دان قانون کو پامال کرتے ہیں اور حق وانصاف کے علمدار قانون وعدل وانصاف کو اپنے پاؤں کے نیچے روندتے ہیں اور دین ومذہب کے داعی امام زمان (عج) کے نمائندے اس چند روزہ دنیا کی خاطر لادینی طاقتوں سے دفاع اور انکی حمایت کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم ضمیر فروش نہیں ہے۔

۴۔ یہ لوگ اس گروہ اور ٹیم کی مانند ہیں جنھیں ایک ملک دوسرے ملک کی طاقت وقدرت اور تنصیبات کے بارے میں معلومات جمع کرانے کی خاطر گماشتہ کرتے ہیں انھے اپنی حکومت کی طرف سے یہ ذمہ داری دی جاتی ہے کہ حقائق کو بغیر کسی کمی وپیشی کے بیان کرے تاکہ اس کے مطابق لائحۂ عمل طے کرسکے۔ مستشرقین بھی اسی نوعیت کے گروہ میں سے تھے وہ اسلام کے اندر موجود طاقت وقدرت کا صحیح جائزہ پیش کرتے تھے تاکہ اربابِ اقتدار اس طاقت کو نابود یا کمزور کرنے کی منصوبہ بندی کرسکیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ ان کا یہ قرآن ومحمدؐ کے بارے میں اعترافات اس وقت یعنی دورانِ تحقیق میں انھوں نے اظہار کیا ہے بلکہ یہ باتیں

انکی اندرونی راز کی باتیں تھیں جسے وقت گزرنے اور اہداف حاصل ہونے کے بعد فاش کیا گیا ہے۔

۵۔ ان میں سے آج بھی ایسے افراد موجود ہیں کہ جن ان کے حلقے یا گروہ کا اندرونی چہرہ سامنے آنے کے بعد اور انکی دینداری کا مظاہرہ بے بنیاد اور جعلی ثابت ہونے کے بعد بھی اپنی اقدامات کی تردید نہیں کرتے بلکہ اسی فکر پر اصرار کرتے ہیں۔

۶۔ قرآن کریم کی قطر میں حیات آخرت حیات جاودانی ہے اور یہ دنیا ایک دارِ فانی ہے، بے دوام ہے یہ روشن وعیاں حقیقت ان پر آشکار ہونے کے باوجود اس بدبخت انسان نے اُس دائمی زندگی پر اِس چندروزہ زندگی کو ترجیح دینے والوں کے بارے میں ان کلمات سے تعبیر کی ہیں کہ انھوں نے حیاتِ دنیا سے محبت کی ہے اور حیاتِ دنیا کو حیاتِ آخرت پر مقدم رکھا اور اس حیات دنیا پر مطمئن ہوئے ہیں:

﴿واثر الحیٰوة الدّنیا﴾ ''اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی'' (نازعات ۷۹۔ آیت ۳۸)

﴿ذالك بانّهم استحبّو الحیٰوة الدّنیا علی الاخرة﴾ ''یہ اس لئے ہے کہ انھوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا ہے'' (نحل ۱۶۔ آیت ۱۰۷)

﴿واما ثمودُ فهدینٰاهم فاستحبّو العمیٰ علی الهدٰی فاخذتهم صاعقة العذاب الهون بما کانوا یکسبون﴾

''اور قوم ثمود کو ہم نے ہدایت دی لیکن ان لوگوں نے گمراہی کو ہدایت کے مقابلہ میں زیادہ پسند کیا تو ذلت کے عذاب کی بجلی نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا ان اعمال کی بنا پر جو وہ انجام دے رہے تھے'' (فصلت ۴۱۔ آیت ۱۷)

﴿الّذین یستحبّون الحیٰوة الدّنیا علی الاخرة﴾ ''وہ لوگ جو زندگانی دنیا کو آخرت کے

مقابلے میں پسند کرتے تھے" (ابراہیم ۱۴۔آیت ۳)

﴿ذالك متاع الحياة الدّنيا﴾ "کہ یہی متاع دنیا ہے" (آل عمران ۳۔آیت ۱۴)

﴿قل ان كان ابآئو كم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهادٍ في سبيله فتربصوا حتى ياتى الله بامره والله لايهدى القوم الفاسقين﴾

"کہہ دیجئے: تمہارے آباء اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہارے بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارے وہ اموال جو تم کماتے ہو اور تمہاری وہ تجارت جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری پسند کے مکانات اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور راہِ خدا میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو ٹھہرو! یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا" (توبہ ۹۔آیت ۲۴)

﴿انّ الّذين لايرجون لقآءنا ورضوا بالحياة الدّنيا﴾ "یقیناً جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہیں اور زندگانی دنیا پر راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں" (یونس ۱۰۔آیت ۷)

﴿انماتقضى هذه الحياة الدّنيا﴾

"تو فقط اس زندگانی دنیا ہی تک فیصلہ کر سکتا ہے" (طٰہٰ ۲۰۔آیت ۷۲)

یہ وہ کلمات ہیں جسے غیر اسلامی جو علماء و دانشمندان، مصنفین و مؤلفینِ ادب و سیاست نے بیان کیے ہیں اور جو مغرب و مشرق سے وابستہ ہیں ہم نے ان سب کو آپ کیلئے اس لئے نقل کیا ہے تاکہ آپ کے پاس بحث و تحقیق اور غور و فکر کرنے کیلئے مواد موجود ہو اب آپ اپنی عقل کو اپنے اوپر حاکم قرار دے دیں اور اسلام کو غور سے پڑھیں اور ان مقدس تعلیمات اور سیرت پیغمبرؐ کے مطالعہ سے استفادہ کریں اور اس سیرت سے تمسک کریں۔

## ہم نے کیوں دین اسلام کا انتخاب کیا

وہ مستشرقین جنھوں نے ایک عمر مشرق زمین بالخصوص اسلام وحیاتِ حضرت محمدؐ اور اسلام وقرآن کا مطالعہ کرنے میں گزارنے کے بعد دینِ مقدسِ اسلام کو اپنایا ہے اور اس سلسلہ میں اُن سے استفہام واستفسار کرنے پر انھوں نے قرآن کے بارے میں اظہار نظر کیا ہے اُنکے اسلام قبول کرنے کی کیا بنیاد تھی اُن کی نیت اخلاص پر مبنی تھی یا منافقت یا مفادات پر۔ اس سلسلہ میں ہر ایک کے بارے میں واضح ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی کلیہ قائم نہیں کرسکتے گرچہ ہمارے پاس کچھ افراد کے منافقانہ نیت سے اسلام قبول کرنے کے بارے میں واضح ثبوت ہیں جیسا کہ نابلیون اور بعض دیگر مستشرقین لیکن سب کے بارے میں نہ تو کوئی واضح بات کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی کلیہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سے ایسے افراد چاہے وہ بُرے عزائم یا مفادات لے کر اس ادارے اور موسسۂ استشراق میں شامل ہوئے ہوں لیکن اُن کی حقیقت طلبی اور حق جوئی کے عنصر نے اُنھیں ساحلِ اسلام تک پہنچایا دیا ہے۔

ہم اُن کی ایک فہرست کتاب بنام "کیف اخترنا دین الاسلامی" تالیف حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد رضی رضوی کشمیری سے نقل کر رہے ہیں اُنکے نام یہ ہیں:

۱۔ سیڈومر (SEDUMER)

یہ فرانس کا ایک تاریخ دان ہے کہتا ہے کہ قرآن کریم نے آداب اور احکام وتعلیمات کے بیان میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کی بنیاد حکمت پر نہ ہو، جسکی اساس عدل واحسان پر نہ ہو، جسکی غایت حق تک رسائی اور گمراہی و بے راہ روی سے باز نہ رکھتا ہو

جو انسان کو برائیوں کی تاریکیوں سے نکال کر سفرِ نورِ فضائل پر گامزن نہ کرتی ہو، جو انسان کو نقص و کمی کی نجاست وگندگی سے نجات دے کر طہارت و پاکیزگی عطا نہ کرتی ہو اور جو انسان کو منفی افکار و نظریات اور پستی و ضلالت کے سمندر میں غرق ہونے سے بچا کر عروج و کمال کی شاہراہ پر نہ لے آتی ہو اور جو مراتبِ کمالیہ کی تزئین و آرائش نہ کرتی ہو۔ یہ چیز بذاتِ خود اس مذہب کی سچائی و حقانیت کی دلیل ہے کہ شریعتِ اسلامی قدسیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے اور اس مذہب کی عظمت اور بلندی کمت بالکل واضح ہے۔ یہ کتاب اُن سماوی کتابوں سے موافقت رکھتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں یہاں سے انسان کے پاس فضیلت قرآن کو ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا کہ جب اس کے مطالعے سے اُسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تمام سماوی کتابوں کے فضائل جمع ہیں اور انبیاء بھی جو آیات لائے، وہ اس میں شامل ہیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ کتنے اندھے اور بہرے ہیں جو اسلام پر تنقید کی انگلی اٹھاتے ہیں وہ اس لحاظ سے بہرے ہیں کہ حق بات نہیں سنتے اور جب اُن کے کانوں تک حق کی آواز پہنچتی ہے تو اُسے تحمل و برداشت نہیں کرتے اور راہِ صدق و صداقت پر خوشی خوشی چلنے کی بجائے اس راہ پر اُن کے قدم ڈگمگانے لگتے ہیں۔ آپ کو قرآن کریم میں ایسی واضح و روشن آیات ملیں گی جو ان عادتوں کی نسخ کنندہ ہیں جن سے دورِ جاہلیت کے عرب مانوس تھے جیسے حُسنِ انتقام، مبارزہ طلبی اور غرور و تکبر اور فخر طلبی وغیرہ۔

پیغمبر اکرمؐ کے تمام معجزات میں مشہور ترین معجزہ قرآن کریم ہے کیونکہ وہ قریش جو اپنے حُسنِ کلام اور فصاحت و بلاغت پر فخر کرتے تھے اور اس پر اپنے غلبہ کے دعوے دار تھے اُن کے نزدیک بھی قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت معروف اور تسلیم شدہ ہے۔ نزول قرآن

کے بعد وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ قرآن کریم جیسا فصیح و بلیغ کلام پیش کرنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں۔

پھر سیڈو کہتا ہے کہ یہ کتاب لائق و سزاوار ہے کہ اس کی بیحد احترام اور تعظیم کی جائے، اس کو سوائے طاہر و مطہر انسان کے کوئی اور چھو نہیں سکتا۔ اس میں وہ تمام چیزیں ہیں جو خدا پر بندوں کے حقوق اور بندوں پر خدا کے حقوق کے زمرے میں آتی ہیں، اس میں ہر چیز کو روشن اور آسان مثالوں سے واضح کیا گیا ہے، اس میں نہ تو کوئی نقص و عیب ہے اور نہ ہی کسی چیز کی کمی ہے، اس میں تمام فضائل اور حقائق پائے جاتے ہیں۔ پیغمبر اکرم کو جس اطاعت و بندگی کی تعلیم دی گئی، وہ سب اس میں موجود ہے یہی فضائل و برکات اس کا زیور ہیں در حقیقت یہی وہ کتاب ہے جو زندگی جیسی نعمتِ عزیز کو بغض و کینہ، عداوت و دشمنی اور جہالت و تاریکیوں کے نام کرنے والے قبائل عرب کو ایک دوسرے سے جوڑنے کا موثر رابطہ ثابت ہوئی، گویا یہ کتاب وحدتِ دینی کی بنیاد ہے۔

۲۔ ڈاکٹر نیبرہ ''علی سلمان'' (Dr.nebereh)

یہ فرانسوی کاتھولیک سے تعلق رکھتے تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے یہ کہتا ہے کہ میں جوں ہی روح بخش آیاتِ قرآنی سے آشنا ہوا تو اس میں موجود تمام تعلیمات کو عقل و منطق کے موافق اور دورِ حاضر کے علوم و معارف سے ہم آہنگ پایا اور اس کی تمام تر تعلیمات زندگی سے سازگار نظر آئیں۔ اس لحاظ سے یا اس وجہ سے میں نے اسلام کو دین آسمانی سمجھا اور اس کی تعلیمات سے میں نے یہ جان لیا کہ یہ دین اس کے قابل و لائق و سزاوار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے لہٰذا میں مسیحیت سے نکل چکا ہوں اور اسلام کو اختیار کر لیا ہے پھر میں نے ﴿اشهدان محمد رسول الله﴾ پڑھا اور دل و جان

سے اسلام پاک اور آئینِ محمدؐ کو اپنایا۔

۳۔الورڈ ہڈلی (ALWARD HEDLY)

یہ برطانیہ کی ایک معروف شخصیت ہے طویل عرصہ اسلام اور مسیحیت کے بارے میں موازنہ کرنے کے بعد اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "ایقاد الغرق الاسلام"۔اس کے ساتھ اس نے اسلام کو قبول کر لیا اس کے اسلام قبول کرنے سے بہت سی اور شخصیات نے اسلام کو قبول کیا۔

۴۔لوٹ ہطلی :(LOT HEADLY)

لوٹ ہطلی کہتے ہیں کہ میرے دوست خواجہ کمال الدین نے میرے اوپر دباؤ ڈالنے کی کبھی کوشش نہیں کی بلکہ اس نے ہمیشہ صداقت اور امانتداری سے ترجمہ قرآن مجید مجھے دیا مسیحیوں نے جو ترجمہ قرآن مجھے دیا تھا وہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا میں کسی مکروفریب اور دھوکے میں نہیں آیا ہوں یہ ہدایت ہے جو مجھے ملی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ہدایت رغبت و آزادی تجسسِ نفس سے حاصل ہونی چاہیے۔محبت والفت اور عفوو درگزر کرنا دین اسلام کی پہچان ہے۔جو دین مسیحیت سے مختلف ہے۔اسلام قبول کرنے کے بعد اب میں زیادہ بہتر مسیحی ہوں۔اس مسیحی سے جس میں پہلے تھا یہ میری آرزو ہے کہ میرے دیگر دوست واحباب مجھے نمونہ مثال بنائیں اور اسلام کی حقانیت کو انتہائی شجاعت و جرأت سے قبول کریں۔میں کہتا ہوں کہ سب سے صحیح دین جو انسان کو سعادت کی منزل سے قریب تر کرتا ہے وہ اسلام ہے۔مغرب والے ہمیشہ اسلام کو بدنظم اور وحشیانہ دین کہہ کر متعارف کرواتے ہیں اگر یہ لوگ وہی عمل کرتے جو محمدؐ نے وحشت اور بدنظمی کو ختم کرنے کیلئے جزیرۃ العرب میں کیا تھا تو ان کے افکار میں تبدیلی آتی اس وقت مسیحی مبشرین نے دین اسلام کو

مسخ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں اور نہ اس سلسلے میں کسی جھوٹ سے پرہیز کرتے ہیں اس وقت مسیحیوں نے جو دین مسیحیت کی طرف سے دین اسلام کو مسخ کر کے پیش کرنے میں اور ایک مسلمان کا جواپنے عمل دعوت میں حسن وصفا پر قائم رہ کر پیش کرنے میں بڑا واضح وروشن فرق ہے۔

## ۵۔ المسٹر ارثر (ALMESTER ARCER) (پروٹیسٹنٹ مسیحی)

المسٹر ارثر مسیحیت کے عقائد میں خرافات وتضادات دیکھ کر مسیحیت کو چھوڑتا ہے اور اسلام کے اندر موجود حسن وخوبی کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ پوری دنیا کو چاہیے کہ دین اسلام قبول کرلے اور کہتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک بہتری کا خواہاں ہے۔ اچھی غذا' اچھا گھر' بہترین عمدہ اور اچھے دوستوں کا خواہاں ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ہم میں سے کتنے انسان ہیں جو بہتری کے خواہاں ہوں اور اس کی تلاش میں ہوں لیکن جب دین کا مسئلہ آتا ہے تو ہم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر قانع ومطمئن نظر آتے ہیں جس طرح ہمارے آباؤ اجداد اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرتے تھے جیسا کہ سورہ مائدہ آیت نمبر ۸ میں ہے: ﴿ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا﴾ "اور کسی قوم کی دشمنی تمہاری بے انصافی کا سبب نہ بنے"

میں اپنی اس صورتحال اور مسیحیت سے نکلنے کیلئے کوئی عذر پیش نہیں کروں گا تاکہ آپ مجھ پر کسی قسم کی الحاد وکفر کی تہمتیں لگائیں کہ میں نے عقیدۂ مسیحیت سے دوری اختیار کی اور دین اسلام کو قبول کیا۔ اب میرے لئے ضروری نہیں کہ میں اپنی نجاست دور کرنے کیلئے الوہیت' ثالوث اور دیگر خداؤں کا سہارا لوں جسے کلیسا نجات دہندہ سمجھتے ہیں میں خدا کے آسمانی پیغامات پر ایمان لایا ہوں جو خدا کے منتخب انبیاء نے پہنچائے ہیں۔

۶۔ ڈبلیو۔بی فارمر (W.B.FARMER)

یہ دین اسلام کو قبول کرنے کے بارے میں کہتا ہے کہ مجھ سے میرے ایک دوست نے پوچھا کہ آپ نے اپنا دین چھوڑ کر کیوں دین اسلام کو قبول کیا تو میں نے اس کے جواب میں تین وجوہات پیش کیں۔

ا۔ دین اسلام دین عمل ہے جو پوشیدہ چیزوں اور خرافات سے پاک ہے اور اس کی حقیقت کو سمجھنا آسان ہے یہ دین خلاف عقل چیزوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے اور اس کے عقائد میں فلسفے کی پیچیدگیاں نہیں ہے۔

۲۔ یہ دین بنیادی مسائل کو طبیعت وفطرت کے قوانین کے ساتھ اٹھاتا ہے اور دین وعلم میں جدائی کا قائل نہیں ہے دین اسلام علم دین کو دیگر علوم پر ترجیح دیتا ہے۔

۳۔ اسلام کے احکام کامل ہیں اس کے قوانین زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتے ہیں چاہے اجتماعی ہوں' انفرادی ہوں' عسکری ہوں یا تجارتی غرض بشریت کیلئے تمام ضروری قوانین کی توضیح وتفسیر کا اسلام کفیل ہے۔

۷۔ ڈاکٹر جرموناس (DR. GERMONAS)

یہ بوداپسٹ یونیورسٹی کا استاد تھا دین اسلام اور مسیحیت پڑھنے اور دونوں میں موازنہ کرنے کے بعد دین اسلام کے حسن وخوبی کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیتے ہیں اور اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں کہتا ہے کہ بچپن سے ہی میرا دل چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی سرزمین کو دیکھوں ہم یورپی ہونے کے حوالے سے سونے' طاقت اور ٹیکنالوجی کی عبادت اور بندگی کے علاوہ کوئی چیز نہیں دیکھتے جب ہم نے اسلام کو دیکھا تو اسلام کی سادگی پسندی نے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں جو مقام ومنزلت بنائی ہے اس سے میں متاثر ہوا ہوں۔

ہر سال یورپ والے ہمیں ہلاکت و نابودی اور جنگ و جدال میں دھکیل دیتے ہیں یہ منظر دیکھ کر دینِ اسلام کی اعلیٰ اقدار اور روحانیت میرے دل پر حاوی ہوئی جہاں یورپ والے اکتشافات واختراعات اور ہلاکت و نابودی انسان کی طرف پیش پیش ہیں وہاں اسلام اپنے ماننے والوں کو اخوت و آزادی اور خود مختاری و مساوات کی طرف دعوت دیتا ہے۔یورپ والے اپنی سعادت کو جسمانی نعمتوں میں اضافہ کرنے میں دیکھتے ہیں جبکہ اسلام انسان کو سکون واطمینان بخشتا ہے تعلیم قرآن جو اوامر خدا ہے ارشاد و ہدایت خداوندی ہے یہ کتاب صراحت گوئی اور وضاحت گوئی پر مشتمل ہے حضرت محمدؐ ایک ایسے عظیم انقلابی مصلح ہیں جسے تاریخ ادیان نے پہچان لیا ہے آنحضرتؐ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تعلیمات کو سمجھ لیں اور ان تعلیمات کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں پر منطبق کریں تعلیم اسلام میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قابل عمل نہ ہو اس کی تعلیمات کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ دوسری تعلیمات کی بہ نسبت قابل عمل ہے اس دین کا بنیادی ستون یہ ہے کہ سب لوگ خدا کے سامنے برابر ہیں۔

۸۔ڈاکٹر بنوہ (علی سلیمان) (DR. BANUH)

یہ فرانس کے کاتولیکی مسیحی سے تعلق رکھتے تھے دین اسلام اور قرآن کو تدبر اور گہرائی سے پڑھنے کے بعد مشرف بہ دین اسلام ہوئے ہیں دین مسیحیت چھوڑنے اور دین اسلام کو اپنانے کے بارے میں کہتے ہیں میں فرانس کے کاتولیکی فرقے سے تعلق رکھنے والے گھرانے کا فرد ہوں میرا پیشہ طب ہے۔لیکن اس حوالے سے میرے پاس جو علمی معلومات ہیں وہ مجھے دین کی طرف رغبت نہیں دلاتی تھیں میرے اندر خدا کے بارے میں ایمان نہیں تھا لیکن میں کافر بھی نہیں تھا کیونکہ عقائد مسیحی کا خصوصا کاتولیکی مسلک میرے لئے قابل قبول نہیں تھا اور میرے لئے وجود خدا بھی ثابت نہیں تھا۔خدا کی وحدانیت کا

احساس مجھے اقنوم ثلاثہ[1] قبول کرنے سے روکتا تھا اور ساتھ ہی میں اندھا بہرہ ہو کے مسیح کی الوہیت قبول نہیں کر سکتا تھا لہٰذا میں غیر شعوری طور پر کلمے کے پہلے حصے "لاالہٰ الا اللہ" جو سورۃ الاخلاص "قل ھو اللہ احد" سے ہم آہنگ تھا اس کو دیکھ کر میرا اسلام کی طرف رجحان میں اضافہ ہوا ساتھ ہی کلیسا کے جو ارباب اقتدار گناہوں کی بخشش کیلئے صاحب اختیار دکھاتے ہیں اور اسی طرح مسیحی بچوں میں روح مسیحی پھونکنا وغیرہ میرا دل نہیں مانتا تھا ان حالات کی وجہ سے ۱۹۴۳ میں فرانس کی ایک مسجد میں شیخ صبحی صالح لبنانی اور محمد برکاتی جزائری کے سامنے اسلام قبول کیا۔

۹۔ڈاکٹر حامد مارکوس (DR. HAMID MARCUS)

یہ جرمنی کے رہنے والے ہیں اس نے اسلام کے نظام تشریعی کو پڑھا اور اس میں جو خصوصیات و امتیازات اور اس نے جس طرح فردی زندگی کو اجتماع سے جوڑا ہے دیکھنے کے بعد اسلام کو قبول کیا اور کہتا ہے کہ میں اپنے بچپن ہی سے اسلام سے متعلق کتابیں پڑھنے کا خواہش مند تھا خاص کر قرآن مجید کا ترجمہ جو کہ اسلام کی تعلیمات کا مجموعہ ہے جو ۱۷۰۵ میلادی میں چھپا تھا یہ ترجمہ ہمارے ملک کی لائبریری میں موجود تھا اس نے میرے اندر بہت سے اثرات چھوڑے ساتھ ہی میں نے جرمن میں رہنے والے بہت سے مسلمانوں سے بھی ملاقاتیں شروع کردیں اور وہاں کے مولانا صدر الدین سے آیات قرآنی کے بارے میں پوچھا اور دیکھا کہ جو دین اسلام میں توحید ہے وہ صاف و ستھری توحید ہے جو بے ہودہ باتوں اور خرافات سے پاک ہے یہاں عقیدہ اور علم میں تضاد نہیں پایا جاتا اس کی تعلیمات صرف تعلیم نہیں ہے جو صرف دکھاوے تک ہو اور لوگوں کو مزید

---

[1] (دین مسیحی میں خدا کا ہر جزء (باپ، بیٹے اور روح القدس) میں سے ہر ایک کو اقنوم کہتے ہیں)

اندھیرے میں لے جائے اسلامی قوانین انسان سے آزادی وخود مختاری کو نہیں چھینتے یہ سب دیکھ کر میں نے اسلام قبول کیا۔

۱۰۔ڈاکٹر جرینہ فرانسی (DR. JERINA FRANCH)

یہ فرانس پارلیمنٹ کے ممبر تھے آیات قرآنی کو جدید علوم پر منطبق کرنے کے بعد اس نے دیکھا کہ قرآن مجید جدید علوم کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتا ہے تو اس نے اسلام قبول کرلیا ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد کسی مغربی نے ان سے ان کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب میں لکھا کہ آیات قرآن کا علوم طبیعات اور علم طب سے گہرا تعلق ہے یہ دو علوم جو میں نے بچپن سے پڑھے ہیں ان کو میں نے آیات قرآنی سے بالکل ہم آہنگ پایا ہے یہاں سے مجھے یقین ہوا کہ جس محمدؐ نے قرآن ایک ہزار سال پہلے لایا جبکہ اس نے کسی سے پڑھا نہیں اگر کوئی بھی شخص کسی علم وفن کا حامل ہو اور اس نے آیات قرآنی سے اپنے علم کا موازنہ کیا ہو جس طرح میں نے کیا ہے اگر اس کا عقل ذاتی مفادات کی غرض سے خالی ہو تو یقیناً وہ اسلام قبول کرے گا۔

۱۱۔ڈونالڈ ریکیول (محمد عبداللہ) (DONALD RAYKOUL)

قرآن کریم اور سیرت حضرت محمدؐ پڑھنے کے بعد اسلام قبول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت سے اسباب وعوامل نے مجھے اسلام کی طرف کھینچا ہے ان اسباب وعوامل کو نہ چھوا جا سکتا ہے اور نہ ہی احاطہ کیا جا سکتا ہے لیکن جو سب سے ظاہر ہے اور جس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کا باطن انسانی روح کے اندر سیر کرتا ہے میں نے اسلام وقرآن کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے حضرت محمدؐ کی سیرت کو بھی پڑھا تو دیکھا کہ اسلام کا عقیدہ بہت سادہ اور آسان ہے یہاں کوئی اسرار نہیں اور نہ ہی کوئی معمہ ہے جو قابل بحث وگفتگو نہ

ہو یہاں ایمان کی برگشت عقل اور کائنات کی طرف نظر کرنے سے متعلق ہے لہٰذا میں نے خدا کو پہچان لیا اور اس پر ایمان لایا اس سلسلے میں قرآن کہتا ہے کہ خدا انسان کی رگ حیات سے زیادہ قریب ہے: ﴿ونحن اقرب الیه من حبل الورید﴾

''ہم رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں'' (ق/١٦)

١٢۔ جے ڈبلیو لوگرو (J.W.LVEGROVE)

جے ڈبلیو لوگرو وا پنی زندگی سے متعلق درپیش مسایٔل ومشکلات کا حل اسلام میں دیکھ کر اسلام کو قبول کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ میرے اسلام کو قبول کرنے کے بعد دنیا کے مختلف خطوں سے یہ سوال آئے کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا۔ اس سلسلے میں میرا مختصر سا مقالہ ان سوالات کے جواب میں ہے کہ میں اس اہل نہیں ہوں کہ اسلام کے بارے میں بولوں لیکن حقیقت بیان کرنا ضروری ہے کہ اس دین اسلام کی اپنی ایک تاریخ ہے اور اس کے قائد ورہبر کی بھی اپنی ایک تاریخ ہے۔ ہماری معلومات دیگر ادیان کی تعلیمات کے بارے میں بہت کم ہیں جو معلومات ہیں وہ سب پراگندہ ومنتشر ہیں اور اپنی جگہ مشکوک بھی ہیں جبکہ دین اسلام اور اس کی تاریخ میں کسی قسم کے شک وشبہ کے سرایت کی گنجائش نہیں ہے دین اسلام کی کتاب قرآن مجید آج بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح پیغمبر اکرم کی حیات میں موجود تھی۔ جس طرح پیغمبر کی سیرت اُنؐ کے اعمال وکردار وکلمات جو تائید قرآن کے بارے میں ہم تک پہنچے ہیں، بہت صاف ستھرے اور صحیح وسالم ہیں۔ اس وقت جو میں لکھ رہا ہوں وہ ان ارشادات کی ایک ہلکی سی جھلک (شعاع) ہے جو میں نے قرآن مجید اور سیرت نبی میں پائی ہے اور اس سے میرے روح میں سکون واطمینان پیدا ہوگیا ہے جو میں دیگر مواقع پر تلاش کررہا تھا۔

۱۳۔ مسٹر ھاری نیکل (Mr.HARINICKLE)

اس نے اسلام کو بہت دقیق انداز میں پڑھا ہے جیسا کہ وہ خود کہتا ہے کہ ایک حسن وخوبی میں نے اسلام میں پائی ہے جس کے نتیجے میں میں نے مسیحیت کو چھوڑ کر اسلام کو قبول کیا۔ ''میں کیسے مسلمان ہوا اور میں کیوں مسلمان ہوا'' کہتا ہے کہ میں ہر ایک چیز کے بارے میں سوال کرتا تھا اور پوچھتا تھا کہ یہ کیوں ہے؟ لیکن دین مسیحیت کے بارے میں پوچھنے کی مجھے اجازت نہیں تھی میں نے کتاب مقدس کو کئی بار پڑھا لیکن اگر کوئی شخص انجیل کو پڑھے اور اس میں موجود قصے کہانیوں کو پڑھے تو وہ حیران ہوتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان انجیل کو پڑھنے کے بعد مسیحیوں کے خدا کو دیکھ کر پریشان نہ ہو بالکل ناممکن سی بات ہے۔ اس سلسلے میں استاد شارلیس فرانسیسی اپنی کتاب ''قصہ دین'' میں لکھتے ہیں: ''انجیل ایک کتاب ہے لیکن بہت سے امریکہ والے نہیں جانتے۔ جبکہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جسے ہر مسلمان جانتا ہے میں تو میں یہ کہوں گا کہ دین مسیحی کی خوش قسمتی ہے کہ اس کی کتاب انجیل کو کوئی نہیں جانتا کیونکہ جو انجیل کو پڑھے گا وہ مسیحیت پر باقی نہیں رہے گا میرا اس دین سے نکلنے کا واحد سبب اس کی کتاب انجیل ہے۔

۱۴۔ عبدالحمید آگار برطانوی: (ABDUL HAMEED)

یہ مستشرق برطانوی تھے بہت عرصہ مشرق اور اس کی تاریخ کو پڑھنے کے بعد اس کو قبول کیا۔ اسلام کو مسیحیت پر ترجیح دینے اسباب کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے دین کی کتاب ''قرآن مجید'' کو ایسی کتاب پایا جس میں شک وریب کی کوئی گنجائش نہیں ہے کتاب کو دیکھنے کے بعد اصل متن اور معانی کی صحت پر اطمینان ہوتا ہے اس کتاب میں شک وشبہ سے پاک ہونے کے بارے میں خود قرآن کریم کی سورہ بقرہ کی ابتدائی آیت

ہے۔ میں اسلام کو سطحی نظر سے دیکھتا تھا اور میں ان کو غیر حقیقی چیزیں سمجھتا تھا میری آنکھوں میں صدر اسلام میں وقوع ہونے والے تاریخی حوادث نے جگہ بنائی تھی میں سمجھتا تھا کہ اسلام یہی ہے جو ان تاریخوں نے بتایا ہے لیکن میں نے قرآن مجید کا دوبارہ غور سے مطالعہ کیا اور بعض برادران اسلامی کو بیت المقدس، استنبول اور دمشق میں دیکھا تو اسلام کی حقانیت پر یقین ہوا۔

۱۵۔ فیصل ڈبلیو واگنر (FEYSAL W.WAGENER)

یہ ہالینڈ کے کلیسا کا تھولیکی کارکن رہا ہے اسلام کو کئی بار پڑھنے کے بعد اسے یقین ہوا کہ اسلام دین حق ہے۔ لہٰذا ۱۹۵۲ میں اس نے اسلام قبول کیا لکھتے ہیں کہ میرے دین جدید کی تلاش اور جستجو کے بہت سے زاویئے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں سورۂ فاطر آیت ۲۴ میں ہے: ﴿وان من امة الا خلا فيها نذير﴾ ''کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو'' یہاں سے پتہ چلا کہ یہ دین ہی اسلامی دین ہے اس کی جڑیں پائیدار ہیں یہ کسی خاص گروہ کیلئے نہیں ہے اس نے میرے اندر گہرا اثر چھوڑا ہے کہ یہ دین ہی عالمی دین ہے کیونکہ یہ دین ایک گروہ تک محدود نہیں ہے

۱۶۔ علی جاہ محمد: (ALI JHAH MUHAMMAD)

یہ امریکی سیاہ فاموں میں سے ہے اور ان کی آزادی کے علمدار ہیں وہ اسلام کو قبول کرنے کے بعد اپنے دیگر ساتھیوں کے سامنے آیات قرآن مجید اور کلمات نہج البلاغہ بیان کرتے تھے تاکہ ان کو حق وعدالت کی طرف دعوت دیں اور سفید فاموں کے ظلم وستم کے سامنے استقامت پیدا کریں انھوں نے ہزاروں افراد کے سامنے اسلامی تعلیمات کو پیش کیا

## ۱۷۔میسولیون روش:(MESIVE LEVEN ROSH)

اپنی کتاب بعنوان ''۳۰ سال اسلام میں'' کہتے ہیں کہ ہم نے دین اسلام کو بہتر پایا ہے جس کی بہت سے لوگ برائی بیان کرتے ہیں یہ ایک انسانی دین ہے طبیعت سے ہم آہنگ ہے اقتصادی اور ادبی ہے ہمارے بنائے ہوئے تمام قوانین بمع شرح اس میں مفصل بیان ہیں جب میں شریعت کی طرف رجوع کرتا ہوں جسے جول سیمون نے شریعت کا نام دیا ہے ہم نے دیکھا تو اس نے یہ نام شریعت اسلام سے لیا ہے ہم نے دین کے انسان میں نفوذ کرنے اور انسان پر اثر انداز ہونے کے بارے میں تحقیق کی تو دیکھا کہ اس میں درس شجاعت' شہامت حسن و جمال اور کرامت سب بدرجہ اتم موجود ہیں بلکہ اس نفوذ کو فلاسفروں کی تعبیر کے مطابق خیر الرحمت پایا جس میں کسی قسم کے شر بے ہودگی اور جھوٹے نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ مسلمان ایک سادہ انسان ہے کسی کے بارے میں بدگمانی نہیں کرتا مال و دولت کی خاطر حرام کو حلال نہیں سمجھتا ہم نے دیکھا کہ بہت کم یہودی اور مسیحی ہیں جو مال و دولت حرام کے ذریعے نہیں کماتے ہم اسلام میں دو اہم مسائل دیکھتے ہیں جنہوں نے پوری دنیا کے ذہن کو معروف کر رکھا ہے۔ ایک اس آیت کریمہ میں کہ ''مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں'' یہ اشتراکیت کا محبوب ترین اور پسندیدہ ترین اصول ہے دوسرا یہ کہ ہر صاحب مال پر زکوۃ فرض ہے کہ وہ فقراء کو دے یہاں تک کہ وہ ناراض ہی کیوں نہ ہو اور صاحب دولت انکار ہی کیوں نہ کرے یہ بدنظمی کا بہتریں علاج ہے یہ دین فضیلت اور تعریف والا دین ہے اگر کچھ افراد پیدا ہوتے اور صحیح معنوں میں اسکی لوگوں کو تعلیم دیتے اور صحیح تفسیر و توضیح کرتے تو آج دنیا میں مسلمان سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہوتے اور زیادہ پیش رفت کرتے لیکن بدقسمتی سے ان کے درمیان افراد موجود ہیں جو اسلام کے کلمات کو

تبدیل اوراس کے حسن کومسخ کرتے ہیں جو اسلام میں نہیں ہیں اس کو اسلام میں شامل کر لیتے ہیں ان میں سے بعض افراد دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں انہوں نے جزائر میں مسلمانوں کو خط لکھا کہ فرانس کی حکومت کی اطاعت کرنا واجب ہے انقلابیوں کا ساتھ مت دو فرانس کی حکومت اچھی ہے جو لوگوں کو نیکی کی طرف لے جانے کیلئے وجود میں آئی ہے۔

۱۸۔اسحاق ٹیلر:(ISHAQ TAILOR)

یہ برطانیہ کے کلیسا کا سربراہ ہے اس نے کلیسا کی ایک کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نے تمدن کا پرچم بلند کیا ہے تاکہ انسان کو علم سکھائے اسلام انسان کو لباس حیاء و نظافت باوقار اور عزت نفس کے ساتھ رہنے کا درس دیتا ہے دین اسلام میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام کے بنیادی فوائد میں سے ایک فائدہ تمدن ہے اسلام میں تمدن کے مواقع زیادہ ہیں اسلام نے تمام منکرات وخرافات کو ختم کیا ہے اسلام نے توحید کو خدا کیلئے مختص کیا ہے اور ادنیٰ سے اعلیٰ فضائل وکمالات انسانی عفت وطہارت حفظ نفسی عدالت واحسان مہمان نوازی اور تسلیم للہ کا درس دیتا ہے مسیحیت میں برادری ظاہری ہے جبکہ اسلام میں برادری حقیقی ہے جو چیز قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ آداب اسلامی ہمارے آداب سے بہتر ہیں کیونکہ یہ لوگ خدا کی قضا کے سامنے تسلیم ہیں ایک دوسرے سے لطف و مدارات اور صداقت و برادری کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ بات کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ لوگ ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں شراب جوا بغاوت جیسی برائیوں کو جو مسیحیت میں موجود ہیں دین اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔

۱۹۔برنارڈشو:(BARNARDSHO)

یہ ایک بہت بڑا فلاسفر ہے کہتا ہے کہ انسان کے مستقبل کا دین اسلام ہے میں

نے یہ پیشنگوئی کی ہے دین محمد جلد ہی مغرب والوں کیلئے ایک پسندیدہ دین ہوگا برطانوی امپراطور کیلئے ضروری ہے کہ ہم نظام اسلامی کو اس صدی سے پہلے اپنائیں اگر محمدؐ اس دور میں ہوتے اور اس کائنات میں نئے انداز ڈکٹیٹر شپ کو اپناتے تو اس دنیا کی بہت سی مشکلات خود بخود حل ہو جاتیں اور عالم سعادت وسلامتی کی راہ پر گامزن ہوتا۔

۲۰۔ توماس کارلل:(THOMAS KARLEL)

اپنی کتاب ''الابطال وعبادۃ البطولۃ'' میں لکھتا ہے کہ خداوند عالم نے عرب کو اسلام کے ذریعے تاریکیوں سے نورانیوں کی طرف نکالا اور اسلام کے ذریعے سے ایک فاسد امت کو زندہ کیا ہے۔

۲۱۔ میسیو جان ملیا:(MESIVE JOHN MALIA)

قرآن مجید کے متعلق پمفلٹ جو کہ فرانس سے شائع ہوا اس میں لکھتا ہے کہ اسلام دین آسمانی ہے اس دین میں محبت وعاطفہ اور شرافت سب ہیں اس دین سے زیادہ عفو ودرگزر کسی دین میں نہیں ہے۔

۲۲۔ سیری۔ بی۔ دای۔ الانگلیزی:(SARI. B.DAI)

کہتا ہے کہ اسلام تمام ادیان سے بہتر جمہوریت کا قائل ہے وہ تمام انسانوں کو برابر سمجھتا ہے۔

۲۳۔ مستشرق المانی ہورتن:(HORTON)

کہتا ہے کہ اسلام اور دین علم میں اتحاد پایا جاتا ہے یہ واحد دین ہے جس نے علم اور دین کو یکجا کیا ہے آپ دیکھیں گے کہ دین کس طریقے سے علم کی لغت بنی ہے۔

۲۴۔تولستوی (TOLSTODY)

یہ کہتا ہے کہ شریعت اسلام پورے کر ؛ ارض پر پھیلے گی کیونکہ یہ عقل کے مطابق ہے اور حکمت اور عدل سے آمیز ش ہے۔

۲۵۔زعیم طائفہ او ۔ رجاپان)

اپنے رئیس سوم ''کیوتارودیکوشی'' کے ساتھ بروز جمعہ ۴ شوال ۱۴۱۱ ہجری کو جامع مسجد ابی النور سوریا دمشق میں مفتیٔ عالم شیخ احمد کفتارو کے ہاتھوں مسلمان ہوا انھوں نے کہا کہ عالم کیلئے نہ نجات ہے نہ صلاح اور نہ سعادت جب تک راہِ خدا پر نہ چلے۔ تعلیمِ اسلام ملکوں، قومیتوں، مقامی ادیان اور قبائل کے حدود سے باہر ہیں، اسلام میں عقل کے ساتھ اخلاص وقربانی ہے، میں حضرت محمدؐ کی تعلیم واخلاق سے بہت متاثر ہوا ہوں۔

دینِ اوموتو انیسویں صدی کے آخر میں جاپان میں وجود میں آنے والے ادیان میں سے ایک دین ہے ان کا دینِ اسلام میں داخل ہونے کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ دنیا میں موجود ادیان ومذاہب میں صحیح دین کی تلاش وجستجو میں رہتا تھا اسی مقصد کی خاطر وہ ادیان ومذاہب کے بارے میں انعقاد ہونے والی سیمیناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کرتے تھے چنانچہ ماسکو میں ادیان کے بارے میں ہونے والی کانفرنس میں طائفہ اوموتو نے مفتی عالم شیخ احمد کفتارو سے ملاقات کی اور ایک دوسرے سے تعارف ہوا جب رئیس اوموتو جاپان واپس گے تو انھوں نے شیخ احمد کفتارو کو جاپان آنے کی دعوت دی شیخ نے انکی دعوت کو قبول کرتے ہوئے جاپان گیا اور وہاں انھوں نے اس طائفہ کے دیگر افراد سے خطاب کیا اور انھیں سوریا آنے کی دعوت دی ۔س طائفہ کے رئیس نے سوریا آکے مزید تحقیقات کرنے کے بعد بروزِ جمعہ ۴ شوال ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء اسلام قبول کیا۔

۲۶۔ رجاء جارودی

۱۹۱۳ میلادی کو فرانس کے شہر مارسیلیا کے ایک مسیحی کیتھولک گھرانے میں پیدا ہوا۔ چودہ (۱۴) سال کی عمر میں اس نے پروٹسٹنٹ قبول کیا اور کمیونسٹ ہوا اور مارکس وانجلس ولینن کی کتابوں کو پڑھا۔ ۱۹۳۶ میں اس نے فلسفہ کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۴۵ میں وہ سیاست میں آیا۔ ۱۹۵۱ میں وہ دوبارہ شعبہ تعلیم میں آیا۔ ۱۹۷۰ میں کمیونزم سے الگ ہوا۔ ۱۹۸۲ میں اس نے ''اسلام دین مستقبل'' کے نام سے کتاب لکھی۔ ۱۹۸۲ مطابق ۱۴۰۲ ہجری میں شیخ الارض اور شیخ احمد کفتارو سے ملاقات کے بعد اسلام قبول کیا ۴۴ سے زائد کتابوں کا مصنف ہے۔

۲۷۔ بنجامین۔ اسلامی نام، عبدالاحد داود:

یہ ایران کے کردستان شہر اورمیا میں پیدا ہوا دین مسیح کی کثرت فرق ومذاہب اور کتابوں میں ضد وتنقید کو دیکھ کر ۱۹۰۰ مین اپنے منصب مستعفی ہوا۔ ۱۹۰۳ میں برطانیہ گیا وہاں سے ۱۹۰۴ کو ایک وفد کا رکن بن کے دوبارہ اورمیا آیا ایران آتے وقت استنبول میں شیخ آفندی دیگر علماء سے ملاقات کے بعد اسلام قبول کیا۔

اسلام قبول کرنے کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس کو کسی چیز سے جوڑنا صحیح نہیں بلکہ خدانے اپنی عنایات سے یہ توفیق دی۔ اس نے ایک کتاب ''محمد فی الکتب المقدس'' کے نام سے لکھا اس میں اس نے لکھا ہے کہ انسان کو اپنے نفس کے ساتھ سچا ہونا چاہئے' فکر میں پختگی' نجات کی طرف رغبت اور حقائق کے سامنے بغیر تردد کے تسلیم ہونا چاہئے یا تکبر وغرور کر کے اپنی انا کو منوانا عناد ودشمنی کرنا یہ عقل کے خلاف ہے یہ کہہ کر اس نے اسلام قبول کیا۔

۲۸۔ لیوپولد وائس (Lcopold Wciss) (محمد اسد)

یہ ۱۹۰۰ میں نمسا کے لیو (Livow) میں پیدا ہوئے مشرق زمین کو پڑھنا شروع کیا مجلہ' فرینک فرٹرز یتونگ (Frankfurter Zeitung) کو پڑھا دینِ اسلام قبول کرنے کے بعد افریقہ' افغانستان اور پاکستان کا دورہ کیا اسلام کے بڑے جید علماء میں شمار ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کو دیکھ کر میری تعجب میں اضافہ ہوا کہ کیوں مسلمان اس حیات بخش دین کی تطبیق کرنے سے گریز کرتے ہیں اسی جستجو اور تجسس نے مجھے اسلام سے نزدیک کیا۔

مستشرقین ومعاندین اور حاقدین اسلام ومسلمین کی ایک اجمالی فہرست

ہم یہاں جن وہ افراد نے اسلام اور نبی اسلامؐ بالخصوص قرآن کریم کے بارے میں بغض وکینہ وعداوت اور خورشید اسلام کو غروب کرنے کی کوشش اور مہم چلائی ہے ان کی ایک فہرست پیش کریں گے اور اُنھوں نے اس سلسلہ میں کیا کیا تجاویز پیش کی ہیں اور کیا واردات اور اقدامات کیے ہیں وہ بعد میں بیان کریں گے لیکن پہلے اُنکے اسمائے نحوست کی ایک فہرست قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

۱۔ سنوک ہر جورونیہ: (SNOK HAEJOROINIA)

یہ ہالینڈ کا مستشرق ہے اس کی زندگی اور سرگرمیوں سے آپ پر آسانی سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ استشراق تبشیری اور استعمار تینوں ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ چنانچہ اس شخص نے اپنے تمام علم کو ان تینوں چیزوں کیلئے وقف کردیا تھا۔ اس نے تبشیر واستعمار کے حصول مقاصد کی راہ ہموار کرنے میں بہت کردار ادا کیا ہے یہاں تک کہ

اسے بطلِ مجاہد کا لقب حاصل ہوگیا۔ جسکا مطلب ہے کہ اپنے نفس کو مسیحیت کیلئے قربان کرنا۔ یہ (۱۸۵۷ء) میں پیدا ہوا اس نے ایک علمی گھرانے میں علم لاہوت پڑھا۔ لاہوت مسیحی پڑھنے کے بعد اُس نے عربی زبان پڑھی اور ''حج الی مکہ'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ یہ شخص (۱۸۸۵ء) میں مسلمان بن کر مکہ گیا اور چھ ماہ عبدالغفار کے نام سے مکہ میں رہا پھر وہ مسلمان بن کر انڈونیشیا گیا اور کسی رئیس کی بیٹی سے شادی کرلی۔ اُس سے اُس کی اولاد بھی ہوئی اُس نے مکہ اور انڈونیشیا میں بہت سے علماء سے بھی ملاقاتیں کیں۔ اس نے انڈونیشیا میں مسلمانوں کو مسیحی بنانے کیلئے بہت سے مدرسے کھولے اور انڈونیشیا اور ہولینڈ میں مرکز تبلیغات قائم کرنے کی منصوبہ بندی کی۔

۲۔ جیک (JACK)

یہ نامور مستشرقین میں سے تھا۔ وہ کہتا ہے مسلمانوں کا اتحاد در حقیقت پورے عالم پر ایک لعنت ہے انکا منتشر اور متفرق رہنا اور ایسا افتراق کہ عالمی اور سیاسی مقام میں انکا کوئی وزن نہ ہو اور سیاست کی گردش میں انکا کوئی کردار نہ ہو۔

۳۔ ارنوطوبنی (ARNOWTAVNI)

یہ فلسفہ اور تاریخ کا ماہر تھا۔ اس نے مسلمانوں کی وحدت اور اتفاق کو مغرب کیلئے ایک بڑا خطرہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر محمدؐ ایک داعی کی صورت میں رہتے اور سیاست میں حصہ نہ لیتے تو وہ روحانیت کے بلند مقام پر فائز ہوتے۔

۴۔ مستشرق جورتمر (JORTAMER)

یہ ۱۸۵۰ء اور ۱۹۲۱ء کے دور کا مستشرق ہے یہ یہودی ہے اور دوسرا مستشرق ''ماگیوس'' ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام نصرانیت کی ایک شاخ ہے اسلام میں جو کچھ خوبی

ہے وہ اسے دین مسیحیت سے ملی ہے۔ اسکے علاوہ فقہ اسلام توریت سے لیا گیا ہے اور قانون رومن سے لیا ہے۔ "جورج تسحیر" نے کہا ہے جو کچھ محمدؐ کی طرف نسبت دیتے ہیں یہ سب پہلی صدی کی پیداوار ہیں۔ صدر اول میں مسلمانوں کے پاس احکام شریعت واضح نہیں تھے۔ حتی صدر اول کے مسلمان بلکہ انکے ائمہ اور پیشوا اپنی تاریخ سے واقف نہیں تھے۔ اس نے غلط اور ضعیف روایات کو جمع کیا ہے جنھیں ایک ادنی طالب علم دیکھے تو اسے یہ مضحکہ خیز نظر آئیں۔ اسکی کتاب کو یورپ میں بہت فروغ ملا خاص کر مستشرقین کے حلقہ میں۔ [1]

۵۔ دافع مار گولیس (DAFAK MARGOLOUS)

یہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں استاد رہا ہے۔ اسلام کے بارے میں حیات محمدؐ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اسکے علاوہ عربوں اور یہودیوں کے تعلقات کے بارے میں لیکچر دیے ہیں۔ [2]

۶۔ سری ھنری الیوت:(SIR HENERY ELLIAT)(1808-1853)

یہ انگریز مستشرق تھا اس نے مسلمانان ہند کے بارے میں تحقیق کی اور ان کتابوں کی فہرست لکھی جو لوگوں نے حکومت اسلامی ہند کے بارے میں لکھی تھیں اس نے پہلے ۱۸۱۳ء کور الکسپر نجز (۱۸۱۳ سے ۱۸۹۳) اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی حکمرانی کی تاریخ لکھی اسی تاریخ کے سہارے اس نے اس سلسلے میں تمام تاریخی نسخے جمع کیے اور اس سلسلے میں ستائیس کتابوں کے چھاپنے کا فیصلہ کیا اس سلسلے میں جو بھی کتاب ملی اس نے جمع کی اس طرح اس کے پاس کل ۲۳۱ کتابیں جمع ہوئیں۔

---

[1] اشتراق ص ۱۳۶     [2] استشراق ص ۴۸

## ۷۔ سر آرنلڈ توماس ورکر

(1844-1930)(SIR THMWS WALKER ARNOLD)

یہ انگریز مستشرق ہے ۱۸۶۴ء میں پیکن پورٹ (PEKENPORT) میں پیدا ہوا اور اس نے لندن سٹی اسکول میں داخلہ لیا پھر ۱۸۸۲ میں کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا وہاں سے استشراق کے بارے میں بیلس کارلل (ED.BYLES COUREL) اور (WILLIAM ROBERKSON SMITH) کے دروس سے متاثر ہوا۔ کیمبرج یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد اس کے پاس اسلام کے بارے میں مواد جمع ہوا اس طرح اس میں اسلام کے بارے میں جاننے کا شوق پیدا ہوا انہوں نے علی گڑھ اسلامک یونیورسٹی کو درس تدریس کیلئے منتخب کیا وہاں پر ۱۸۸۸ء تا ۱۸۹۸ء تک رہے اس مدت میں توماس آرنلڈ کے پاس اسلام کے بارے میں بہت سے مواد جمع ہوئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی جس کی بنیاد سر سید احمد خان نے اسلامی ثقافت کو چھوڑنے کی خاطر رکھی تھی اس میں اس نے مسلمانوں کا لباس پہننا شروع کردیا اور یونیورسٹی کے اندر تنظیم بنائی تاکہ سر سید احمد خان کے اہداف کو آگے بڑھا سکے اور ایک کتاب ''الدعوۃ اسلامی'' کے نام سے ۱۸۹۶ء میں لکھی۔ ۱۸۹۸ء میں لاہور کالج میں استاد بنا جسے بعد میں یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا اس کالج میں ان کے شاگردوں میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے جنھوں نے مسلمانان ہند کیلئے ایک الگ وطن کی فکر پیش کی۔ یہ ۱۹۰۴ء میں واپس لندن چلا گیا ۱۹۰۹ میں ہندوستان سے آنے والے طلاب کی وزارت امور تربیت کا مشیر منتخب ہوا ۱۹۲۹ء میں اسے مصر دعوت دی گئی اور ۱۹۳۰ء میں دل کی بیماری کی وجہ سے ۶۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۸۔ النسپرنجر (ALOYS SPRENGER)(1813-1893)

یہ یورپی مستشرق ہے ۱۸۴۲ء کو اس نے برطانیہ کی شہریت حاصل کی اور مروجاز کا ترجمہ کیا ۱۸۴۳ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کلکتہ میں ڈاکٹر بنا اور ۱۸۴۴ء کو دہلی یونیورسٹی کا چیرمین منتخب ہوا اس نے گلستان سعدی کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا مصر، شام، عراق کا دورہ کیا ۱۸۵۷ء کو اس نے ہندوستان چھوڑا اور اس نے دو کتابیں حیات محمدؐ اور تعالیمہ تین جلدوں میں لکھیں اور ۱۸۹۳ کو وفات پایا۔

( LIFE OF MUHAMMAD FROM ORIGINAL SENCE )

۹۔ سنیک جو لانی (SANK JOLANI)

یہ ہالینڈ کا مستشرق تھا انڈونیشیا کے مسلمانوں کے خلاف حکمت عملی میں اپنی حکومت کا مشیر تھا۔ اس نے وہاں کے مسلمانوں کو نا قابل برداشت نقصانات پہنچائے۔ ان نقصانات میں سب سے اہم وہاں کے مسلمانوں پر سیکولر نظام کو مسلط کرنا تھا اور اسکے علاوہ اس نے وہاں محبت کے فروغ کی داغ بیل ڈالی۔

۱۰۔ میڈونل (MADANEL)

یہ برطانیہ کا مستشرق تھا اور برصغیر کے مسلمانوں کے خلاف اپنی حکومت کا مشیر تھا۔

۱۱۔ جب: یہ برطانیہ اور امریکہ دونوں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف سیاسی اقدامات کرنے کا مشیر تھا۔

۱۲۔ مارنیوٹن (MARNIWTEN)

یہ حکومت فرانس کا مستشرق تھا۔ اور اسی حکومت کی طرف سے افریقہ کے مسلمانوں کے خلاف حکمت عملی اپنانے کا مشیر تھا۔ اس کے اقدامات میں لوگوں کو مسیحی

بنانا، فرانسیسی زبان کی ترویج کرنا عربی زبان کو پیچھے کرنا، عرب اور عجم میں تفرقہ ڈالنا وغیرہ شامل تھے۔ اسکی وجہ سے الجزائر میں ملین سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔

۱۳۔ برنالڈلونس (BARNALDS) یہ مستشرق یہودی تھا۔ امریکہ اور اسرائیل کا سیاسی مشیر تھا۔ اس نے عربوں اور مسلمانوں کے خلاف حکمت عمل مرتب کی۔

۱۴۔ نولڈک (NOLDEK)

نولڈک محمدؐ کے بارے میں اتنی عداوت رکھتا تھا یہاں تک وہ اپنے زمانے میں تمنا کرنے لگا کہ اگر عرب سب متحد ہو جاتے اور محمدؐ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے' عرب قبائل آپس میں یہ عہد کرتے کہ وہ اپنی عادت ورسومات کے دفاع کی خاطر متحد ہوں اور محمدؐ سے لڑتے تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے لیکن اُس وقت کے عرب کی انتشار و ناتوانائی نے محمدؐ کو موقع دیا کہ قبائل عرب یکے بعد دیگرے ان کے سامنے خاضع ہوتے گئے اور وہ (محمدؐ) ان پر طاقت وقدرت سے غلبہ حاصل کر گئے کبھی دوستانہ معاہدوں سے اور کبھی صلح صفائی کے نام سے۔

۱۵۔ لوبس ماسینیون (Louis.Massignon)(۱۲۹۹۔۱۳۸۲ھ، ۱۸۸۳۔۱۹۶۲م)

فرانس کا مشہور مستشرق ہے اسلام کے لیے سب سے زیادہ عداوت ودشمنی رکھنے والا خطرناک مستشرق تھا یہ اپنی جوانی میں فرانس کی وزارت مستعمرات میں افریقہ کا مشیر رہا پانچ سال فرانسیسی فوج میں رہا مصر اور دمشق کے مجمع علمی کے رکن رہا فلسفہ تصوف حلاج صوفی وغیرہ کے بارے میں کتب ومقالات لکھے اور مصر میں جمعیات تبشیری کے معلم ومرشد بنا جنگ عالمی اول میں فرانس کی فوج میں شامل تھا "مجمع اللغوی المصری والمجمع العربی فی دمشق" کے رکن تھے فلسفہ اور تصوف میں ڈاکٹری کی تھی۔

۱۶۔ یوسف شاخت (Joseph.Schakhet) (۱۳۲۰۔۱۳۹۰ھ۱۳۹۰۔۱۹۷۰م)

یہ جرمن مستشرق ہے اسلام کا بدترین دشمن تھا دائرۃ المعارف برطانیہ لکھنے والوں میں سے ہے۔ جرمن کے شہر راتیبور میں پیدا ہوا وہاں عربی سیکھی۔ فلسفہ میں ڈاکٹری کی۔ مصر میں لغت عربی کا استاد رہا۔ برطانیہ کی وزارت اطلاعات میں رہے پھر برطانیہ کی شہریت حاصل کرلی۔ جزائر اور ہولینڈ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی۔ جرمنی، انگریزی، فرانسیسی، عربی ادب اور فقہ کے بارے میں کتابیں لکھیں۔

۱۷۔ هنری لامنس السیوعی

(H.Lommens) (۱۲۷۸۔۱۳۶۵ھ۱۸۶۲۔۱۹۳۷م)

یہ فرانس کا مستشرق تھا دائرۃ المعارف اسلامی برطانیہ کے لکھنے والوں میں سے تھا اسلام کا دشمن تھا۔ یہ بلجیک میں پیدا ہوا اور مسیحی راہبوں میں سے تھا۔ انگلینڈ میں علم لاہوت اور آثار قدیمہ پڑھے۔ اور بیروت میں جریدۃ ''البشیر'' کو چلایا اور جریدۃ البشیر اور مجلہ مشرق کا رکن بھی رہا۔ اسلام کے ساتھ حد سے زیادہ عداوت و دشمنی رکھتا تھا اس نے اسلام وعرب کے خلاف فرانسیسی زبان میں چندین کتابیں لکھیں جن میں خلافت، معاویہ، خلافت اور تاریخ سوریا وغیرہ شامل ہیں۔

۱۸۔ رینولڈالین نیکلسن

(Reynold.Allen.Nicholson) (۱۲۸۵۔۱۳۶۴ھ۱۸۶۸۔۱۹۴۵م)

یہ انگلینڈ کے بڑے مستشرقین میں سے تھا فلسفہ اور تصوف میں ڈاکٹری کی، کیمبرج یونیورسٹی سے عربی اور فارسی تعلیم حاصل کی۔ دائرۃ المعارف برطانیہ کے لکھنے والوں میں سے تھا تصوف اسلامی اور فلسفہ اسلامی کا استاد تھا مجمع اسلامی مصر کا رکن بھی رہا۔ اسلام

کے سخت ترین مخالفین میں سے تھا اس نے عطار کی ''تذکرۃ اولیاء'' نشر کی ''ترجمان الا شواق'' نشر کی مقالات فی التصوف ابن عربی کو چھپوایا اور ''دراسات فی التصوف الاسلامی'' لکھا۔

۱۹۔ ڈیوڈ صموئیل مرجلیوث

(Davide.Samuel.Margoliouth) (۱۲۷۴۔۱۳۵۹ھ،۱۸۵۸۔۱۹۴۰م)

یہ برطانوی مستشرقین میں سے ہے دائرۃ المعارف کے لکھنے والوں میں شمار ہوتا ہے متعصب اور ضد اسلام ہیں مجمع العلماء دمشق اور برٹش کارکن رہا۔ لندن میں پیدا ہوا اور وہیں فوت ہوا۔ اس نے بلفور میں عربی زبان میں ایک خطاب کیا جس میں کہا کہ عراقی قدیم زمانے سے بیرونی حکمرانوں کے عادی رہے ہیں ان پر مغلوں نے حکومت کی اور ایرانیوں نے حکومت کی وہ اپنے آپ پر حکومت نہیں کر سکتے لہٰذا ان کو چاہئے کہ انگریز کو اپنا وصی مانیں اور ان کے ساتھ رہیں۔

۲۰۔ ڈنکن بلیک میکڈونلڈ

(Duncan.Black.Macdonald) (۱۳۶۲ھ،۱۹۴۳م)

یہ امریکی مستشرقین میں سے تھا اور اسلام و مسلمین سے تعصب رکھتا تھا۔ تبشیری علوم پر حاوی تھا۔ دین اسلام کے بارے میں دوسروں سے زیادہ معلومات رکھتا تھا دائرۃ المعارف اسلامی برطانیہ کے اہم ارکان میں سے تھا اس کے بہت سے محاضرات و مقالات اسلامی ثقافت کے بارے میں ہیں اور یہ ''الف لیلا'' کو زیادہ اہمیت دیتا تھا۔

۲۱۔ اِگناز گولڈ ذیہر (Ignaz.Gold.Ziher) (۱۲۶۶۔۱۳۴۰ھ،۱۸۵۰۔۱۹۲۱م)

یہ مستشرق مجری ہے موسوعہ دائرۃ المعارف کا محرک رہا اسلام دشمنی میں مشہور ہے

ایک بڑے یہودی خاندان میں پیدا ہوا ۱۸۶۹ء کو برلین گیا اس نے بوداپست کو برلن اور لیپسیک میں پڑھا۔اس نے اسلام کے خلاف بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔اس کے بعد سوریا، اور وہاں سے فلسطین اور پھر جامعہ اظہر مصر میں کچھ وقت گذارا اور عاصمۃ الجزائر میں بھی رہا۔اس نے اپنی تمام ترکوشش وتوجہ علوم عربی اور اسلام کی طرف رکھی اس کی زیادہ تر تحقیقات ،تصنیف وتالیف مکالمہ نویسی ،تفسیر قرآن ،روایت مذاہب وادیان کی طرف رہی ہیں اس نے جرمنی، انگریزی اور فرانسیسی زبان میں کتابیں لکھیں اور فقہ اسلامی ،ادب عربی قرآن وحدیث اور عقیدے کے بارے میں کتابیں لکھیں اور ایک کتاب تاریخ مذاہب التفسیر الاسلامی پر بھی لکھی جو کہ ۱۹۸۴ء کو نشر ہوئی۔

۲۲۔ الفرد جیوم برٹش (A.Geom)

یہ بھی اسلام کے سخت دشمنوں میں سے ہیں برطانیہ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں مدرس اور مصر کے بہت سے دانشوروں کی استاد رہا ہے۔

۲۳۔ بارون کارادی فو (Baron Carra de Vaux)

یہ فرانسی مستشرق ہے اسلام ومسلمین کے سخت دشمن اور اُنکے خلاف مہم جوئی میں مصروف رہا دائرۃ المعارف اسلامی برطانیہ کے ارکان میں سے ہے۔

۲۴۔ ہ.ا.ر.جب (H.A.R.Gibb)

اسکا تعلق برطانیہ سے ہے اور عصر حاضر کے بڑے مستشرقین میں سے ہے۔مجمع علمی مصر کا رکن رہا ہے ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ میں علوم اسلامی وعربی کا استاد بھی رہا۔دائرۃ المعارف اسلامی برطانیہ کے اہم ارکان میں سے ہے۔کتاب ''طریق الاسلام'' کا مؤلف ہے اس نے دائرۃ المعارف کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ کیا۔

۲۵۔ جولدتسیہر مجری (Goldizher)

اس کی اسلام دشمنی سب کے لئے واضح ہے اسکی کتابیں اسلام و مسلمین کے لئے خطرناک ثابت ہوئی ہیں ۔دائرۃ المعارف اسلامی برطانیہ کا بانی رہا ہے قرآن وحدیث اور تاریخ مذاہبِ تفسیر کا مؤلف ہے۔

۲۶۔ جوماینارد (Maynard)

یہ امریکی مستشرق ہے اسلام و مسلمین کے خلاف سخت قلم اٹھانے والوں میں سے ہے۔

۲۷۔ س.م.زویمر (S.M.Zweimer)

یہ مستشرق تبشیری ہے اپنی اسلام دشمنی میں شہرت رکھتا تھا مجلّہ ''عالم اسلامی جماعت تبشیری'' امریکہ کا بانی رہا ہے مسیحی تبشیری جماعت کیلئے بہت سے خدمات انجام دی ہیں۔

۲۸۔ فون جرونباوم (G.Von.Grunbaun)

یہ جرمن کا یہودی ہے شکاگو یونیورسٹی میں استاد رہا ہے اسلام کا سخت دشمن تھا اسلام و مسلمین پر سخت تنقید کی ہے اسلام کے خلاف بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

۲۹۔ فلیب حتی (Ph.Hitti)

یہ لبنانی مستشرق ہے امریکہ کی یونیورسٹی میں استاد رہا ہے۔اسلام کے سرسخت دشمنوں میں سے ہے شرقِ اوسط سے متعلق وزارت خارجہ امریکہ کا مشیر رہا ہے۔

۳۰۔ ا.ج.فینسیک (A.J.Wensink)

اسلام و نبی اسلام کا سخت ترین دشمن ہے مجمع لغت عرب مصر کا رکن رہا اس نے قرآن و پیغمبرؐ کے بارے میں یہ جسارت کی ہے کہ محمدؐ نے قرآن کو گذشتہ دینی اور فلسفی

کتابوں سے نقل کیا ہے۔

۳۱۔ کینیت کراج (K.Cragg)

یہ اسلام کا سرسخت دشمن تھا امریکن یونیورسٹی قاہرہ میں استاد رہا۔ مجمع عالم اسلامی امریکہ کا مقالہ نگار تھا۔ فلسفہ لاہوت مسیحی ھارفورتفورد کا رئیس رہا۔ مجلہ عالم اسلامی جو امریکہ میں تبشیریوں کی طرف سے نکلتا ہے اس کا بھی رئیس تحریر تھا۔

۳۲۔ اے۔جے۔ اُربری (A.J.Arburry)

یہ برطانوی مستشرق ہے کیمبرج میں استاد رہا۔ اسلام و مسلمین سے سخت تعصب رکھنے والوں میں شمار ہوتا ہے اور دائرۃ المعارف اسلامی برطانیہ کے لکھنے والوں میں سے ہے بدقسمتی سے یہ دشمنِ اسلام و مسلمین، وطن اسلامی مصر میں بہت سے مسلمانوں کا استاد رہا ہے اور برطانیہ کے اکثر و بیشتر عرب فارغ التحصیل لوگ اس کے شاگرد رہے ہیں۔ اس نے ۱۹۴۳ء کو ''اسلام الیوم'' کے نام سے اور ۱۹۵۰ء کو ''ترجمۂ قرآن'' تصنیف کر کے نشر کیا۔

۳۳۔ کارلبروکلمان (Brocklemann)(۱۳۸۵۔۱۳۷۵ھ، ۱۸۶۸۔۱۹۵۶م)

یہ بیسویں صدی کے بڑے مستشرقین میں سے ہے یہ جرمنی کے شہر رستوک میں پیدا ہوا فلسفہ اور لاہوت میں ڈاکٹری کی ۔لغت سامیہ اور عربی نولڈک سیکھا۔ یہ جرمنی کی چند یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہے۔ جرمن لائبریری کے مکتبے کا امین رہا۔ ''تاریخ الشعوب السلامیۃ'' لکھا جو بیروت میں عربی میں ترجمہ ہو کر چھپا۔

۳۴۔ کارل فلھلم سترستین ( karl Vilhelm Zetterstee'n)

یہ سویڈن کا مستشرق ہے۔ بہت سی تنظیموں کا رکن رہا ہے مجمع علمی عربی کا رکن بھی رہا

ہے۔ یہ سویڈن کے شہر اورستہ میں پیدا ہوا اور ۱۸۹۵ء میں جامعہ اوبسالہ سے ڈاکٹریٹ کی اور یہ زبان سامی کا استاد رہا ہے۔ اسکے علاوہ مصر، شام اور تیونس کے دورے کیے اور مجلّہ عالم شرقی کا سرپرست بھی رہا ہے۔ بہت سی مستشرقین کانفرس میں شرکت کی۔ قرآن کا سویڈن زبان میں ترجمہ کیا ہے اور اسکے علاوہ ''تاریخ حیات محمدؐ'' لکھی ہے۔

۳۵۔ جورجیو لیفی دلا فیدا (G.Levi, Della Vida)

یہ اٹلی کا مستشرق ہے روم میں پیدا ہوا اور وہیں وفات پائی۔ سامی زبان کا استاد رہا ہے۔ الفاتیکان کی کتابوں کی فہرست ترتیب دی ہے۔ نصرانیت سے متعلق قلمی نسخوں کی تنظیم کی ہے۔ اس شخص کی تعظیم میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔

۳۶۔ کارل فلرس (Karl Vollers)

یہ جرمن مستشرق ہے مکتب خدیویہ دار الکتب المصریہ کا مدیر رہا ہے اور جرمن یونیورسٹی میں استاد رہا ہے۔

۳۷۔ فرانتس بول (Frantz Buhl)

یہ ڈنمارک کا مستشرق ہے مجمع علمی عربیہ کا رکن رہا ہے۔ کوبن میں پیدا ہوا اور وہاں ہی وفات پائی لغت سامیا کا استاد رہا ہے۔ دائرہ معارف اسلامیہ میں چندین فصل لکھی ہیں اور اسکے علاوہ بعض اسلامی شخصیات کے بارے میں لکھا ہے۔ فلسطین کا پرانا جغرافیہ ڈنمارک اور جرمنی زبان میں لکھا ہے۔ کتاب ''حیات محمدؐ'' ڈنمارک کی زبان میں لکھی ہے۔

۳۸۔ جاکب بارت (Jacob Barth)

یہ جرمنی کا مستشرق ہے الکلیۃ الاکلیرکیۃ میں استاد رہا ہے۔ عربی اور عبرانی زبان

میں کتابیں لکھی ہیں۔

۳۹۔ ج.ہ. کریمرز ( J.H.Kramers )

یہ ہالینڈ کا مستشرق ہے۔ اسلام کے خلاف بہت سے شبہات پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے۔

۴۰۔ ادوین کالفرلی ( E. Kramers )

یہ امریکہ کا مستشرق ہے۔ اسلام سے سخت تعصب رکھتا ہے۔ مجلہ عالم اسلامی امریکہ کا مدیر رہا ہے۔ قاھرہ میں امریکن یونیورسٹی کا مدیر رہا ہے۔ تبشیر کی ہراول شخصیات میں سے ہے۔

۴۱۔ پاول کراوس ( Paul Kraus )

یہ جرمن کا مستشرق ہے چیکو کا رہنے وال ہے۔ علوم شرقیہ کو برلن میں حاصل کی اور وہاں ہی مدرس رہا ہے۔ اسکے علاوہ جامعہ فؤاد الاول مصر میں مدرس رہا ہے۔ اسلام سے سخت دشمنی و عداوت رکھتا تھا اور دعوی کیا کہ قرآن عربی نہیں ہے۔ دائرہ معارت لندن لکھنے والوں میں سے ہے۔ اس نے ۱۹۳۶ء میں خودکشی کی۔

۴۲۔ گستاو ویل ( Gustav Weil )

یہ کہتا ہے حضرت محمد کو بیماری صرع ( مرگی ) لاحق تھی۔

۴۳۔ الویز سپرینگر ( Alouis Spranger )

یہ کہتا ہے پیغمبر بے ہوشی کی بیماری اور ھسٹیریا میں مبتلا تھے۔

۴۴۔ سر ویلیم میور ( Sir William Muir )

یہ کہتا ہے محمدؐ نے جب دعویٰ پیغمبری کیا تو وہاں مکہ میں صفاء فکری اور صفاء دلی کے ساتھ تھے جب مدینہ میں داخل ہوئے تو دنیا کی طمع اور لالچ میں دام شیطان میں گھر گئے۔

۴۵۔ ڈی ایس مارگو لیوتھ (D.S.Margoliouth)

کہتا ہے محمدؐ نے بغیر کسی تردد اور سوچ سمجھ کے لوگوں کو مشغول رکھا۔ تاریخ انسانیت میں بعض خارق عادت انسان ایسے تھے جو شکار کرتے تھے اس طرح محمدؐ نے بھی کیا۔

۴۶۔ تیو دور نولدک (TIEODOURNOLDICK)

گرچہ انہوں نے پیغمبرؐ کے حق گو اور حقیقت شناس ہونے پر تاکید کی ہے۔ تاہم وہ یہ بھی کہتا ہے کہ محمدؐ بیماری صرع (مرگی) کے احتمال کے باوجود لوگوں کے احساسات و جذبات کی زد میں تھے۔ اس کی وجہ سے وہ دعوی کرنے لگے کہ میرے خدا کا غیب سے رشتہ ہے۔

۴۷۔ فرانتس بوھل (Frants Buhl)

کہتا ہے کہ تاریخ کی اہمیت ہے کہ تاریخ کے ابتداء سے ہی دینی تحریکوں کے زیر اثر انداز رہی ہے۔ یہاں تک کہ چند سال کے اندر جو یہودی مدینہ کے گردنواح میں رہتے تھے سب کو ختم کیا اور وہاں سے باہر نکال دیا۔

۴۸۔ مرغیوث (MARGIOUS)

کہتا ہے محمد ہجرت کے چھٹے سال جارحیت پر اُتر آئے اسکی یہ توجیہ پیش کی جاسکتی ہے کہ اہل مکہ کو محمد کی دولت لوٹنے کا کوئی جواز نہیں تھا انھوں نے محمد کو مکہ سے نکال باہر کیا۔ ان کی جائیداد پر قبضہ کیا۔ مدینہ کے گردونواح میں جو یہودی تھے ان کے ساتھ بھی محمدؐ نے یہی سلوک کیا ممکن ہے کہ وہ اس کی توجیہ پیش کریں کہ انہوں نے عہد توڑا وعدہ خلافی کی۔ لیکن خیبر والے جو مدینہ سے دور تھے کسی سے زیادتی نہیں کی تھی نہ کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تھی سوائے انکے ایک سفیر اور نمائندہ کو قتل کیا تھا لہذا وہ انتقام کے موجب نہیں بنتے تھے۔ انہوں (محمدؐ) نے ہجرت کے ابتدائی دنوں میں یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں جیسا

سلوک کیا لیکن ۶ ہجری کے بعد ان کا یہ موقف بالکل بدل گیا۔ وہ مختصری ایک بات پر ان کے خلاف جارحیت کو جائز سمجھتے تھے۔ ان کے نفس پر آمریت کا تصور اسی انداز میں حاوی تھا جس طرح سکندر اور نابلیوں کا۔ محمدؐ کا خیبر پر تسلط اور لشکر کشی ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اسلام عالمی امن کیلئے کتنا خطرہ ہے۔ انہوں نے دین اسلام کا دین الٰہی ہونے سے انکار کیا بلکہ کہا کہ یہ دین ایک معجون و مخلوط فکر ہے جو یہودیت اور مسیحیت سے ماخوذ ہے۔

۴۹۔ سموئیل ذوایمر (SAMEOIL ZOIMER)

یہ مستشرقین میں سب سے زیادہ مشہور و معروف مستشرق ہے یہ امریکی قسیس کے نام سے معروف ہے اس نے مجلہ عالم اسلامی کے نام سے ایک مجلہ کی اشاعت کی جو تبشیری جماعت کا سب سے خطرناک مجلہ ہے اس کا مواد اسلام سے مسیحیت اپنانے والوں کے بارے میں ہے۔ اس مجلے کی اس نے چھتیس سال تک سرپرستی کی اس نے بصرہ، کویت، قطر اور عرب امارات وغیرہ میں بہت سے مدارس، کتب خانے، کلیسا اور ہسپتال قائم کئے۔ سموئیل کہتا ہے کہ تبشیریوں کا یہودیوں سے گہرا ربط ہے۔ وہ خود کو اسرائیلیوں اور یہودیوں کا فرزند اور حلیف سمجھتا ہے۔

۵۰۔ جارج سیل (G.Sali)

جارج سیل نے ۱۷۳۶ء امیلادی میں انگریزی زبان میں شائع ہونے والے ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں لکھا کہ محمدؐ دراصل قرآن کریم کے مؤلف تھے اور اس بات میں کسی قسم کی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن کریم محمدؐ کی تالیف و تخلیق ہے۔ جارج سیل اس مسئلے کو انتہائی اہمیت دیتا تھا اور خود کو آدھا مسلم کہتا تھا۔

۵۱۔ رچرڈبل (Richard Bell)

یہ اڈنبرگ یونیورسٹی کا استاد ہے اس نے دو جلدوں میں قرآن کا ترجمہ لکھا ہے۔ وہ ترجمہ قرآن کے مقدمے میں لکھتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے قرآن کریم لکھنے میں کتب مقدس خصوصاً توریت کے قصص پر زیادہ اعتماد کیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآنی معلومات کو یہودی اور نصرانی مصادر سے اخذ کیا ہے کیونکہ مدینہ منتقل ہونے کے بعد وہ یہودی شخصیات سے زیادہ ملتے تھے، اس لئے انہیں یہودی کتابوں سے استفادہ کرنے کا زیادہ موقع ملا ہے۔

۵۲۔ لوٹ (LOT)

وہ کہتا ہے کہ حضرت محمدؐ قرآن کریم میں حروف مقطعات کو پیش کرنے میں غیر عربوں یعنی یہودیوں سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔

۵۳۔ باٹ (BOT)

انہی مستشرقین میں سے ایک باٹ ہے یہ کہتا ہے کہ حضرت محمدؐ کی معلومات نصرانیوں سے ماخوذ ہیں۔ [1]

۵۴۔ باتریسیا کرون ومایکل کوک

(BATRISA CROWN MAICHEAL KOCK)

یہ دونوں عصر حاضر کے سخت دشمنِ اسلام مستشرق ہیں جو مغرب کی بڑی یونیورسٹیوں کے استاد ہیں باتریسیا کرون تاریخ اسلام آکسفورڈ یونیورسٹی کا استاد ہے اور مائیکل کوک تاریخ اقتصاد عالم اسلام کیمرج یونیورسٹی کا استاد ہے ان دونوں نے مل کے حال ہی میں ایک کتاب ''الھاجریۃ وتکوین العالم الاسلامی'' کے نام سے تالیف کی ہے اس

[1] اسلام واستشراق (مجلۂ توحید، ۱۴۰۹ھ، صفحہ ۱۲۲)

میں اسلام اور نبی اسلام کو اپنے غم وغصہ سے بھرے دل اور زبان کی سب وشتم اور طعن کا نشانہ بنایا ہے اب ان دونوں کی یہ کتاب مغرب کی یونیورسٹیوں میں عالم اسلامی اور استشراق سے متعلق طلاب واساتید کا مصادر وماخذ ہے ان دونوں کی اپنی علم وتحقیق سے عاری اور اسلام دشمنی پر لکھی جانے والی اس کتاب میں ہے کہ ساتھویں صدی سے پہلے قرآن نامی کتاب کا کوئی ذکر نہیں ملتا اس طرح پیغمبر کا مکے سے مدینے ہجرت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

۵۵۔مستشرق ریجس بلاشر EGIS BLACHARE 1900-1973

مستشرق ریجس بلاشر ۱۹۰۰ کو فرانس کے شہر موزوج میں پیدا ہوا۔ ۱۹۱۵ سنہ کو اپنے باپ کے ساتھ مغرب میں گیا اور اپنی تعلیم بیضا میں ایک فرانسیسی مدرسہ میں حاصل کی پھر اسے رباط و جزائر کی یونیورسٹیوں میں دوام دیا اور مدرسہ مولا یوسف میں بطور مدرس تعینات ہوا اس نے قرآن مجید کا فرانسیسی زبان میں ایک طویل مقدمے کے ساتھ ترجمہ کیا اس نے قرآن مجید کے اس ترجمے کو ترتیب نزول سورہ وآیات کے حوالے سے ترتیب دیا پھر دوسرے ایڈیشن میں اس نے موجودہ قرآن کی ترتیب کی صورت میں پیش کیا اس نے ترجمہ قرآن میں مشغول ہونے والوں کے حوالے سے ایک کتاب ترتیب دی جس میں ان مستشرقین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے حضرت محمدؐ یا قرآن کے بارے میں کچھ لکھا ہے۔ [1]

---

[1] (نقل از کتاب موسوعۃ المستشرقین ص ۱۲۷)

## مستشرقین کے مذموم عزائم کے چند نمونے [1]

(JIB) جب کہتا ہے کہ یورپ والوں کے لئے اسلام میں داخل ہونے اوران کے اندر تک نفوذ کرنے کا بہترین وسیلہ صحافت ہے کیونکہ مشرق میں مدیرانِ صحافت بہت زیادہ ترقی پسند ہیں ان میں سے اکثر افراد غیر مسلموں کے افکار ونظریات اور طور وطریقوں سے واضح طور پر متاثر ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ وہاں تعلیم کا رجحان بڑھ رہا ہے اور وہ مغرب سے تعلیم لینے کے زیادہ خواہشمند ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اسی ذریعے سے اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرسکتے ہیں گرچہ اس وقت مسلمانوں کی وحدت رسمی طور پر ختم ہوچکی ہے اور ان کے اسکول ومدارس اور معاشرے میں مغربی ثقافت بہت مقام ومنزلت حاصل کرچکی ہے سوائے چند دینی مدارس کے دینی ثقافت کہیں نظر نہیں آتی اور وہاں بھی حفظِ قرآن اور قرآن پڑھنے کی حد تک محدود ہے لیکن ان کی تعداد اس سے کم نہیں ہورہی ہے اوران کی ہمت میں کمی واقع نہیں ہورہی ہے کیونکہ آیاتِ قرآن سحرانگیز صورت میں مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہیں اوران کی سوچ کو متاثر کیے ہوئے ہیں۔اسلامی حرکت وتحریک ہر آئے دن بہت حیران کن تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے ہوسکتا ہے کہ اچانک کوئی ایسا انقلاب برپا ہوجائے جس کا ان کے حریف کواس کی علامت ونشانی تک کا بھی احساس نہ ہوسکے۔آج ان کے انداز میں اگر کوئی نقص ہے تو یہ کہ ان کے ہاتھ میں صرف قیادت وریاست کی کمی ہے۔

جب نے پہلے مرحلے میں قرآن اوراس کے تمدن کے بارے میں دلی خواہشات کے بیان کے بعد یہ تمنا کی ہے کہ ایک تو مسلمان معاشرے سے قرآن کا خاتمہ ہواور دوسرے یہ کہ وہاں دینی مدارس کا وجود اور نام ونشان تک باقی نہ رہے پھراس نے ان کے ابھی تک

---

[1] (کتاب قیم حضارۃ فی القرآن کریم تالیف ڈاکٹر توفیق محمد سبع ص ۲۵۱ ج ۲)

موجود ہونے پر انتہائی دکھ اور پریشانی اور بہت افسوس کا اظہار کیا ہے۔جب نے مسلم معاشرے سے قرآن اور قرآنی تمدن اور دینی مدارس کے خاتمے کے لئے مغرب والوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے وسائل سے ایسے طریقے اپنائیں کہ انہیں مسلمانوں میں سے ترقی پسند افراد اور خصوصاً ذرائع ابلاغ سے متعلقہ افراد کی خدمات حاصل ہو سکیں تا کہ وہ مغربی افکار و نظریات کی ترویج کریں اور ان کے علوم و آداب کو فروغ دیں اس کے باوجود جب اسلامی حرکت و تحریک اور اسلامی قیادت و رہبری کے نئے سرے سے منظر شہود پر آنے اور ایک انفجار برپا کرنے سے خوفزدہ رہتا ہے۔

جب کی نظر میں اسلام سے مقابلے کے لئے بہترین وسیلہ وہ افراد ہیں جو ذرائع ابلاغ پر قابض ہیں۔جب جیسا ایک اور مستشرق جو اس میدان کا ماہر ہے کہتا ہے کہ مشرق والوں کو صحیح معنوں میں مغرب نواز اور مغرب پسند بنانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم ان کے نظامِ تعلیم کو مکمل طور پر مغربی انداز میں چلائیں اور جدید نسل کی مغربی افکار و نظریات پر تربیت کریں۔وہ کہتا ہے کہ اسے کوئی انتہائی قدم نہیں بلکہ پہلا قدم سمجھنا چاہیے ہمارا انتہائی قدم یہ ہے کہ سیاست اور سیاسی اداروں کے تمام قائدین اور ان کی اعلیٰ قیادت ہمارے حق میں ہو۔

آپ نے دیکھا کہ مستشرقین وسائلِ تعلیم و تربیت کو وہ واحد راستہ سمجھتے ہیں کہ جس سے ہم مغرب نواز بنیں اور اپنے ملکوں میں بیٹھ کر ان کے انتہائی قدم و ہدف میں ان کے مددگار بنیں تا کہ سیاست ار اداروں کے قائدین ان کے ذاتی ملازموں کا کردار ادا کرنے لگیں۔

کتاب قیم حضارۃ فی القرآن ج ۲ ص ۶۴ میں مستشرق ہولندی حور غورنجہ کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمان عقیدے کا حامل ہو تو اس کے لئے ممکن نہیں کہ وہ حکومت مسیح کو قبول کرے کیونکہ اسلام مسلمان اور ان کے رب ذوالجلال کے درمیان ایسا ڈائریکٹ اور مستقیم رابطہ قائم کرتا

ہے کہ جس سے وہ اپنے رب سے ملنے کے لئے کسی شفیع اور واسطے کے محتاج و نیاز مند نہیں رہتے ۔ اسے اس سلسلے میں نہ رہبانیت اپنانے کی ضرورت ہے نہ کلیسا والوں کی چاپلوسی کرنے کی اور نہ حکومتِ مسیح کے سامنے خاضع ہونے کی ۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے علاوہ اسلام میں جو ایک اور عجیب و حیران کن خصوصیت پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو زندگی، کائنات اور قانون و اخلاق کے بارے میں اپنی آراء و نظریات پیش کرنے کا حق دیتا ہے اور اس حق کے استعمال سے ان کے اندر اعتدال و توازن اور ثابت قدمی و پختگی آتی ہے۔

## مراحل و مراتب تنظیم عمل استشراق

ڈاکٹر وصوقی تاریخ استشراق کے متعلق لکھتے ہیں:

۱۔ فتح اندلس سنہ ۱۰۸۶ء سے جنگ صلیبی کے اختتام سنہ ۱۲۹۱ء تک مستشرقین راہبوں قسیس اور شخصیات لاہوتی پر مشتمل تھے ۔ یہ اسلام سے جانبداری کا مظاہرہ کرتے تھے اور معاشرے میں حصول علم و آگہی اور اسلام شناسی کے حوالے سے اپنا تعارف کرواتے تھے ۔ اور اپنے بغض و عداوت کو مسلمانوں سے چھپاتے تھے لیکن یہ گروہ کلیساء کی سرپرستی میں اپنا کام انجام دیتا تھا ۔ چنانچہ انہوں نے اندلسی اور مغربی عربی پر توجہ دی اور روم میں ایک مدرسہ قائم کیا انکی تمام تر کوشش یہ تھی کہ کہ لوگ اسلام کی طرف توجہ نہ کریں ۔ اس دور میں انکی زیادہ تر توجہ اسلامی ہجوم تبلیغات کو روکنے پر مرکوز تھی ۔

۲۔ پہلے مرحلے میں بغیر کسی تنظیم اور ہم آہنگی اور ایک دوسرے کے ساتھ معاونت کے بغیر فردی طور پر سرزمین مشرق سے متعلق معلومات جمع کرنے پر توجہ دی ۔ چنانچہ اس سلسلے میں پہلی بار ایک کانفرنس ۱۸۷۳ میلادی کو فرانس کے شہر پیرس میں منعقد ہوئی اور کانفرنس

کے اختتام پر یہ فیصلہ سنایا کہ ہر سال یہ کانفرنس منعقد ہوا کرے گی اور دنیا کے گوشہ و کنار سے دانشور اور اساتذہ عرب اور اسلام کے موضوع سے متعلق معلومات رکھنے والوں کو دعوت دی جائے گی۔

۳۔ مختلف ملکوں سے مختلف انداز سے تنظیمیں وجود میں لانے کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلی بار ۱۷۸۷ کو فرانس میں ایک تنظیم وجود میں آئی اور اسی طرح ۱۸۲۰ء میں بھی ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۸۲۳ء کو لندن میں ایک کانفرنس ہوئی اس میں یہ فیصلہ ہوا مشرق سے متعلق معلومات جمع کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ ۱۸۴۳ میلادی کو امریکہ میں ایک جمعیت شرقیہ کے نام سے وجود میں آئی جس میں عربی زبان، عربوں کے ذہن، ثقافت دین اور فلسفہ وغیرہ کے بارے میں تحقیقات کرنے کا فیصلہ کیا۔

۴۔ تیسرے مرحلے میں اس موضوع پر اکیڈمیاں اور یونیورسٹیاں خاص کر عرب ملکوں کے دارالخلافوں میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔

۵۔ اگلے مرحلے میں اسلامی سرزمین سے اسلامی ثقافت کے ہر قسم کے ورثے کو یورپ منتقل کرنے کا بندوبست کیا اور وہاں اس کیلئے لائبریریاں قائم کیں۔

۶۔ باقاعدہ عرب ملکوں میں دورے شروع کئے۔

۷۔ مسلمانوں خاص کر عرب طالب علموں کو یہودیوں کے ہاتھوں میں تربیت دینا شروع کی۔

۸۔ اسلام کے چہرے کو مسخ کر کے اسے رجعت پسندی اور ناقابل عمل اور زندگی کے مسائل کو حل کرنے سے عاجز و ناتواں دکھانے کی مہم شروع کی۔

۹۔ مغرب والوں نے مشرق والوں کی برتری یا فوقیت کو درک کرنے کی کوشش کی۔

۱۰۔ مستشرقین نے زیادہ تر عربی زبان پر توجہ دی اور اسلامی تمدن کو سمجھنا چاہا۔

۱۱۔عربی میں موجود عربی کتب کو یورپ میں منتقل کرنے کی کوشش کی۔

۱۲۔اسلام کی پھیلتے ہوئے سیر کو روکنے پر توجہ دی۔

۱۳۔قرآن کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی۔

۱۴۔استشراق کے دائرے کو پھیلانے کی کوشش کی۔

۱۵۔ اسلام سے متعلق قلمی نسخوں کو یورپ میں منتقل کرنے کی کوشش کی۔

۱۶۔اسلام اوراس کی تعلیمات کوانتقاد کا نشانہ بنانے کی کوشش کی۔

۱۷۔ یہود اور مسیحیوں کو اسلام کے خلاف متحد کیا۔

۱۸۔ یوریپوں کے اندر اسلام سے دوری کو مزید وسعت دینے کی کوشش کی۔

☆ یہ انتہائی خطرناک مرحلہ ہے اس میں یوریپن کی نظر میں اسلام کے چہرہ کو مسخ کرکے پیش کیا گیا اور اسکے حصول کیلئے افکار اسلامی میں چن چن کر مسائل کو اٹھایا اور ہر اقلیم میں موجود مستشرقین کا ایک دوسرے سے تعاون کرنے پر اتفاق ہوا۔اس دور میں ان نکات کی طرف توجہ دی گئی۔

۱۔ استشراق کی مفہوم کو واضح اور روشن کریں۔

۲۔ استشراق اور استعمار میں رابطے کو محکم کریں۔

۳۔ مستشرقین کی اجتماعات اور کانفرنس منعقد کریں۔

۴۔ مختلف ناموں اور بہانوں جیسے سیر وسیاحت' زبان شناسی گشتی گروہ تیار کرے اوران کو اس ملک کی درآمدات میں گنایا جائے تاکہ مسلمان اس راستے میں رکاوٹ کھڑا نہ کرے۔

۵۔ ہر ملک میں سیاسی' سماجی' اقتصادی' طبی اور مذہبی تنظیمیں قائم کرے جو کبھی شدت پسندی اور دہشت گردی کی صورت میں مذہبی اور قومی غیرت کا مسئلہ بنا کر ملک کو ہنگامی

حالات میں رکھے اور کبھی خرافات' اور باطل رسومات کو مختلف توجیہات جیسے مصلحتِ وقت اور مذہب کی بقاء وغیرہ بنا کر اسے معاشرے میں تحفظ فراہم کرے اور ظاہری طور پر آپس میں اختلاف ڈالنے کے دو ہی ہدف ہے اسلام کو روک دے' استعمار کے لئے کھلا رکھے۔

۶۔ پوری دنیا کو مستشرقین کیلئے گراونڈ کی طرح استعمال کریں۔

۷۔ مستشرقین کیلئے درسگاہوں کا بندوبست کریں۔

۸۔ اسلامی ورثے کو یورپ میں منتقل کریں۔

۹۔ مستشرقین عالم اسلامی کی طرف سفر کریں۔

۱۰۔ اسلامی طلباء کو مستشرقین تربیت دے دیں۔

۱۱۔ یورپی یونیورسٹیوں میں مشرق سے متعلق الگ موضوعات مخصوص کریں۔

۱۲۔ بعض افراد اسلامی موضوعات پر تخصص حاصل کریں۔

۱۳۔ استشراق کے اندر اہداف کو سامنے لائیں۔

۱۴۔ اسلامی ثقافت وآداب' زبان، نشست وبرخاست' تاریخ' تعینِ اوقات' دنوں مہینوں کے نام سب سے اسلام کو بے دخل کریں۔

۱۵۔ استشراق کی دشمنی کا مظاہرہ کریں۔

۱۶۔ مسلمانوں کا اپنے دین کے بارے میں عقیدے کو متزلزل کریں۔

۱۷۔ بعض مستشرقین مسلمان ہو جائیں۔

۱۸۔ مسلمین کو استشراقی سرگرمی میں مشکوک کریں۔

۱۹۔ ایک گروہ علماء کا تیار کیا جائے جو دین وشریعت کی تمام شقوں پر پورا پورا عمل کرنے کی دعوت دے۔ لوگوں کو دنیا بنانے اور دین ودنیا ساتھ چلانے کی دعوت دیتا ہو۔ ایسے ہی علماء

کی پذیرائی کی اہمیت کو اجاگر کریں۔

۲۰۔عمل استشراق کو ایک پردے یعنی علمی حجاب میں چھپائیں اور اسے مذہبی، سیاسی، فکری اور اعتقادی کے نام سے عملی جامہ پہنائے۔

## مستشرقین کی استعماری خدمات

استعمار گری: صلیبی جنگوں میں شریک جنگجو اور یہاں پر ان کے سابق نمائندوں کی گزارشات و معلومات کے نتیجے میں پتہ ہونے والی ذخائر مالامال زمینی و بحری دولت پر قبضہ کرنا ہے۔ مشرق زمین کی زمین، آبی گزرگاہیں اور فضا پر تسلط قائم کرنا اس سلسلے میں انھوں نے کیا کیا وسائل و ذرائع اور طریقہ کار انتخاب کیے ہیں وہ آگے جا کر اس کی تمہیدی عمل یعنی رواج نظام علمانیت کے موقع پر بیان کرینگے اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو نظامِ علمانیت میں ملاحظہ کریں گے۔

سطحی رکھنے والے سادہ لوح انسان بقول بعض کے خوش باور یا حوادث اور مشکوک حرکات و سکنات کے بارے میں تحقیق و تدقیق کی دلچسپی نہ رکھنے والے لوگوں کیلئے مغرب سے آنے والے یا ان کے حلیئے میں دیکھنے والے انسانوں سے تعلقات کو اپنے لیئے باعث فخر و امتیاز سمجھتے ہیں اور ان کو بہت مخلص اور انسان دوست سمجھتے ہیں جبکہ ان کا شغل اور ذمہ داری ہی ہمارے دین و ملت اور وطن کے خلاف سرگرم رہنا ہے۔ یہی ان کی ملازمت ہے۔

لہٰذا ہمیں ان کی سرگرمیوں اور وارداتوں سے واقفیت ضروری ہے کیونکہ انسان کیلئے درپیش مصیبت و مشکلات کا پچاس فیصد دشمن سے لاپرواہی اور غفلت میں پوشیدہ ہے ہمیں ان کے بارے میں تمام سوالیہ فقرے کو اپنے درمیان استعمال میں رکھنا چاہیئے اس حوالے

سے چند مفروضے احتمال یا اس سلسلے میں لکھی گئی کتابوں سے ملتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ مشرق زمین اور خاص طور سے اسلام و مسلمین سے متعلق استعمار کیلئے معلومات وافر اور ان کے بارے میں تفسیر و توضیح تحلیل و تجزیہ اور تجاویز مرتب کر کے پیش کرنا ان کی بنیادی خدمات ہے۔

۲۔ خریداری: جس طرح ارباب صنعت و تجارت دوسرے ملکوں سے خام مال یا تیار شدہ مصنوعات کی خریداری کرتے ہیں اور آپس میں لین دین کے معاہدے کرتے ہیں مستشرقین بھی معلومات فراہم کرنے کے علاوہ اس سرزمین میں رہنے والوں کی دین و ریاست اور ضمیر و وجدان کی خریداری کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہر وہ انسان جو دنیا کے چند دن کے لقمے اور مفادات کی خاطر دین، ضمیر، وطن، اور زمین سب سستے دام پر فروخت کیلئے آمادہ ہے۔ ان کی تلاش اور انکی خریداری بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلے میں کالج، یونیورسٹیوں اور مدارس کی اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے ہونہار طالب علموں اور ان کے اساتید کے ساتھ ملک کے دیگر دانشمند اور دانشور حضرات چاہے میدان صحافت میں ہو یا دیگر ذرائع ابلاغ کی پوستوں پر تعینات ہو سیاست مدار ہوں یا مذہبی شخصیات انکو خریدنا ہے تاکہ ان مراکز سے مغربی استعمار کے مفاد کے خلاف کوئی اقدامات نہ ہو۔

۳۔ ایجاد، تولید، فرق و مذاہب: اسلام و مسلمین کے مذہبی طبقے سے تعلق رکھنے والے وہ افراد جن کے سینوں میں دنیوی مفادات موجزن ولبریز ہے ان کو خرید کر ان مذاہب کے فرقوں کے بالمقابل میں ایک اور مذہب ایجاد کرنا ہے جو اسلام کے تمام اصول و فروغ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے. چنانچہ اس سلسلے میں مغربی استعمار اپنے نمائندوں کے ذریعے ہر علاقے میں اسی علاقے سے مناسب اور مؤثر افراد کو خرید اور انہیں اسلام کے مقابلے میں لا کر

نصب کیا۔ اس سلسلے میں ایران میں فرقہ بہائیت ہے اور ہندو پاکستان میں قادیانیت اور آغاخانیت ہے۔ یہ دونوں فرقے دن رات اس ملک کے مقدرات پر قبضہ کرکے آئے دن یہ کوشش کررہے ہیں کہ اسلام کا تابوت یہاں سے اٹھایا جائے اور بساط کو لپیٹا جائے ذیل میں ہم ان تینوں فرقوں کی تاریخ پیدائش اور کچھ سرگرمیوں کے بارے میں مختصر ی معلومات پیش کریں گے۔

۴۔ یہاں موجود فرقوں کے درمیان فکر کو تبدیل کرنے اور ان کے دلوں میں اسلام سے زیادہ ان کے فرقے کی اہمیت کو اجاگر کرے اور انہیں اس کام پر آمادہ کیا جائے تا کہ یہ فرقہ یہ کہے کہ اسلام تباہ ہوتا ہے تو ہوجائے ان کا فرقہ زندہ رہنا چاہیے۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے ان کی جدوجہد کے نتیجے میں طویل عرصہ وقتاً فوقتاً جنگ کی آگ روشن ہوئی اور اس کے شعلے میں بہت سے شعلے بلند ہوئے اور بہت کچھ ان شعلوں کی زد میں آکر جل گیا۔ حالیہ چند سالوں میں یہ عمل اپنی انتہا کو پہنچا اور اس کا نتیجہ مسلمانوں کی ذلت اور اسلام کی تباہی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ لیکن اب چند گنتی کے دیندار لوگوں کے ایثار و قربانی کی برکت سے اسلام و مسلمین کو پھر سانس لینے اور اپنا گریبان جھانک کر اپنے اعمال پر سوچنے کا موقع ملا ہے شاید یہ بھی خدا کی طرف سے امتحان ثابت ہو کہ ہم ہوش میں آتے ہیں یا نہیں۔

۵۔ اس حد تک جھوٹ غلط گوئی حقائق کو درہم و برہم اور مسخ کرکے پیش کرے کہ مغرب میں موجود مسیحیت یا مغرب والے اسلام و مسلمین سے نفرت کریں اور انہیں وحشی سمجھنے لگے اور جنگلی مخلوقات کی شکل میں پیش کریں۔

۶۔ نظام علمانی کو زندگی کے ہر شعبے میں نفوذ کر کے نظام قرآن کو بے دخل کریں۔ اس بارے میں ہمارے سرینچے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کیوں اور کس لئے ایک مسلمان

چاہے وہ سنّی ہو یا شیعہ ' حنفی ہو یا جعفری ' اہلِ حدیث ہو یا اخباری ' شافعی ہو یا حنبلی و مالکی ' دیو بندی ہو یا بریلوی ' نقشبندی ہو یا چشتی ، ان سب کو جمع کرنے والے دین "اسلام" ہے اور اسلام کی بنیاد "لا الہ اللہ محمد رسول اللہ" ہے جس کے اقرار سے مسلمان بنتا ہے اور اسکی آئین قرآن وسنت ہے جاہل ونادان کیلئے بھی ' عالم ومجتہد کیلئے بھی ' تقلید کرنے والے کیلئے بھی اور اجتہاد پر فائز ہونے والے کیلئے بھی ، آخر اس دین میں داخل ہونے کے بعد خدا کی وحدانیت ' محمد کی ختمِ نبوت کا اعتراف کرنے کے بعد مرنے کے بعد ایک روزِ جزا ' حساب وکتاب کے معتقد ہونے کے بعد مسلمانوں کے دوسرے فرقے کی عداوت ودشمنی میں دنیائے کفر وشرک ' سیکولر ولادین طاقتوں سے دوستی کا ہاتھ کیوں بڑھاتے ہیں۔ مسلمانوں سے ہاتھ کیوں کھینچتے ہیں ، سیکولر طاقتوں کیلئے دامِ درہم زبانی ' عملی میدانوں میں پیش پیش کیوں ہوتے ہیں کیا اس قرآن وسنت میں مسلمانوں کو یہی ہدایت دی ہے یا مسلمانوں کو صفِ واحد میں متحد ہونے کو کہا ہے؟ کیا یہ لوگ دنیائے سیکولرزم کی مذموم عزائم اور انکے پوشیدہ نیات سے واقف نہیں ہے۔ مسلمان ملکوں میں نظامِ علمانیت یعنی سیکولرزم کی فروغ وترویج کن لوگوں نے کی ہے اُن کے کیا اہداف ومقاصد تھے ۔ یہ سب آپ آگے موضوع نظامِ علمانیت میں ملاحظہ فرمائیں گے اور اپنے موقف کے بارے میں بھی سوچیں گے ۔ نظامِ علمانیت کیا ہے ' کہاں سے آئی ' کس نے لائی اور کن کن گروہوں نے اسکا استقبال کیا۔ قرآن کے خلاف سب سے زیادہ خطرناک محاذ یہ ہی ہے۔

## مستشرقین کے کارنامے اور کارندے

مستشرقین نے اپنے تمام اتحادی اور کارندوں کے ساتھ جرم وجنایت اور عزائم وجرائم کے بے تحاشہ منصوبوں اور مفروضوں کے ساتھ مشرق زمین بالخصوص وطنِ اسلامی کی طرف رُخ کیا اور جن منصوبوں سے اُنھوں نے اس سرزمین پر فساد کی بنیاد رکھی اُسکی تفصیل وتشریح اور ترامیم کے بنیادی نکات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ دین اسلام سے ہر محاذ پر جنگ لڑی جائے۔

۲۔ دین نصرانیت کی وسیع وعریض انداز میں تبلیغ وتشہیر کیا جائے۔

۳۔ مشرق زمین کو مغرب کا ایک صوبہ بنایا جائے تا کہ اسکی جداگانہ حیثیت ختم ہوجائے۔

ان تینوں منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ہر ایک منصوبے پر مختلف طریقوں اور ذریعوں کو بروئے کار لائے۔

### (۱) دین اسلام سے جنگ

دین اسلام سے جنگ کیلئے ان کے اپنے مخصوص اہداف ہیں:

(الف) اسلام کے چہرے کو مسخ کیا جائے تا کہ یہ یورپ والوں کی نظروں سے دور ہو۔

(ب) مشرق زمین کو مغرب کا صوبہ بنانے کے منصوبے میں ان کے ہروال دستے گروہِ تبشیری سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرنے کی خاطر مشرق زمین میں دینِ نصرانیت کے فروغ کی خواب کو اُنکے اذہان میں جاگزین کرنا۔

(ج) مشرق زمین میں دینِ نصرانیت کو فروغ نہ ملنے کی صورت میں کم سے کم اُنکے ساتھ الحادی جنگ لڑی جائے۔اس سلسلے میں یورپ میں بہت سے دانشوروں کو الحاد پھیلا

نے کی راہ پر شعوری یا غیر شعوری طور پر گامزن کیا چنانچہ ان کے افکار و نظریات کا زیادہ تر رُخ مسلمانوں کی طرف کیا چنانچہ آجکل ہمارے تعلیمی نصاب میں علم کے بہانے ان کے نظریات کو ابھی تک زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ جن ملحدین کے نظریات کو بنامِ علم ہمارے ملک میں ہمارے تعلیمی بجٹ سے پڑھایا جاتا ہے اُنکے نام یہ ہیں:

۱۔ ڈارون کا نظریہ ارتقاء۔

۲۔ حساب و کتاب سے روگردانی کی فکر۔

۳۔ کارل مارکس کی تاریخ کی مادی تفسیر اور دین کو قوموں کیلئے افیون قرار دینے کی فکر

۴۔ جان پور سارتر کا مدرسہ وجودی کا نظریہ، ان تمام معروف افکار اور اسی طرح کے دیگر نظریات کو علمانیہ کہا جاتا ہے جو انیسویں صدی میں یورپ سے نکل کر دنیا میں پھیلے ہیں۔ ان کی بنیادی معتقدات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کائنات کسی صانع و خالق کے ہاتھوں سے خلق نہیں ہوئی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا حیات انسانی سے کوئی رشتہ و تعلق نہیں ہے۔

۳۔ روحانیت نامی اقدار کا کوئی وجود نہیں ہے۔

۴۔ انسان جیسا چاہے ویسے اخلاق کا مظاہرہ کر سکتا ہے کیونکہ انسان اخلاق کے معاملے میں آزاد ہے اس میں وہ کسی اصول کا پابند نہیں ہے۔

۵۔ خاندانی ڈھانچے کے نام سے موجود رشتے کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب ہر شخص اپنے گھر میں بھی ایک دوسرے سے جدا اور بے تعلق ہے۔

۶۔ عورتوں کو ہر طرح کی آزادی ہے۔

۷۔ اقتصادی خوشحالی کو دین و مذہب پر ترجیح۔

۸۔ زندگی کو مادی بنیادوں پر استوار کرنا چاہیے۔

مغرب والوں نے اس نظام کو دو مرحلوں اور دو شکلوں میں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔

۱۔ پہلے مرحلہ میں دین و مذہب میں آزادی کا نعرہ لگایا یعنی یہاں ایک حوالے سے یہ مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ ہم ہر مذہب و فرقہ کو اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں آزادی دیں گے اس میں خاص طور پر اقلیتی فرقے ان کے جال میں زیادہ پھنستے ہیں۔

۲۔ دوسرے مرحلے پر کھلے انداز میں دین و مذہب کے ہر چھوٹے سے بڑے مراسم کو ہر جگہ پر مزاحمت کر کے کنارے لگانے کی کوشش کی۔ جس کا واضح ثبوت فرانس، ترکیہ وغیرہ جہاں شخصی آزادی کے علمبردار شخصی آزادی تعارف کراتے تھے وہاں مسلمانوں کے لباس اور مساجد سے اذان پر پابندی کی حد تک پہنچے اس طریقہ کار سے ہمارے ممالک میں وسیع پیمانے پر دین کے خلاف جنگ شروع ہے مدارس و مساجد کو خالی کرانے اور ذرائع وابلاغ سے بے دینی پھیلانے کی مہم جاری ہے۔ امت اسلامی کے آنکھوں سے کسی حد تک پردے ہٹ رہے ہیں اور استعمار اور اُنکے کارندوں کے مسخ شدہ چہرے اور مکروہ مناظر اب عیاں ہونے لگے ہیں۔ ان کے چہرے سے نقاب ہٹنے کے بعد علماء اور دانشمندان میں احساسِ بیداری کی لہر دوڑنے لگی ہے عراق، ایران، مصر، تیونس، نائیجیریا اور الجزائر میں اسلامی نشاط ثانیہ کا آغاز ہو رہا ہے۔

## عالم اسلامی میں نظام علمانیت

امت اسلامی اور خاص کر اس کے دیندار اور آگاہ علماءِ اعلام اس وقت جن مسائل میں مبتلا ہیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک مسئلہ نظام علمانیت کا چیلنج ہے جسکی موجوں کی زد سے دین ودیندار طبقہ ایک پناہ گاہ کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اس کے بارے میں کچھ لکھنے یا بولنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس کلمہ کے معنی ومفہوم سے آشنا ہوں۔ اس کلمہ کے مختلف معنی پیش کیے جاتے ہیں لیکن ان سب کی برگشت اور مطلوب ومقصود یہ ہے کہ دین کو زندگی کے شعبوں میں عمل پذیری سے یا تو دور رکھا جائے یا اسے کنارے لگا دیا جائے۔

کلمہ علمانیہ ''ل'' پر ''زیر'' لگا کر پڑھا جائے تو یہ مادہ علم سے ماخوذ ہے یہاں علمانیہ سے مراد یہ ہے کہ ہمیں ہر چیز کے بارے میں علم کے سائے میں چلنا چاہیے ہیں۔ انھوں نے اس کلمہ پر علم کی چادر چڑھا کر بہت سے لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے کہ دین کو زندگی کے شعبوں سے دور کریں۔ کہا جاتا ہے کہ کلمہ علمانیہ درحقیقت (SECULARITY) سے ماخوذ ہے اور یہ خود سیکولر سے ہے اور انگریزی زبان میں سیکولر (UNRELIGOUS) کے ہم معنی ہے یعنی لادینیت۔

علمانیہ جسے لاطینی زبان میں سیکولرزم (یعنی لادینیت) کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ علمانیہ ایک ایسی تحریک ہے جو زندگی کو دین سے دور اور علم وعقل پر چلانے کے دعویٰ کا نام ہے یہ کلمہ یورپ میں سترھویں صدی کے ابتدا میں متعارف ہوا برطانیہ سے شائع ہونے والی کتاب ''دائرۃ المعارف'' میں اس کلمہ علمانیہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ یہ ایک اجتماعی تحریک ہے اور اس کا اصل ہدف یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں موجود آخرت کو

سنوارنے کی فکر کا خاتمہ کیا جائے اور انہیں آخرت کی بجائے صرف دنیا کی طرف متوجہ رہنے کا شوق دلایا جائے۔ اس کا پس منظر یوں ہے کہ قرون وسطی میں لوگ دنیا سے بے رغبت اور روگرداں رہتے تھے اور زیادہ تر خدا اور آخرت ہی کے بارے میں سوچتے تھے۔ اس ذہنیت اور طرز زندگی کے خلاف تصور علمانیہ وجود میں آیا اور اسے ذرائع ابلاغ کے ذریعے زیادہ فروغ ملا اور اس وقت اس کے داعیان کیلئے لوگوں کو دنیا کی طرف متوجہ کرنے کے زیادہ مواقع میسر آئے۔

معجم دولی میں اس کلمہ کی تعریف وتشریح میں لکھا ہے کہ علمانیہ یا سیکولرزم سے مراد دنیاوی زندگی ہے اس کے مطابق دین اور دینی عقائد وتصورات کو امور حکومت میں دخل دینے سے باز رکھنے کو کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ سیاست کو خالص لادینیت پر ہی قائم ہونا چاہیے۔ علمانیہ چاہے دنیا یا عالم کی طرف توجہ کرنے کے معنوں میں استعمال ہو یا علم اور تحقیق کے معنوں میں، دونوں مفروضوں میں یہ امت اسلامی بلکہ پوری انسانیت کی فطرت کے خلاف بغاوت ہے۔[1]

اس کلمہ میں ایک ابہامی تصور ہے جو مغرب والوں نے اندرونی عزائم کو پیش کرتے وقت پیدا کیا ہے تاکہ مسلمان اور مستغرات نشین ان کے عزائم سے غافل رہیں اور وہ آسانی سے اپنے منصوبہ جات کو جامہ عمل پہنا سکیں اس لئے انھوں نے ذو معانی اور کثیر توجیہات والے کلمات کو استعمال کیا یہاں سے یہ حقیقت آشکار و واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے ناپاک عزائم کو پیش کرتے وقت کتنی حیلہ بازی کا طریقہ استعمال کرتے ہیں اسلامی ملکوں میں ابھی تک سیکولرزم کا تصور ایک ملک میں دوسرے ملک سے مختلف ہے اس کی ایک واضح وعیاں مثال

---

[1] الغزوۃ فکری صفحہ ۲۰۷

ہمارے ملک میں موجود ہے جہاں کچھ عرصہ پہلے تک سیکولرازم کا تصور یہ تھا کہ فقہ ومذہب آزاد ہے جبکہ یہی سیکولرزم ترکیہ میں تمام مراسم دینی پر پابندی کے معنی دیتا ہے اور اسی تصور کو ہمارے خطے میں بھی نافذ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

## تاریخ آغاز استعمال کلمہ علمانیت

اس کلمہ کا آغاز کب کہاں اور کس جگہ اور کس اُفق سے نمودار ہوا۔ اس حوالے سے اس موضوع پر تحقیق کرنے والے محققین اور ماہرین کا کہنا ہے کہ ۱۷ ویں یا ۱۸ ویں میلادی کے درمیان یہ کلمہ یورپ میں نمودار ہوا جب یورپ کے افق سے کلیسا کی حکومت کی بساط لپٹ گئی اور فلسفہ مادیت اور لادینیت نے کلیسا کی جگہ لے لی اور عالم اسلام میں اس کلمہ کی ابتداء ۲۰ ویں صدی کے دوسرے عشرے میں ترکی کے افق پر نمودار ہوئی جب ترکی میں خلافت اسلامی کو دنیا کے نقشے سے ہی ہٹا دیا گیا۔

یورپ میں اس نظام کے قیام کا سبب سابق نظام حکومت اور حاکم کے غیر محدود اختیارات کے ردِ عمل کے نتیجہ میں ہوا جہاں نظام حکومت اور حاکم دونوں میں خرابی پائی جاتی تھی اس وقت کتابِ توریت وانجیل اور ان دونوں کے تفاسیر علماءِ کلیسا کے نزدیک ناقابل فہم تھیں اور اس کے ساتھ ہی انکے غیر محدود اختیارات، دونوں مل کر عوام الناس کی دین سے نفرت اور بیزاری کا دور شروع ہوا۔

جب کہ عالم اسلامی میں خلافت چھین جانے کی بنیاد اسلام نہیں تھا بلکہ حکمرانوں کی اسلام کی معنویت سے دوری اور خواہشات پرستی تھی۔ مغرب والوں نے کے مسلمانوں میں قوم پرستی کی منحوس تبلیغ واشاعت اور مسلمانوں کی غفلت پسماندگی اور اجتماعی وسیاسی مسائل

سے لاپرواہی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی غارت گری کا سلسلہ شروع کیا جس کے نتیجہ میں عالم اسلام پر تسلط جمانے کے بعد یورپ والوں نے نظام اسلامی کی جگہ اس نظام ناخلف اور ناسور کو اس خطے پر مسلط کیا اور اُسے ترویج اور فروغ دینے کیلئے انہیں علاقوں میں سے ایسے افراد چنے جو پہلے سے ہی انکے پروردہ اور حمایت کرنے والے تھے اور وسیع پیمانے پر اسلام کے اصول عقائد اور نظام زندگی کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے اور لوگوں کو خلافِ اسلام سرگرمیوں کی طرف رغبت دلانے اور مصروف رکھنے کی ذمہ داری انھیں افراد کے سپرد کی جس کی ذیل میں ہم ایک فہرست پیش کر رہے ہیں:

## تاریخ ظہور نظام علمانیت

علمانیہ: علمانیہ زندگی کو دین سے ہٹ کر چلانے کی ایک تحریک اور دعوت ہے یہ تحریک کلیسا کے ظلم واستبداد اور آمریت کے ردِّعمل میں وجود میں آئی ہے ان کا کہنا ہے کہ دین ومذہب، علم وترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے چنانچہ علماءِ کلیسا اور علمانیہ کے پیروکاروں کے درمیان یورپ میں سخت مخالفت، کشیدگی اور جنگ ہوتی رہی۔ علمانیہ جسے لاطینی زبان میں سیکولرزم کہتے ہیں یعنی لادینیت۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ علمانیہ ایک ایسی تحریک ہے جو زندگی کو دین سے دور اور علم وعقل پر چلانے کا نام ہے۔ یہ کلمہ یورپ میں سترھویں صدی کے ظہور میں متعارف ہوا۔ اور اسے کن اسباب وعوامل سے فروغ ملا اس سلسلے میں ایک رائے یہ ہے کہ جب علماء کلیسا دینی رہبر کے معنی ومفہوم سے نکل کر طاغوت کی شکل میں ظاہر ہوئے اور انھوں نے آمریت کو اپنا شیوہ بنایا اور خود کو رہبانیت اور مغفرت کا ٹکٹ دینے والا اور ٹھیکیدار ظاہر کیا اور اپنے ناروا سلوک کو بقا ودوام بخشنے کی خاطر انھوں نے علم وفکر اور

دانشمندوں اور حقیقت کی جستجو کرنے والوں کے خلاف اقدامات کیے۔ چنانچہ اس ضمن میں تاریخ میں ہمیں کچھ مصادیق ملتے ہیں جنھیں ہم آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

**ا۔ کوبرنیکوس یا کوبرنیق یا نیقولہ (1473-1543)**

یہ بولن کا ماہر فلکیات تھا اس نے زمین اور ستاروں کی سورج کے گرد گردش کا نظریہ پیش کیا جس پر آج کے جدید فلکی نظریات قائم ہیں اور جب اس کا نظریہ پاپ پول سوم کو پہنچایا گیا جس کے نتیجے میں اسے سزا سنائی گئی۔ اس نے ۱۵۴۳ء میں ایک کتاب بنام ''حرکات الاجرام السماویہ'' شائع کی جس پر کلیسا نے پابندی لگائی۔

**۲۔ جرادانو (JARADANO)**

اس نے ٹیلی سکوپ ایجاد کی جس کی وجہ سے اسے دردناک سزا سنائی گئی اس وقت اسکی عمر ۷۰ سال تھی۔ اس نے ۱۶۴۲ء میں وفات پائی۔

**۳۔ سبونزا (SPINOZA,BARUCH) (1632-1677)**

سبونزا ایک یہودی تاجر کا بیٹا ہے یہودی مذہبی رسومات کے خلاف تنقید کرنے پر اسے کلیسا سے نکالا گیا۔ تاریخ پر نقد و اعتراض کا قائل تھا جسکی وجہ سے اسے سزائے موت ہوئی۔

**۴۔ جان لوگ (JOHN LOGH)**

اسکا نظریہ تھا کہ عقل اور روح کے تصادم کی صورت میں عقل کے فیصلہ کو تسلیم کیا جائے۔

ان حالات کو دیکھ کر اس فکر کے حامی افراد نے عقل کو آزاد کرنے اور طبیعت کو خدا ماننے کی مہم شروع کی۔ ۱۷۸۹ء کا انقلاب فرانس درحقیقت اس فکر اور کلیسا کے درمیان تصادم کا نتیجہ تھا۔ سبونزا کو اس فکر کا قائد گنا جاتا ہے۔ ۱۸۵۹ء میں کتاب اصل انواع ڈاروِن لکھی اس نے دینی عقائد کو مسخ کرنے اور الحاد پھیلانے میں بہت کردار ادا کیا۔ اس فکر کے

حامیوں میں سے ایک نطشے ہے اسکا فلسفہ یہ ہے کہ خدا مر گیا ہے اور اسکی جگہ انسان نے لے لی ہے۔ اس فکر کے حامیوں میں سے ایک ڈور کالیم یہودی ہے۔ اسی طرح ایک ماہر نفسیات فرویڈ بھی یہودی ہے اس نے ہر چیز کی تفسیر جنسی خواہشات پر کی ہے۔ انھیں میں ایک کارل مارکس ہے جس نے تاریخ مادی کو متعارف کروایا اور کہا کہ تاریخ کے تغیر و تبدل کی بنیاد مادہ ہے۔

جان پول سارتر نے فلسفہ وجود کو فروغ دیا۔ یہ تھے وہ افراد جنھوں نے مغرب میں اس نظریہ علمانی کو فروغ دیا۔ مصر میں اس فکر کو نابلیون بونابرڈ نے انتہائی شد و مد کے ساتھ متعارف کروایا۔ اس کلمہ کو استعمال کرنے والا پہلا شخص الیاس نامی نصرانی تھا اس نے ایک لغت معجم عربی و فرانسی ۱۸۲۷ء میں تالیف کی اور اس میں اس کلمہ کو استعمال کیا۔ ۱۸۸۳ء میں اسماعیل نے فرانس کے قانون کو مصر کے قانون میں داخل کیا یہ مغرب کا فریفتہ تھا اور اسکی خواہش تھی کہ مصر یورپ کا جزو بن جائے۔ اسی طرح ۱۷۹۱ء تک ہندوستان میں نظام حکومت شریعت اسلامی کے تحت تھا۔ یہاں آہستہ آہستہ انگریزوں نے شریعت اسلامی کو کنارے لگانا شروع کیا اور آخر کار اسکا اختتام انیسویں صدی کے وسط میں ہوا۔

☆ ۱۸۳۰ء میں الجزائر میں شریعت اسلامی ختم ہوئی۔

☆ ۱۹۰۶ء میں قانون فرانس تیونس میں داخل ہوا۔

☆ ۱۹۱۳ء کو مغرب میں قانون فرانس داخل ہوا۔

یورپ میں جس وقت دین مسیحی کا رواج تھا اس وقت کلیسا اپنے تمام تر ظلم کے ساتھ اور ظالمین سے اتحاد کر کے مغرب پر قابض تھا۔ اس وقت انھوں نے عوام کی عقل حتیٰ انکے دلوں پر بھی پابندی لگائی۔ اور گناہوں سے بخشش کے سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اپنی اطاعت سے گریز کرنے والوں کو دردناک عذاب دینے کا سلسلہ شروع کیا

اور یہ سلسلہ اپنے عروج وصعود پر پہنچا۔ جسکے نتیجہ میں قبرستان وزندان بھر دیئے گئے۔ انکا یہ رویہ وسیرت دین خدا سے متصادم تھا۔ لہٰذا ارباب کلیسا اور لوگوں کے درمیان تصادم ہوا جسکے نتیجہ میں انکی بساط لپیٹ دی گئی اور انھیں ایک چار دیواری میں محصور کر دیا گیا۔ اس طریقہ سے دین کی حکومت وحکمرانی یورپ کی سرزمین سے ناپید ہوئی۔ جسکی وجہ سے لوگوں نے اس نظام علمانیہ کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ لہٰذا دین کے نام سے جابرانہ حکمرانی کے ردّ عمل میں علمانیہ کا جاگزین ہونا ایک طبیعی عمل تھا۔ اب دین مسیحی کی مراسم ڈھول، دف، موسیقی کے ساتھ انھیں علماء کی سرپرستی میں ہوتی ہیں اور فحاشی وعریانی کو فروغ دیا جاتا ہے۔

انیسویں صدی میں یہ کلمہ خاص اہتمام کے ساتھ مصر، ترکی، ایران، لبنان سوریہ اور اطراف میں پھیل گیا۔ اس کلمہ کو یورپ نے اپنے مخفی عزائم کی تکمیل کیلئے فروغ دیا تا کہ یہاں کے مسلمان جوش وجذبات میں نہ آجائیں اور اس کلمہ کے اندر پوشیدہ معانی کو نہ سمجھ سکیں ورنہ علمانیہ کا جو مفہوم ومعنی انکی نظر میں ہے وہ یہ ہے کہ دین کو حکومت اور اجتماعی تعلقات سے دور رکھا جائے اور دین کو صرف ضمیر اور خدا سے راز و نیاز تک محدود رکھا جائے۔ یعنی دین کو چند رسومات تک محدود رکھنا ہے۔ ان کا یہ تصور دین نصاریٰ سے تو مطابقت رکھتا ہے کیونکہ دین نصاریٰ میں دین کا تصور بھی ایسا ہے کہ حاکم کا حصہ اسے دو اور کلیسا کا حصہ کلیسا کو دو۔ یہ اس جملہ کو حضرت مسیحؑ کی طرف نسبت دیتے ہیں یعنی انھوں نے کہا ہے کہ قیصر کا حصہ قیصر کو اور خدا کا حصہ خدا کو دو۔ لیکن اسلام کی تعلیمات اس تصور کو قبول نہیں کرتیں۔ دین اسلام میں ایک مسلمان کا پورا وجود وزندگی خدا کیلئے ہے جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت ۱۶۳ میں آیا ہے:

﴿ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین﴾ ''میری نماز اور میری قربانی

اور میرا جینا اور میرا مرنا سب یقیناً اللہ رب العالمین کیلئے ہے" (انعام ۶ ۔ آیت ۱۶۳)

وطن اسلامی میں نظام اسلام کو زندگی کے تمام شعبوں سے دور کرنے یا کنارے لگانے کی نوبت کب اور کیسے آئی۔ اس حوالے سے سیاست کو خالص لادینیت پر ہی قائم ہونا چاہئے اور نظام علمانی کو فروغ دیا جائے علمانی چاہے عالم کی طرف توجہ کے معنوں میں استعمال ہو یا علم اور تحقیق کے معنوں میں، دونوں مفروضوں میں یہ امت اسلامی بلکہ پوری انسانیت کی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ اگر ہم تاریخ انسان پر نظر دوڑائیں تو دین و ایمان اُس کی تاریخ کا جزو وحصہ ہے یعنی جب سے انسان پیدا ہوا ہے، اُس وقت سے اُس کے اندر دین کی طرف جھکاؤ اور رغبت و میلان موجود ہے چنانچہ تاریخ ادیان کے مؤرخین و محققین نے لکھا ہے ممکن ہے کہ بہت سی قوم وملل اور اُن پر جہل و نادانی مکمل طور پر حاوی و محیط ہو اور وہ اب بھی جنگلی اور بدوی زندگی میں مستغرق و سرگرم ہوں لیکن کوئی قوم وملت آپ کو بغیر دین کے نہیں ملے گی۔ چنانچہ "بلوتارق" نے کہا ہے کہ آپ کو ایسا شہر مل سکتا ہے جو چار دیواری کے بغیر ہو اور جو دولت وثروت سے محروم ہو۔ جہاں آداب واخلاق نا پید ہوں اور کھیل کود کے مواقع میسر نہ ہوں لیکن کوئی ایسا گاؤں یا قریہ آپکو نہیں ملے گا جس میں کوئی معبد، عبادت گاہ یا مراسم دینی ادا کرنے کی جگہ یا آثار نہ ہوں۔ لہٰذا دین کی دونوں شقیں ایمان بہ خدا اور ایمان بہ آخرت انسان کی فطرت میں شامل ہیں جبکہ الحاد یعنی انکار وجود خدا اور انکار ایمان بہ آخرت یہ دونوں انسان میں بعد کی عارض و پیدا شدہ ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں روایات اسلامی میں پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث موجود ہے کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن بعد میں اُس کے والدین اُسے فطرت سے ہٹا کر یہودیت نصرانیت یا مجوسیت کی طرف موڑ دیتے ہیں یہ ایک وسیع وعریض علمی وفلسفی بحث

ہے ہم یہاں اسے طول دینا نہیں چاہتے بلکہ صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ دین انسان کی انسانیت کا جزو ہے اور اس کے علاوہ کوئی بھی نظام جو اس کی فطرت وخاصیت کے خلاف ہو، وہ انسان کے مفاد میں نہیں ہوگا۔ یہاں سے یہ بات اور روشن وواضح ہو رہی ہے کہ دین انسان کے لئے کسی خاص زمانے سے مخصوص اور محدود نہیں ہے بلکہ جہاں انسان ہے وہاں اُس کے ساتھ ہی اُس کی دینی فطرت بھی موجود ہے اور نظام علمانی یا سیکولرزم کسی بھی جگہ ہو، وہ انسان کی انسانیت سے متصادم ہے چہ جائیکہ یہ نظام تنہا اسلام سے متصادم ہو۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ نظام اسلام اور امت اسلامی سے بالکل اجنبی ہے کیونکہ امت اسلامی دوسری اقوام وملل کی بہ نسبت پیدائش ہی سے دینی فضا وماحول میں نشو ونما و پرورش اور تربیت پاتی ہے اگرچہ عملی میدان میں وہ بے دین ہی کیوں نہ ہوں لیکن جہاں وہ بے دین ہے وہاں اپنے گناہوں پر نادم و پشیمان ہونے کے ساتھ ساتھ احساس بھی رکھتے ہیں۔

## خلافت سے علمانیت تک

علمانی کا ایک تصور عالمی حکومت ہے یعنی پوری دنیا پر ایک حکومت قائم ہو لیکن اس کی اساس اور بنیادی فکر وضرورت کا جواز کہاں سے ہے؟ کیوں ہے؟ یہ اپنی جگہ ایک سوال ہے اس سوال کو اسلام اور قرآن کے سامنے پیش کرتے ہیں جہاں تمام انسانوں کو خدا کی مخلوق کہا گیا ہے اور آپس میں بعض امتیازات اور خصوصیات جیسے زبان، رنگ ونسل جواز نہیں بنتے کہ دوسرے انسانوں پر حکومت کریں۔ بلکہ حکومت قرآن وسنت کی اصطلاح میں خلافت اور مسؤلیت کا نام ہے جس کے تحت ہر انسان دوسرے انسان کے بارے میں خدا کے سامنے جوابدہ اور ذمہ دار ہے وہ ایک دوسرے پر اپنے آپ کو حاکم نہیں قرار دے

سکتا بلکہ حاکم صرف خدا ہے انبیاء و کتب آسمانی اس نوع انسانی میں اس کے شگاف و امتیازات وخصوصیات کو ختم کرنے کیلئے آئے ہیں لیکن تاریخ بشریت میں قدرتمند وطاقتور انسان کی سیرت وسنت یہ رہی ہے کہ جتنا بھی اس سے ممکن ہو دوسرے انسانوں پر تسلط جمائے اور اپنی حکمرانی میں لائے یہ تصور کم وکیف بڑھتا گھٹتا رہا یہاں تک کہ نزول قرآن کے موقع پر تین قوموں کی صورت میں نقشۂ عالم پر نمایاں تھا۔ایک امپراطور (رومی)' دوسرا فارس اور تیسرا گروہ غیر جانبدار کی صورت میں تھا۔

اسلام نے ان دونوں امپراطوری نظام جو کہ قیصر و کسریٰ کی شہنشاہی استبداد اور آمریت کی شکل میں پورے خطے پر مسلط اور قابض تھے اسلام نے ان دونوں جابر وظالم حکومتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر پرچم توحید کے تلے جمع کیا اور پیغمبر اکرمؐ نے اپنی سیرت قولی و فعلی کے ذریعے واشگاف انداز میں فرمایا کہ کسی قسم کے امتیازات کے حامل انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے انسان پر حکومت کرے کیونکہ حکومت صرف خدا کی ہے۔لیکن پیغمبر اکرمؐ اور خلفائے راشدین کے دور کے بعد خلافت اسلامی پر قائم حکمران دور بنی امیہ سے لیکر خلافت عثمانیہ کی انتہا تک کے بعد دیگر عیش وترب کی زندگی گزارنے میں اسراف وتبذیر کا شکار ہوئے اور خلافت کے نام سے بے تحاشہ اختیارات اور تمام منصب اس حد تک حاصل کی ان کے برائیوں کے خلاف امر ونہی کی بھی اجازت نہیں تھی۔خلافت اسلامی کے منصب پر قابض ہوتے ہوئے خلفاء عثمانی نے اپنے عیش وترب میں یورپ والوں کی تقلید کی سلطان سلیم نے اپنی لشکری نظام کو یورپی نظام کے تحت تشکیل دی۔فرانس کے بادشاہ سے دوستانہ روابط قائم کئے سلطان محمود ثانی جو کہ عبدالحمید اول کی فرانسیسی خاتون کا بیٹا تھا ۱۸۰۸ء کو مسند خلافت پر بیٹھا ان کے دور میں ممالک اسلامی میں یونانی' جرمنی' ارمنی'

مسیحیوں کی درسگاہوں کا قیام عمل میں آیا۔ ان ہوا وہوس اور اقرباپروری نے دوبارہ انسانوں کے ذہن میں جگہ بنالی اور اس طرح ایک نئی شکل کی حکومت کو جنم لیا اور آئے دن اس حکومت اسلامی کی شکل وصورت مسخ ہوتی ہوئی دورِ خلافتِ عثمانی تک پہنچی۔ لیکن جو علماءِ اعلام دین اسلام کے فرائض وذمہ داریوں سے آشنا تھے، صرف اسلام کے نام کی خاطر انھیں تحمل کرتے رہے لیکن حکمرانوں اور انکے کاسہ لیسوں اور ہمج الرعاع عاقبت نااندیش مسلمانوں کی بے پروائی کے نتیجے میں اس اسلامی نام کی حکومتِ کا بساط بھی ۱۹۲۰ء کو لپیٹا گیا۔ وطن اسلامی میں ۱۳۲۷ھ بمطابق ۱۹۰۹ کو سلطان عبدالحمید کو خلافت سے ہٹایا ۱۳۳۴ بمطابق ۱۹۱۶ کو عالم اسلام معاہدہ سایکس بیکو کے تحت تقسیم ہوا اور وعدہ بلفور کے تحت حکومت برطانیہ کے وزیر نے ۱۳۳۶ بمطابق ۱۹۱۷ کو فلسطین کو یہودیوں کا وطن قرار دیا ۱۳۴۱ بمطابق ۱۹۲۳ کو ترکی میں جمہوری حکومت قائم کی اور اس کے صدر مصطفیٰ کمال اتاترک منتخب ہوا عبدالمجید ابن سلطان عبدالعزیز کو رسمی اور رمزی طور پر خلیفہ منتخب کیا ۱۳۴۲ھ بمطابق ۱۹۲۴ کو عبدالمجید کو ملک بدر کیا اور ملک کا نظام علمانی اعلان کیا اس کے ساتھ شریعت اسلامی سے متعلق ہر شق کی انتہا کا اعلان کیا۔

۱۔ شریعت اسلام کا دور ختم ہو گیا ہے۔

۲۔ تقویم ہجری ملغاء ہو گیا ہے۔

۳۔ جمعے کی چھٹی کے بدلے اتوار کی چھٹی کا اعلان ہوا۔

۴۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو عید منانا ممنوع قرار دیا۔

۵۔ حروف عربی کی جگہ رسم الخط لاطینی میں لکھنے کا اعلان کیا۔

۶۔ حجاب کو کلی طور پر ممنوع قرار دے کر بے حجابی کا اعلان کیا۔

۷۔حج بیت اللہ پر پابندی لگائی۔

۸۔اذان کو ترکی زبان میں دینے کا اعلان کیا۔

## ہندوستان میں انگریزوں کے نفوذ کا آغاز

۱۰۰۹ھ بمطابق ۱۶۰۰ء کو ایک کمپنی شرکت شرقی ہند (ایسٹ انڈیا کمپنی) کے نام سے برطانیہ کی حکومت کی طرف سے رسمی طور پر تجارت کے نام سے ہندوستان میں آئی ولیم ہوکنز نے ۱۰۱۷ھ بمطابق ۱۶۰۸ء کو اس کی سربراہی سنبھالی ۱۰۴۹ھ بمطابق ۱۶۳۹ء کو انھوں نے اس مقصد کیلئے ایک زمین خریدی۔۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۶۲ء کو ہندوستان میں حکومت اسلامی اپنے اختتام کو پہنچی۔حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کو ہمیشہ سے اپنے زیر اثر رکھنے اور اپنی حکومت کو راسخ کرنے کی خاطر یہاں کے نظام تعلیم میں مداخلت کی۔علماء و اہل دین پر سختی کی کفر و الحاد کو پھیلایا گیا۔اسی دور میں چند مستشرقین اور آغا خان کی معاونت سے سرسید احمد خان نے علی گڑھ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی۔

تاریخ میں اور پھر سے تین حکومتیں وجود میں آئیں ایک امپراطور مغرب اور ایک امپراطور مشرق اور ایک تیسری دنیا جس میں چھوٹے حکمران تھے جنہوں نے اپنی بقاء وحیات کے لئے ان دو میں سے کسی ایک کی چھتری کے نیچے پناہ لی۔اسی دوران یورپ کی عالمی شیطانی طاقتوں نے پھر سے سر اٹھایا اور اس دنیا میں مختلف بہانوں سے ایک عالمی حکومت کے تصور کا بیج غیر شعوری طور پر بویا انہوں نے کبھی عالمی خواتین، کبھی عالمی بچے، کبھی عالمی مزدور، کبھی عالمی اقتصاد، کبھی عالمی امن کے نام سے تنظیمیں اور ادارے بنائے لیکن یہ سب درحقیقت اس عالمی حکومت کے اس استحصال و استعمار اور استبداد و

فرعونیت کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرانے والے تھے۔ دنیا یہ سمجھ رہی تھی کہ دنیا کے مظلوم و ناتوان انسانوں کی مشکلات کا حل اور ان کے تحفظ کی خاطر یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور جلد ہی یہ دیرینہ منصوبہ عملی جامہ پہنانے کے دور سے گذرے گا لیکن یہاں عالمی امن کے تحفظ کے ذمہ دار ادارے بھی بے بس ہیں اور ایک نئے عالمی نظام کی ولادت کے منتظر ہیں۔ درحقیقت اس عالمی نظام کی ولادت کی مثال اس عورت کی سی ہوگی کہ جو غیر قانونی طریقے سے حاملہ ہوگئی ہو اور وہ نہ چاہتی ہو کہ اس کا بچہ ولادت پائے لیکن اس کی خواہش کے خلاف یہ بچہ پیدا ہوگا تو اسے ولد حلال نہیں کہیں گے بلکہ ولد حرام کہا جائے گا اور ولد حرام سے عام طور پر شر و برائی ہی لاحق رہتی ہے۔

## داعیانِ علمانیت وطن اسلامی میں

علمانی سیکولرزم نے دوسرے مرحلہ میں سیاسی پارٹیوں اور قومیت کے نام سے فروغ پایا۔ عربوں میں اس نظام کے داعی احمد لطفی سید، اسماعیل مظہر، قاسم امین، طہٰ حسین، عبدالعزیز فہمی، میشیل عفلق، انطون سعادۃ، سوکارنو، سوھارتو، نہرو، مصطفیٰ اتاترک، جمال عبدالناصر، انور سادات ان سب نے اس نعرہ کو بلند کیا۔ زندگی کو صرف علم عقل اور تجربہ کی بنیاد پر چلایا جائے روح اور مادے کے درمیان حجاب ہونا چاہیے۔ دین کو سیاست سے دور رکھیں اور زندگی کو مادی بنیادوں پر استوار کریں۔ منفعت پرستی کی فکر کو زندگی کے ہر شعبہ میں فروغ دینا، اسی طرح سیاست اور حکومت میں میکاولی اخلاق ونظریہ کو فروغ دینا، اخلاقیات کا انکار، خاندانی نظام کا خاتمہ۔ یہ نظریات انکے بنیادی اہداف ومقاصد کے حصول کا وسیلہ ہیں۔ انکے حربوں میں سے ایک قرآن واسلام اور نبوت کے بارے میں اشکال پیدا کرنا

ہے اور یہ کہنا ہے کہ اسلام کا دور اب ختم ہو چکا ہے اور اب صرف رسومات باقی ہیں۔ اسی طرح فقہ اسلامی کو یہ رومی قانون سے ماخوذ کہتے ہیں۔ اسی طرح انکا کہنا ہے کہ اسلام نئے تمدن کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ اسلام انسان کو ماضی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہ مسلمان عورت کو مغربی طرز زندگی اپنانے کی دعوت دیتے ہیں۔ تاریخ میں اسلامی تمدن وحیثیت کو مسخ کر کے پیش کرنا، آثار قدیمہ کی ترویج، مغرب کے لادینی نظام زندگی کی نقل کرنا اور نئی نسل کو لادینیت کی تربیت دینا ان کے اہداف میں شامل ہیں۔

وطن اسلامی میں نظامِ علمانیت کی فروغ میں دشواری:

مشرق کے بعض دانشمندوں جنھوں نے مغرب میں تربیت پائی انکی سوچ کا یہ انداز غفلت پر مبنی تھا کہ نظام علمانی کو وہی پذیرائی اور استقبال مشرق میں بھی ملے گا جیسا مغرب میں ملا ہے۔ یہ انکی خام خیالی ثابت ہوئی کیونکہ یہاں کا ماحول کسی بھی حوالے سے انکے لئے ہم آہنگ نہیں تھا۔ نہ یہاں کسی نے علم پر پابندی لگائی تھی نہ علم کے حصول میں امتیازی سلوک ہوتا تھا اور نہ ہی یہاں جرائم پیشہ افراد کو مغفرت اور جنت کے سرٹیفکیٹ جاری ہوتے تھے۔ لہٰذا یہاں وہ مواقع میسر نہیں تھے جو مغرب میں تھے۔ یہاں اگر ارباب دین نے علم وعقل کے خلاف کوئی مظاہرہ کرنا چاہا تو امت اسلامی نے اسے کھجور کی طرح چبا کر پھینک دی ہے۔ لہٰذا حکومت نواز دین دار طبقہ کو امت اسلامی میں کبھی بھی پذیرائی نہیں ملی۔ دین اسلام کے مقابل نظام علمانی کو کبھی جگہ بنانے کا موقع نہیں ملا کیونکہ اسلام بیک وقت دو جزو سے مرکب ہے یعنی عقیدہ وشریعت اور نظام علمانی کو یہاں پذیرائی دینے کا مقصد یہ ہوگا کہ ہم نے اسلام کے ایک جزو یعنی شریعت سے چشم پوشی کی۔ مسلمان کبھی اس

بات پر راضی نہیں ہوئے کہ خدا کے ساتھ ارباب حکومت کو بھی شامل کریں ان کے دین میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہاں امت اسلامی دین سے بیزار ہوئی ہے اور نہ ہی یہاں کوئی صنعت وٹیکنالوجی میں مغرب جیسا انقلاب آیا ہے۔ جسکی وجہ سے لوگ دین کو چھوڑ کر نظام علمانی کو اپنائیں۔ یہاں اگر کسی جگہ کوئی نظام علمانی نظر آتا ہے جیسے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد کوئی نظام آیا ہے تو یہ اسلام سے نفرت کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ اسے لانے کیلئے جنگ وجدال اور ظلم واستحصال کے طریقہ کو اپنایا گیا۔ نظام علمانی کے حامی اپنی ٹیکنالوجی، میزائلوں اور بموں کے ساتھ اس نظام کو نافذ کرنے کیلئے آئے ہیں۔

## نظام اشتراکیت اور اجتماعیت کے الحادی عزائم

مارکسزم: مارکسزم نظام اشتمالیت اور اشتراکیت کے مرکب کا نام ہے اس نظام کا بانی وداعئ کارل مارکس اور اس کے ساتھی انجیلس ہیں۔ یہ نظام ستر سال روس اور اس کے گردونواح میں طاقت وقدرت کے ذریعے قابض رہا۔ اس الحادی نظام نے دنیا کے دیگر گوشہ وکنار میں اس نظام کیلئے تحریک چلائی اس تحریک نے اپنا بنیادی مقصد دین کی مخالفت کو قرار دیا۔ اس کا واضح ثبوت ماسکو سے صادر ہونے والے وہ ہدایت نامے ہیں جو انھوں نے اپنے کارندوں اور ذمہ دار افراد کے نام صادر کیے ہیں۔ روس میں دین اور خصوصاً اسلام ومسلمین سے متعلق اقدامات کے بارے میں جو قوانین وضع کیے گئے اور جن کی اشاعت ۱۹۶۱ء میں نشر کی گئی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اسلام سے ضد نہ کریں تاکہ ہم اس پر کامل غلبہ وتسلط قائم کرسکیں اور عرب اقوام کو اشتراکیت کی طرف جذب کرسکیں۔

۲۔ علماء دین اور متدین احکام کے خلاف پروپیگنڈہ کریں کہ ان کا استعمار اور اسرائیل کے ساتھ ربط ہے۔

۳۔ سوشلزم کو تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کریں اور اسلام کو ان جگہوں سے کنارے لگائیں۔

۴۔ ملک میں کسی قسم کی تحریک و دینی حرکت کو وجود میں نہ آنے دیں گرچہ وہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ کبھی بھی کسی مذہبی گروہ کو اٹھنے نہ دیں اور جو اٹھنے کی کوشش کرے انھیں سختی سے کچل دیں اور اس پر کسی قسم کا رحم نہ کریں۔

۵۔ کفر و الحاد کے بارے میں کتاب یا مجلّہ لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کریں اور ان کو ہر طرح کی آزادی دیں۔ جو افراد یا گروہ دینی شخصیات، شعور دینی اور ضمیر دینی کے خلاف کام کرتے ہیں ان کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کریں۔

تمام لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات جاگزیں کر دیں کہ اسلام کا دور ختم ہو چکا ہے اور اب اسلام نامی کوئی چیز باقی نہیں ہے سوائے نماز، روزے، حج اور زوج و طلاق جیسی چند رسومات کے اور یہ رسومات بھی جلد ختم ہو جائیں گے۔

۶۔ دیندار لوگوں کو آپس میں روابط قائم نہ کرنے دیں اور لوگوں کا دین و دیندار لوگوں کے بجائے سوشلسٹوں سے رابطہ و تعلق جوڑنے کی کوشش کریں۔ اس رابطہ کا خاتمہ تنہا مسجد اور کلیسا کے گرانے سے نہیں ہوتا چونکہ دین لوگوں کے ضمیر میں ہے عبادت گاہیں درحقیقت دین کا مظہر ہوتی ہیں لہٰذا دین اور ضمیر دینی ہی کو مردہ بنانے کی کوشش کریں۔ دین کو مردہ کرنا اب کوئی مشکل کام نہیں رہا کیونکہ اس مقصد کیلئے ہم لوگوں کو قصے، کہانیوں، ڈراموں، لیکچرز، مجلات، اخباروں اور کتابوں وغیرہ کے ذریعے لادینیت کی دعوت دے سکتے ہیں۔

۷۔ دینی افراد کو دین سے دور کرنے کیلئے ان میں دنیوی علم حاصل کرنے کے شوق کو پروان چڑھائیں اور انہیں دنیاوی علوم حاصل کرنے کی دعوت دیں۔

۸۔ دینی بیداری کی مزاحمت کریں اور علمی بیداری سے دینی بیداری کے خاتمے کی کوشش کریں۔

۹۔عوام کو دھوکہ دیں کہ حضرت مسیح ابن مریم نے ہی اشتراکیت کی بنیاد رکھی تھی اور محمدؐ اشتراکیوں کے امام تھے کیونکہ وہ فقیر تھے اور ان کے گرد فقراء رہتے تھے۔

۱۰۔ دینی وروحانی اقدار میں موجود خود پیدا کردہ کمزوریوں، خرابیوں اور عیبوں کو چن چن کر لوگوں کے سامنے لائیں تاکہ یہ اقدار کمزور ہو جائیں اور اسطرح لوگ حقیقی دینی وروحانی اقدار سے بھی دور ہو جائیں۔

۱۱۔ الحادی افکار بلکہ ہر وہ فکر جو دینی اقدار کو کمزور کرتی ہے اور علمائے دین پر اعتماد کو متزلزل کرتی ہے اسے فروغ دینے کی بھرپور سعی وکوشش کریں۔

کارل مارکس کا ساتھی انجیلس کہتا ہے کہ قانون، اخلاق، اصول وضوابط اور دین و مذہب یہ سب وہی چیزیں ہیں جنہیں بڑے زمینداروں نے جعل کیا ہے۔ دین قوموں کو پلائی جانی والی وہ افیون ہے جس کے ذریعے انہیں جہالت ونا آشنائی کی گہری نیند سلا کر ان کے مال ودولت کو اپنے قبضہ وتصرف میں لیا جاتا ہے یعنی قوموں کو دین کی افیون پلا کر ان کا مال ودولت چرائی جاتی ہے۔

# قادیانیت

قادیانیت قادیان سے ہے یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو کہ لاہور سے ساٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے یہاں ایک شخص بنام مرزا غلام احمد قادیانی گذرا ہے جس کی تاریخ ولادت ۱۲۵۶ھ بمطابق ۱۸۳۹ میلادی اور وفات ۱۳۲۶ ہجری بمطابق ۱۹۰۸ میلادی ہے۔ اس کے خاندان کا شمار شروع سے ہی دین وملت اور وطن کے خیانت کاروں میں سے تھا۔ انیسویں صدی کے آخر میں جب برطانیہ نے ہندوستان پر قبضہ جمایا تو مسلمانوں کے غیض وغضب کو ٹھنڈا کرنے اور انہیں مقابلے اور مزاحمت سے باز رکھنے کیلئے یہ فرقہ وجود میں لایا گیا۔ اس حوالے سے یہ فرقہ اپنی ابتدائی زندگی سے ہی استعمار کا مطیع وفرمانبردار رہا ہے۔ اس نے انگریزوں کے کہنے پر مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کی خاطر اور خصوصاً انگریز کے خلاف فرض جہاد کو فروع دین سے نکالنے کیلئے اس فرقے کی بنیاد رکھی۔ غلام احمد قادیانی پہلے داعی اسلام بنا' پھر اسے مجدد اسلام کے نام سے مشہور کیا گیا' پھر اس نے مہدی منتظرؑ کا دعویٰ کیا اور اس کے بعد کہا کہ وہ مسیح موعود ہے اور آخر میں اس نے دعویٰ نبوت کا اعلان کیا اپنی جھوٹی نبوت کو خاتم الانبیاء کی نبوت سے بالاتر گردانا۔ اس کا سب سے پہلا کام قرآن کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنا اور اسے تحریف کی شکل میں پیش کرنا ہے۔ ان دعوؤں کے ساتھ ساتھ اس نے یہ بھی کہا کہ خدا روزے رکھتا ہے' نماز پڑھتا ہے' سوتا اور جاگتا ہے اور خدا لکھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ کوئی قرآن نہیں سوائے اس کے کہ جو غلام احمد نے پیش کیا ہے' کوئی حدیث نہیں سوائے غلام احمد کی تعلیمات کے اور کوئی نبی نہیں سوائے غلام احمد قادیانی کے۔ اس نے قرآن کے مقابلے میں ایک کتاب لکھی' لوگوں سے اپنی

جائے پیدائش "قادیان" کو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ جیسی عزت و تکریم دلوانے کی کوشش کی اور قادیان کو مدینہ و مکہ کے مقابلے میں اٹھایا اور اسے اپنا قبلہ قرار دے کر جائے طواف بنایا، شریعت سے عقیدہ جہاد کو ختم کیا، حکومت برطانیہ کی اندھی اطاعت کو واجب قرار دیا اور کہا کہ اس کے نزدیک ہر مسلمان کافر ہے اور جو قادیانی کسی غیر قادیانی سے شادی کرے گا، وہ بھی کافر ہے اس کا کہنا ہے کہ شراب، افیون اور تمام مسکرات حلال ہیں۔

تقسیم ہندوستان اور پاکستان کے وقت انکی سرگرمیاں ظاہر ہوئیں کیونکہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ قادیانی تھا۔ اس کا نام ظفر اللہ خان تھا۔ قادیانیوں نے پنجاب میں ایک جگہ مختص کی اور اس کا نام ربوہ رکھا۔ پھر انہوں نے افغانستان اور پاکستان کے درمیان اختلاف کی بنیاد ڈالی کیونکہ افغانی قادیانیوں کو مارتے تھے۔ جب علماء اور مسلمانوں نے قادیانیت کی اسلام دشمنی کو دیکھا تو ۱۹۷۴ء میں اس فرقے کو کافر قرار دیا گیا اور ان سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا۔ ان کے مُردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانے پر پابندی عائد کی۔

یہ اپنی عبادت گاہوں کو بیوت الذکر کہتے ہیں۔ میرزا غلام احمد کہتا تھا کہ میں میرا باپ اور قوم اپنے دل کی گہرائیوں سے انگریز حکومت کو تسلیم کرتے ہیں میں ان کا شکر گزار ہوں۔ میں نے اپنی عمر کو ان کی خدمت کیلئے وقف کیا ہے آخر میں اس نے انگریز کی خدمت کو اپنا جزو ایمان قرار دیا ہے۔ غلام احمد کی قادیانی جماعت آج دو فرقوں میں تقسیم ہے۔ جن میں سے ایک نورالدین اور دوسرا محمد علی جسے امیر قادیانیت لاہوری کہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ میں نے مسلمانوں کے اندر سے جذبۂ جہاد کو نکال دیا اور اسے حرام قرار دیا یہی وجہ ہے کہ اس نے ۱۹۱۲ء میں انگریزوں کے خلاف تحریک خلافت کو مسترد کیا۔ جنگ عالمی اوّل میں انگریز نے جب عراق پر حملہ کیا تو قادیانیوں نے انگریز کا ساتھ دیا۔ یہ لوگ خانہ کعبہ

کے بجائے اپنی شہر قادیان میں حج کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے قرآن سب وشتم اور سخت لہجے سے بھرا ہوا ہے۔

## قادیانیوں کے معتقدات

۱۔ جو غلام احمد قادیانی کی نبوت پر ایمان نہ لائے وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

۲۔ ہر مسلمان اس وقت تک کافر ہے جب تک وہ قادیانی فرقے میں داخل نہ ہو جائے۔

۳۔ جو قادیانی غیر قادیانی سے شادی کرے وہ کافر ہے۔

۴۔ کوئی قرآن نہیں سوائے اس کے جو غلام احمد مسیح موعود نے پیش کیا ہے۔

۵۔ ان کی کتاب کا نام مبین ہے جو غیر قرآن ہے۔

۶۔ قادیان اُم القرا ہے۔ قادیانی اسی کی طرف رخ کرتے ہیں اور وہیں حج کرتے ہیں۔

۷۔ حکومت انگریز کی اندھی اطاعت واجب ہے کیونکہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا خدا انگریز ہے اور وہ ان سے انگریزی میں بات کرتے ہیں۔

۸۔ شراب اور تمام مکروہات مباح ہیں۔

۹۔ کسی بھی مرنے والے کی نماز جنازہ نہیں ہے۔

یہ تھے قادیانیوں کے اعتقادات جو انگریز استعمار کے تعاون سے وجود میں آئے ہیں۔ انگریز نے اپنی حکومت اور کمپنیوں میں ان کیلئے اعلیٰ عہدوں کا حصول بہت آسان رکھا ہے۔ اسی دور میں سر سید احمد خان کی مغرب نوازی شروع تھی اور اس نے قادیانیوں کی اس حرکت کو جنم دینے کا موقع فراہم کیا۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی بنا جس کی وجہ سے اس فرقہ گمراہ کو پنجاب کے ایک شہر میں اپنا مرکز قائم کرنے کیلئے وسیع وعریض

رقبے پر محیط ایک قطعہ اراضی الاٹ کیا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں ظفر اللہ کے خلاف ایک بہت بڑا مظاہرہ ہوا جس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ اسے وزارت خارجہ کے عہدے سے فی الفور ہٹایا جائے۔ اس مظاہرے میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شریک ہوئے جس کے نتیجے میں حکومت کے پاس اس قادیانی وزیر کو ہٹانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔

موتمر عالم اسلامی مکہ میں ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۹۷۳ء میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں قادیانیوں کے اسلام سے خارج ہونے' ان کے کافر ہونے' ان سے بائیکاٹ کرنے اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفنانے کے فیصلے کا اعلان ہوا۔

فرقہ بہائیت

۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ میلادی میں روس' اسرائیل اور انگریزی استعمار گروں نے اسلامی عقیدے کے خلاف علی محمد شیرازی متولد مطابق ۱۸۱۹ میلادی ، متوفی (۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۹ میلادی) کے ذریعے ایران میں بائیت کی بنیاد ڈالی۔ علی محمد ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوا اس کا والد اس کے بچپنے ہی میں مر گیا تھا۔ اس نے اپنے ماموں سے تربیت پائی۔ یہ ایران کے شہر بوشہر میں گیا وہاں سے علم روحانیت اور علم ستارہ وغیرہ سیکھا۔ یہ اپنے گھر کی چھت پر گرمیوں میں ظہر سے عصر تک بیٹھا رہتا جسکی وجہ سے یہ بیمار ہو گیا یہ اپنی صحت یابی کیلئے کربلا گیا جہاں اسکا چند باطنی صوفیوں کے فرقے سے واسطہ پڑا جو شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے وہاں سے اس نے مجہول و نامعلوم قسم کی کچھ باتیں سیکھیں۔ رفتہ رفتہ اس نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینا شروع کی اور کہا کہ میرا سلسلہ نسب نبوت سے ملتا ہے۔ پھر اس نے اپنے مخاطبین کو سورہ بقرہ کی آیت

نمبر ۱۸۹ کے ذریعے اور حدیث مبارکہ ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے“ کے ذریعے اپنی طرف دعوت دی کہ دروازے کی طرف آجاؤ کیونکہ خدا تک پہنچنا سوائے نبوت اور ولایت کے ممکن نہیں اس تک بغیر واسطے کے نہیں پہنچا جا سکتا میں اس کا واسطہ و دروازہ ہوں۔ یہیں سے اس نے اپنے آپ کو باب کا لقب دیا اور اپنے پیروکاروں کو بابیہ کہا۔ اپنے شہر میں اٹھارہ آدمیوں نے اس کی پیروی کی اس نے فرائض اسلامی کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا اور کہا کہ میں محمدؐ اور ان کے اصحاب سے بہتر و افضل ہوں۔ پوری انسانیت میرے قرآن کے مقابلے میں ایک حرف لانے سے عاجز ہے۔ اس نے اپنی کتاب کا نام ”البیان“ رکھا۔ ۱۲۶۰ھ میں اس کو ایران میں گرفتار کیا گیا اور زندان میں ڈالا گیا لیکن وہاں سے وہ فرار ہو گیا اور اصفہان چلا گیا جہاں کا حاکم آرمنی مسیحی جو ظاہری طور پر اسلام کا مظاہرہ کرتا تھا اس نے اس کا استقبال کیا اور اسکی معاونت کی۔ اسکی وجہ سے وہاں ہنگامے ہونا شروع ہوئے علماء نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا جس کی وجہ سے اسے ۱۲۶۶ھ میں اسے قتل کر دیا گیا۔ علی محمد کے مرنے کے بعد مرزا حسین علی جس کا لقب بہاء اللہ تھا اس نے ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میلادی کو وفات پائی اسکے بعد یہ فرقہ بہائیت کے نام سے معروف ہوا۔ ۱

## بہائیت کی اسلام سے نبرد آزمائی اور اسکے مذموم منصوبے

☆ یہ شریعت میں زمانے کے ساتھ تغیر و تبدیلی کے قائل ہیں جیسا کہ فلسفہ وجودیہ کے قائلین سرسید احمد اور پرویزی فرقہ والے کہتے ہیں۔

☆ بہائیت جنگ و جہاد سے متعلق قرآنی احکام کے خلاف ہیں۔ چنانچہ یہ پوری دنیا کو یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ ہم نے قرآن سے حکم جہاد کو ہمیشہ کے لئے محو کر دیا ہے۔

---

۱ (اردو دائرۃ المعارف، پنجاب یونیورسٹی جلد ۳ صفحہ ۷۸۴)

☆ اسلام اور تمام دیگر ادیان کے ناسخ اور خاتم کے طور پر نئی نبوت و دین کا اعلان کر کے لوگوں کو نئے دین میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔

☆ شریعت اسلام میں خواتین سے متعلق موجود تمام قوانین کو منسوخ کر کے مخلوط اجتماع یہاں تک کہ حرام جنسی عمل کو مباح اور جائز قرار دیتے ہیں۔

☆ یہ چاہتے ہیں کہ آخر میں لوگ اُن کی طرح جنت و جہنم اور حشر و نشر جیسے حقائق کا بھی انکار کر دیں۔

☆ آیات قرآنی کے مفہوم کو لغت اور شریعت سے باہر اپنے دل بخواہ تاویل کر کے اس کو آیات قرآنی پر ٹھونسنا تا کہ آیات قرآنی سے ہدایت حاصل نہ کی جا سکے۔

☆ لغت عربی کے خلاف اعلان جنگ کرنا کیونکہ یہ لغت اسلام و قرآن ہی اور اس لغت میں دنیائے عرب و غیر عرب سب برابر کے شریک ہیں۔ اب لغت عرب کسی نسل و قوم کی زبان نہیں ہے بلکہ یہ زبان جو کہ زبان قرآن ہے فکر و ثقافت عبادت و زبان کے حوالے سے عالمی زبان ہے۔

☆ دنیا میں امن و آشتی اور سلامتی کی دعوت پھیلانا تا کہ اس سائے میں صیہونی دنیا کو پھیلنے کا موقع ملے۔ [1]

## مستشرقین اور نظام علمانیت

اسلامی ملکوں میں نظامِ اسلام کی جگہ پر نظامِ لادینی کو رواج دینے کیلئے جو منصوبے انھوں نے بنائے ہیں ان میں سے ایک مسلمانوں کو سنت نبوی سے لاتعلق کر کے تنہا قرآن پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کی تحریک ہے جن کے بانیوں کو قرآنیون کے نام سے

[1] الآیات البینات فی قمع البدع والضلالات (باب ردّ ملاحدہ وطبیعہ) شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء النجفی

پکارا جاتا ہے۔ان کے اہدافِ شوم میں اسلام اور قرآن کے نظام کو نا قابل تطبیق اور نا قابلِ عمل ثابت کرنا ہے اس سلسلے کا آغاز کرنے اور بنیاد رکھنے والے سر سید احمد خان ہیں۔

انیسویں میلادی کو غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور ۱۹۰۲ کو غلام نبی عبداللہ چکڑالوی نے حرکتِ قرآن کی بنیاد رکھی اور لوگوں کو سنت نبی سے الگ ہونے کی دعوت دی۔عبداللہ چکڑالوی پاکستان کے صوبہ پنجاب میانوالی کے گاؤں چکڑالہ میں ۱۹۳۰ میں پیدا ہوا۔بعض محققین و ماہرین جیسے علی محمد قصوری جو کہ برطانیہ یونیورسٹی کیمرج سے ۱۹۵۶ میں فارغ التحصیل ہوئے ان کا کہنا ہے کہ قادیانی اور چکڑالوی دونوں حکومت برطانیہ کی ایماو سرپرستی میں بنے ہیں۔

اس تحریک کے دوسری شخصیت خواجہ احمد الدین ہے جو ۱۸۶۱ میں پیدا ہوا۔یہ عربی' فارسی' انگریزی اور پنجابی میں انتہائی مہارت رکھتا تھا اس نے زیادہ تر نظریات سر سید احمد خان سے لئے تھے لیکن ان کا نام لینے سے گریز کرتا تھا۔اس کا رابطہ عبداللہ چکڑالوی سے ہوا اور اس سے متاثر ہوا اس کے دروس میں قادیانی اور مسیحی بہت زیادہ تعداد میں شرکت کرتے تھے۔ ۱۹۲۶ کو اس نے ''امت مسلمہ'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی اور ایک مجلّہ ''بلاغ'' صادر کیا جس میں اپنے افکار و نظریات کو پیش کیا اور ڈاک کے ذریعہ بھی لوگوں تک مفت پہنچایا۔اس سے بہت سے صاحبان ثروت و دولت اور خطباء متاثر ہوئے۔اس نے نظامِ شریعت کی بہت سی شقوں کو قرآن کے خلاف قرار دے کر مسترد کیا۔دین اسلام کے خلاف فکری جنگ میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد ۱۹۳۶ میلادی کو اپنے اعمال کے محاسبات کی زد میں آیا اور اس کے شر سے اس خطے کے

مسلمان بچ گئے۔

**تیسری شخصیت حافظ اسلم جراجپوری :** محمد اسلم ہندوستان کے شہر جراجپور میں ۱۱۸۹ھ، ۱۸۸۰ میلادی کو ایک اہل حدیث مسلک کے گھرانے میں پیدا ہوا۔ ۹ سال سے پہلے قرآن مجید کو حفظ کیا اور اس وجہ سے حافظ کا لقب ملا۔ فارسی، انگریزی اور عربی میں عبور رکھتا تھا کسی یونیورسٹی میں نہیں پڑھا لیکن اس کے باوجود اپنے مطالعے اور کوشش سے کچھ علمی مقام حاصل کیا۔ اپنے دادا کی ارث میں چچا سے اختلاف ہونے کی وجہ سے حصول ارث کی خاطر اہل حدیث مسلک کو چھوڑ کر خواجہ احمد الدین کے مسلکِ قرآنی میں شمولیت اختیار کی۔ آخر میں ۱۹۴۷ء میں پاکستان آیا لیکن اپنے ممتاز شاگرد غلام احمد پرویز کے یہاں پر نامساعد حالات دیکھ کر واپس ہندوستان چلا گیا ۲۸ دسمبر ۱۹۵۵ء کو ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

**چوتھی شخصیت غلام احمد پرویز بن فضل دین بن رحیم بخش**

یہ ۱۹۰۳ء میں بٹالہ گاؤں قادیان کے نزدیک پیدا ہوا۔ ۱۹۳۸ء کو غلام احمد پرویز کے کہنے پر سید نذیر احمد نے مجلہ ''طلوع اسلام'' صادر کیا اس میں بیداری مسلمین کے انداز میں افکار پیش کیے جاتے لہٰذا جلد ہی اسے مقبولیت حاصل ہوئی۔ اسے مسلم لیگ کی حمایت بھی حاصل تھی جب پاکستان قائم ہوا تو پاکستان میں ہجرت کی اور کراچی میں قیام پذیر ہوا۔ حکومت نے اسے سہولتیں فراہم کیں۔ ایوب خان نے تمام تحریکوں کو کالعدم قرار دیا تو غلام احمد پرویز کی تحریک کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا۔ جب اسے دہلی کی کسی مسجد میں نماز جمعہ کا خطبہ دینے کا موقع ملا تو جمعہ کے خطبوں میں اس نے اپنے عزائم کو یک

بعد دیگر اظہار کیا اور کم از کم حدیث کو دیوار سے لگایا اور اس کے نتیجے میں اسے مسجد میں خطاب کرنے سے ہٹا دیا گیا۔ اس دوران میں اس کی اپنے فکری مرشد حافظ محمد اسلم جراجپوری سے ملاقات ہوئی اس سے بہت کچھ سیکھا اسکی شاگردی اپنائی اور اس سے خواجہ احمد کی سنت کے بارے میں نظریات کو اپنایا۔ لیکن علمائے ہندوستان جنھوں نے اس وقت مسلمانوں پر آنے والی مصیبت کو سامنے رکھتے ہوئے بروقت اقدامات کیے جس کی وجہ سے اس کی فکر کو پھیلنے کو موقعہ نہ ملا اور آخر میں وہ پاکستان بننے کے بعد کراچی آیا اور کراچی کو اپنا مرکز بنایا۔ غلام احمد پرویز، سرسید احمد خان اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کو اس دور کا مفکر سمجھتا تھا لیکن اس نے علامہ اقبال کی سیرت پر چلنے سے گریز کرتے ہوئے عملی زندگی میں سرسید احمد خان اور عبداللہ چکڑالوی کی پیروی کی۔ ۱۹۵۸ء سے اُس نے لاہور کو اپنا مرکز بنایا اور مجلہ ''طلوع اسلام'' لاہور سے صادر کیا۔ ۱۹۶۱ء میں علماء نے غلام احمد پرویز کے افکار کو اسلام و مسلمین میں ایک فتنے کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے اس کا اور اس کی فکر کا اسلام سے رشتے کو موضوع بحث بنایا اور ہزار سے زائد علمائے دین، پاکستان، ہندوستان، شام، حجاز، سرفہرست علامہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس کی اسلام سے لاتعلقی کا حکم صادر فرمایا۔

## آغا خانیت

یہ فرقہ اسماعیلی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے لیکن اسلام کے اصول و فروع سے خالی اور عاری ہونے کی وجہ سے یہ فرقہ اسلامی کہلانے یا لباس اسلام پہننے کا اہل نہیں تاہم اس فرقہ کے پس منظر اور ماضی کے ادوار سے اسے متعارف کرانے کی خاطر ہم پہلے

فرقہ اسماعیلیہ کی تاریخ پر کچھ تحریر کریں گے۔فرق ومذاہب میں ایک مشہور ومعروف فرقہ اسماعیلیہ ہے۔ ادیان و مذاہب کے محققین و ماہرین کے مطابق اسکی ابتداء حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرزند حضرت اسماعیل یا ان کے پوتے محمد بن اسماعیل سے ہوتی ہے۔ میمون قداح اوراس کے بیٹے عبداللہ نے اس فرقہ کی بنیاد رکھی اُنھوں نے ابتداء ہی سے اس فرقے میں غلو کا بیج بویا۔انھوں نے امامت کی دوقسمیں بیان کیں۔ایک مستودع یعنی اس امام کے بیٹوں میں سے سب سے افضل ودانا کو جواسرار امامت سے واقف ہواور اپنے زمانے کے حال سے بھی آشنا ہولیکن امامت کو منتقل نہ کرسکتا ہو۔دوسراامام مستقر ہے کہ تمام امامت کی خصوصیات کا مالک ہو اور امامت کو اپنے بیٹوں اور جانشینوں کو دے سکتا ہے امامت مستقر محمد ابن اسماعیل سے شروع ہوتی ہے اورامام مستودع میمون قداح سے شروع ہوتی ہے اس فرقے کے ایک گروہ کا نام قرامطہ ہے یہ حمدان بن اشعث ملقب بہ قرمط سے منسوب ہے۔

اس فرقے نے قتل وغارت گری کو اپنا پیشہ بنایا چندین بار اس فرقے نے حجاجِ خانۂ خدا کو لوٹا۔ ۳۱۷ ہجری میں فرقے کے ابوطاہر قرمطی نامی نے مکہ پر حملہ کیا اور پورے مکے پر قبضہ کیا اور ہزاروں حاجیوں کو قتل کیا۔ یہ فرقہ حج وطواف خانہ کعبہ کو بت پرستی سمجھتا تھا ۔انھوں نے حجر اسود کو نکال کر دوٹکڑے کیا اور اس کو اپنے مرکز احساء لے گئے اور بیس (۲۰) سال تک وہاں رکھا بعد میں خلیفہ فاطمی قائم اُسے واپس لایا۔

خلیفہ فاطمی مستنصر باللہ جس نے ۴۸۷ھ کو وفات پائی اس نے وفات سے پہلے اپنے ایک بیٹے جس کا نام ''احمد'' تھا جو اس منصب کیلیے بعض اسماعیلیوں کے نزدیک اہل نہیں تھا خلیفہ بنایا۔ واللہ اعلم۔ بلکہ ان کے نزدیک اس کا دوسرا بیٹا ''نزار'' اس کا مستحق تھا۔غرض

مستنصر کی وفات کے بعد احمد مستعلی خلیفہ بنا اس موقع پر نزار نے اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کی۔ اس طرح فرقہ اسماعیلی میں ۴۸۷ھ کو ایک شگاف پیدا ہوا جس میں ایک اسماعیلی مستعلی بنا جو خلافت کی بساط پر قائم رہا جنھیں آج بوہرہ کہتے ہیں اور اس کے بالمقابل اسماعیلی نزاریہ بنا جس نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ اس صورتحال کے پیش نظر ان دونوں کے درمیان مختلف مواقع پر جنگ و جدال ہوتی رہی اور فرقے کو بچانے اور تسلسل قائم رکھنے میں ایک شخص بنام حسن صباح کا کردار بتاتے ہیں جو کہ ایران کے شہر ''ری'' کا رہنے والا تھا ۴۷۱ھ میں اس نے مصر میں مذہب اسماعیلی نزاری کو قبول کیا اور مستنصر باللہ کی وفات کے بعد اس کے دو بیٹے احمد اور نزار کے درمیان خلافت پر اختلاف اور شگاف کے نتیجے میں اس نے نزار کی حمایت کی اور اس کے بعد ۴۸۷ھ قلعہ الموت میں جو کہ ایران کے شہر ''قضوین'' کے نزدیک ہے۔ وہاں اس نے نزاریہ فرقہ کی طرف دعوت دی اور خود کو ''شیخ الجبل'' یا ''پیر کوہستان'' کہا۔ ۵۱۸ھ میں اس نے وفات پائی تو اس کا ایک شاگرد بنام '' بزرگ امید درباری'' نے اس کی جگہ لی اس کے بعد اس کے بیٹے محمد ابن بزرگ امید ۵۳۲ھ بمطابق ۱۱۶۲ میلادی میں جانشین بنا اس کے بعد حسن ثانی بن محمد ۱۱۶۶ء تک جانشین رہا۔ اس کے بعد محمد ثانی بن حسن ۱۱۶۶ء سے لے کر ۱۲۱۰ء تک پھر حسن ثالث بن محمد ثانی ۱۲۱۰ء سے ۱۲۲۱ء تک پھر محمد ثالث بن حسن ثالث ۱۲۲۱ء سے ۱۲۵۵ء تک پھر رکن الدین خوشاہ ۱۲۵۵ء سے خلیفہ بنا اور اس طرح ان کے بعد ہلاکو نے رکن الدین کو قتل کیا پھر ان کی مرکزیت ختم ہوئی وہ منتشر ہوئے اس طرح ۱۲۵۵ سے ۱۸۸۱ء تک وہ بغیر کسی خلیفہ اور مرکزیت کے دور سے گزرے۔ یہاں تک کہ فرقہ آغا خان کا آغاز ہوا۔ فرقہ آغا خانی کا کہنا ہے کہ عقائد میں ہم خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں اور امامت کا تسلسل کبھی

ظہور کی صورت میں اور کبھی مخفی صورت میں باقی رہتا ہے اور شریعت گذشتہ زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

آغا: یا اَغا Agha، یہ لفظ مشرقی ترکی زبان میں عام طور پر ''بڑے بھائی'' کے مفہوم میں اور بعض اوقات ''اینی'' (ini) ''چھوٹے بھائی'' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن زبان یاقوتی میں ''یاقوت سائبیریا میں آباد ایک ترک قبیلے کا نام ہے'' ''آغا'' کے معنی ''باپ'' کے ہیں [1]۔

عثمانی ترکی میں آغا (جو عام طور پر ''آغا'' بلکہ ''آ'' بولا جاتا ہے) ''سردار''، ''مالک'' اور بعض دفعہ ''صاحب ملک'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ کسی گھرانے کے سربراہ یا حلقۂ خُدّام کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

آغا خان: (زیادہ صحیح شکل: اَقا خان) نزاری، اسماعیلیوں کے امام کا اعزازی لقب ہے جو سب سے پہلے آقائے حسن علی شاہ کو ملا۔ اس سلسلۂ امامت میں اب تک چار آغا خان گذر چکے ہیں:

ا۔ آغا خان اوّل: حسن علی شاہ (م ۱۸۸۱ء)، جو فتح علی شاہ قاچار (م ۱۸۳۴ء) کے منظورِ نظر اور داماد تھا، اپنے والد خلیل اللہ کے قتل (۱۸۱۷ء) کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ شاہ نے اسے کرمان کے صوبے کا والی مقرر کیا، جہاں اس نے بڑی دانشمندی اور میانہ روی مگر مضبوطی سے حکومت کی۔ محمد شاہ قاچار (م ۱۸۴۸ء) کے عہدِ حکومت میں درباری سازشوں کے زیرِ اثر حسن علی شاہ نے ۱۸۳۸ء میں کرمان میں بغاوت کر دی، لیکن اسے

---

[1] (قب V. Thomsen: Inscriptions del Orkhon Dechifrees، ص ۹۸: ۲ تا)

(قب کاتر میر Quatremere: Histoire des Mongols, xxxix-xl)..

ہزیمت اٹھانا پڑا اور یہ ۱۸۴۱ء میں سندھ چلا گیا جہاں اس نے سر چارلس نیپیئر Charles Sir Napier کو سندھ کی مہم (جنوری ۱۸۴۳ء) میں مدد دی اور بالآخر وہ بمبئی میں آ کر مقیم ہو گئے۔ (۱۸۴۸ء) کے بعد یہ بنگلور چلے گئے۔ بمبئی اسماعیلی خوجوں (رک بآن) کے امام کا مسکن رہا ہے۔

۲۔ آغا خان دوم: آغا خان اوّل کا بیٹا علی شاہ (م ۱۸۸۵ء) اُس کا جانشین ہوا۔

۳۔ آغا خان سوم: سر سلطان محمد شاہ ۲ نومبر ۱۸۷۷ء کو کراچی میں پیدا ہوا۔ اپنے والد علی شاہ آغا خان دوم کا اکلوتا بیٹا تھا۔ باپ کی وفات پر ۱۷ اگست ۱۸۸۵ء کو امامت کی مسند پر بیٹھا۔ اس نے مشرقی اور مغربی طرز کی بہترین تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۹۷ء میں آغا خان علی گڑھ کالج گیا، جہاں سر سیّد احمد خان نے اس کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ ۱۸۹۸ء میں آغا خان پہلی مرتبہ انگلستان گیا اور ملکۂ وکٹوریا سے ملاقات کی۔ ۱۹۰۲ء میں اس نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس دہلی کے اجلاس کی صدارت کی۔ سر آغا خان کو ہندوستان کے سیاسی معاملات سے گہری دلچسپی رہی۔ ۱۹۰۳ء میں وہ ہندوستان کی امپیریل لاجسلیٹو کونسل (IMPERIAL LEGISLATIV COUNSEL) کا رکن نامزد ہوا۔ ۱۹۰۶ء میں کل ہند مسلم لیگ (All-India Muslim League) وجود میں آئی اور ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۴ء تک آغا خان اس کا صدر رہا۔ ۱۹۱۰ء میں اس نے تیس لاکھ روپیہ جمع کر کے مسلم کالج علی گڑھ کو یونیورسٹی بنانے کا سامان فراہم کیا۔ حکومت برطانیہ نے اسے جی۔سی۔آئی۔ای، جی۔سی۔ ایس۔آئی، جی۔سی۔وی۔او، کے۔سی۔آئی۔ای۔ کی طرح کے اعزازات سے نوازا۔

شیعوں میں اس وقت غلوگرائی اور نصیریت کو جو فروغ مل رہا ہے وہ سب انہی کی سرپرستی

میں ہے۔ان کا ایک رائج شعار نعرہ ''یا علی مدد'' ہے آغاخانیوں سے تعلق رکھنے والے ایک اہل خبرہ کے مطابق اس کا مخاطب خود آغا خان ہے لیکن وہ آغا خان کو یا علی کس زاویۂ اور تصور کے تحت کہتے ہیں اس کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتے۔لیکن تعجب ہے کہ پوری دنیا کے شیعوں میں سے صرف پاکستان کے صوبہ سندھ اور پنجاب کے بعض عوام اور عوام کے مقلد علماء اسے تشیع کی شناخت میں شمار کرتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

## رہبرانِ دینی اور دین میں غلوگرائی:

غلو مادۂ غلا سے ہے۔غلو افراط وتفریط کرنے ،خیانت کرنے اور حدود وقیود سے تجاوز کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔دین ومذہب اور قائدین مذہب کے بارے میں غلوگیری کی صحیح تاریخ پیدائش دقیق انداز سے بتانا ایک مشکل امر ہے تاہم قرآن کریم میں اس عمل کو عمل مبغوض وناپسند عمل قرار دیا گیا ہے۔

﴿یا اھل الکتاب لاتغلوافی دینکم﴾ ''اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو'' (نساء۴۔آیت ۱۷۱) ﴿قل یا اھل الکتاب لاتغلوافی دینکم﴾ ''کہہ دیجئے: اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو'' (مائدہ ۵۔آیت ۷۷)

یہود ونصاریٰ کو دین ورہبرانِ دین کے بارے میں غلو کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں اپنے رہبران کے بارے میں مثلاً یہود حضرت عزیرؑ کے بارے میں اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں غلو پھیلاتے تھے۔

کتاب میزان الحکمت حدیث نمبر ۱۳۹۵۳ میں پیغمبر اکرمؐ نے امام علیؑ سے فرمایا: ''میری امت کی مثال مسیح ابن مریم کی مانند ہے،جس طرح نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ کے بارے

میں غلو کیا، اُسی طرح میری امت میں سے ایک گروہ آپؑ کے بارے میں غلو کرے گا"

چنانچہ خود امیر المومنینؑ کے کلمات میں ملتا ہے: "میرے حوالے سے دو گروہ ہلاکت کا شکار ہونگے، ایک گروہ مجھ سے دشمنی و عداوت رکھنے کی وجہ سے اور دوسرا گروہ میری محبت میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگا"۔

حدیث نمبر ۱۴۹۶۲ میں حضرت امیرؑ فرماتے ہیں: "اپنے جوانوں کو غلو سے بچا کے رکھو کہیں غالی اُنھیں فاسق نہ بنادیں کیونکہ غالی بدترین مخلوق خدا ہیں"۔ امام جعفر صادقؑ کے دور میں آپؑ نے غلو پھیلانے والے ابوالخطا اور اُس کے گروہ کے بارے میں فرمایا: "اُن کے ساتھ مت بیٹھو، ان کو مت کھلاؤ اور ان کے ساتھ مصافحہ نہ کرو، جو ہمارے بارے میں غلو کرتے ہیں وہ ہم سے نہیں ہے"۔

دین اسلام میں غلو پھیلانے کی ابتداء وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد ہوئی لیکن اس میں شدت امام علی الہادی علیہ السلام کے دور میں آئی جیسا کہ کتاب "علی الہادیؑ" تالیف علامہ محقق محمد باقر قرشی نجفی میں لکھا ہے کہ غلو کی مہم میں شدت امام الہادیؑ کے دور میں آئی۔

امام علی الہادیؑ کے دور میں جن چار آدمیوں نے غلو کی بنیاد رکھی اُن کے نام یہ ہیں:

۱۔ علی ابن حسکہ قمی۔

۲۔ قاسم نوبختی۔

۳۔ حسن بن محمد بابائے قمی۔

۴۔ محمد بن نصیر نمیری۔

اس فرقے کا سب سے مشہور آدمی جسے بعد میں اس فرقے کا بانی سمجھا جانے لگا وہ ابوشعیب محمد بن نصیر نمیری ہے جس کی سنہ ۲۷۰ میں وفات ہوئی اس نے پہلے تو اپنے

آپ کو امام علی الہادیؑ کا دروازہ کہا، پھر انؑ کے علم کا وارث کہا اور اس کے بعد اپنے آپ کو امام ہادیؑ کے بعد شیعوں کا مرجع و پناہ گاہ قرار دیا اور آخر میں نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا۔ ان چاروں نے اسلام کے خلاف اعلانیہ جنگ کا آغاز کیا اور اسلام کے تمام اصول وفروع کو منہدم کیا، انھوں نے امام علی الہادیؑ کو رب اور خالق و مدبر قرار دیا، تمام فرائض نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کو ساقط گردانا اور محرم سے نکاح کو جائز قرار دیا، انھوں نے نماز اور فروعات کی تاویل کی اور اس سلسلے میں کہا کہ نماز و روزہ سے مراد یہ دو عبادات نہیں ہیں بلکہ ان سے مراد شخصیات آئمہ اطہارؑ ہیں۔ وہ قرآن کریم میں تحریف ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور یہ کہہ کر لوگوں کو قرآن سے دور کرتے تھے کہ یہ حضرت عثمان کا جمع کردہ ہے اور اس میں سے علیؑ کے فضائل پر مبنی آیات نکالی گئی ہیں۔

مندرجہ ذیل فقہا و مجتہدین نے اس گروہ کو شیعیت سے خارج ہونے اور شیعیت کا ان سے برأت کا اعلان کیا ہے:

سید مرتضیٰ متوفی ۴۳۶ھ، شیخ طوسی متوفی ۴۶۰ھ، محقق حلی متوفی ۶۷۶ھ، علامہ مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ، علامہ حلی متوفی ۷۲۶ھ، شہید اوّل متوفی ۷۸۶ھ، علی کراکی متوفی ۹۴۰ھ، شہید ثانی متوفی ۹۶۶ھ، محمد استر آبادی متوفی ۱۰۲۴ھ، شیخ محمد حسن جواہری متوفی ۱۲۶۶ھ، شیخ مفیدؒ۔ ان سب نے اس فرقے کو تشیع سے خارج قرار دیا ہے۔

## منابر غلو اور نصیریت کے مظہر

ہمارے معاشرے میں اسٹیج اور منابر سے ہر خاص و عام کے ذہن و حافظہ میں یہ نکات انتہائی سادہ اور آسان طریقے سے نقش کیے گئے ہیں کہ مختصر اشاروں میں عوام سمجھ لیتی

ہے کہ خطیب اب کس بٹن کو دبا رہا ہے اور اس سے ابھی کونسا نتیجہ ذہن کی سکرین پر نظر آنے والا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں کسی قسم کے شک و تردد کی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی کہے کہ ہمارے منابر سے غلو اور نصیریت کی ترویج ہو رہی ہے یا نہیں۔ ہم ذیل میں غلو اور نصیریت کے چند نمونے اور مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جنھیں ہمارے منابر سے بار بار پیش کیا جاتا ہے:

ا۔ نظریہ تفویض کی ترویج و اشاعت: یہ ہمارے خطباء کا پسندیدہ ترین موضوع ہے۔ اس سلسلے میں اُن کا کہنا ہے کہ خداوند متعال نے سب سے پہلے محمدؐ و علیؑ کو خلق کیا اور پھر دیگر تمام کائنات کی تخلیق اور اُس کا انتظام و انصرام انھیں کے حوالے کر دیا۔ وہ اپنی اس بات کو صحیح ثابت کرنے کیلئے قرآن و سنت سے متصادم اور امیر المومنینؑ سے منسوب اُنؑ کے خطبات کا حوالہ دیتے ہیں جنکا نام اُنھوں نے ''اسرار آل محمدؐ'' رکھا ہے۔ اس کتاب کے ایک خطبے کا حوالہ دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: ''آسمان و زمین کو خلق کرنے والے اور تمام کائنات کو رزق دینے والے ہم ہیں'' اس کے علاوہ وہ سورۂ مائدہ کی آیت ۶۴ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس آیت کے تحت خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اب اس میں کسی کو کچھ دینے کی استطاعت نہیں ہے، حالانکہ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اور یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جبکہ اصل میں انکے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں'' لہٰذا اس آیت کریمہ سے اس بات کا واضح انداز سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ فقرہ ''خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں'' دراصل یہودی کہتے ہیں اور قرآن نے ایسا کہنے والوں کو ملعون کہا ہے

۔ اسی طرح منابر سے کہا جاتا ہے کہ شب ہجرت امام علیؑ نے بستر رسولؐ پر سو کر رضائے خدا کو خرید لیا ہے اور اب خدا کے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہیں بچی کہ جو وہ علیؑ کو یا کسی اور کو دے سکتا ہو۔

ہمارے خطباء اس ۔ سے بھی ا ۔ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے ناموں میں سے ایک نام مومن ہے اور علیؑ وہ ہستی ہیں جو امیر المومنینؑ ہیں گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) علیؑ تو خدا کے بھی امیر و سردار ہیں حالانکہ علیؑ کے امیر المومنین ہونے کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ وہ خدا کے بھی امیر ہیں جیسا کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے سردارانِ جنت ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ دونوں امام اپنے والدین اور پیغمبر اکرمؐ کے بھی سردار اور اُن سے افضل ہیں کیونکہ یہ بھی اُسی جنت میں ہونگے جبکہ پیغمبر اکرمؐ اور علیؑ و فاطمہؑ ان سردارانِ جنت سے افضل ہیں۔

## دعوائے مہدویت

امام مہدی (عج) منجی بشریت ہونے کے حوالے سے تمام ادیانِ سماوی میں ایک معروف نام ہے تاہم اس وقت اُن (عج) کا موجود ہونا موضوعِ بحث و گفتگو ہے۔ اہلِ تشیع نے اُنکے اس موجود ہونے کے بارے میں کتب تاریخ و احادیث سے بہت سے دلائل نقل کیے ہیں گو ان کے نزدیک آپ کے موجود ہونے کے بارے میں جائے شک و تردد نہیں ہے لیکن جہاں تک آپ (عج) کے ظہور سے متعلق نظریہ ہے کہ کب اور کیسے ظہور کریں گے یہ اس ذاتِ احدیت سے مختص ہے۔ لہذا جو کوئی اس سلسلہ میں کسی قسم کے ربط و اتصال کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹ ہے اور سازشی عمل ہے اور حسبِ آیاتِ قرآن کریم یہ عمل تخرص اور رجم

بالغیب عمل ہے ان دونوں کو قرآنِ کریم ان آیات میں اہلِ باطل ۔ رد دیا ہے

ملاحظہ فرمائیں:

﴿وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللّٰہ ان یتبعون الا الظن وان ہم الا یخرصون﴾ ''اور اگر آپ زمین پر بسنے والے لوگوں کی اکثیت کے کہنے پر چلیں گے تو وہ راہِ خدا سے آپ کو بہکا دیں گے یہ لوگ تو صرف ظن پر چلتے ہیں اور یہ صرف قیاس آرائیاں ہی کیا کرتے ہیں'' (انعام ۶۔ آیت ۱۱۷)

﴿ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون﴾ ''تم تو صرف گمان کے پیچھے چلتے ہو اور یہ کہ تم فقد قیاس آرائیاں کرتے ہو'' (انعام ۶۔ آیت ۱۴۹)

﴿ومایتبع الذین یدعون من دون اللّٰہ شرکآء ان یتبعون الا الظن وان ہم الا یخرصون﴾ ''اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے شریکوں کو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے پیچھے نہیں چلتے بلکہ صرف ظن کے پیچھے چلتے ہیں اور وہ فقد اندازوں سے کام لیتے ہیں'' (یونس ۱۰۔ آیت ۶۶)

﴿قتل الخراصون﴾ ''بے بنیاد باتیں کرنے والے مارے گئے'' (ذاریات ۵۱۔ آیت ۱۰)

﴿وجعلوا الملئکۃ الذین ہم عباد الرحمٰن اناثاً اشہدوا خلقہم ستکتب شہادتہم ویسئلون ☆ وقالوا لوشآء الرحمٰن ماعبدناہم مالہم بذالک من علمٍ ان ہم الا یخرصون﴾ ''اور انھوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے بندے ہیں عورتیں قرار دے دیا کیا انھوں نے ان کو خلق ہوتے ہوئے دیکھا تھا؟ عنقریب ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا۔ اور وہ کہتے ہیں: اگر کدائے رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی پوجا نہ کرتے انھیں اس کا کچھ علم نہیں یہ تو صرف اندازے لگاتے ہیں'' (زخرف ۴۳۔ آیت ۱۹، ۲۰)

﴿ویقولون خمسۃ سادسہم رجماً بالغیب﴾ ''اور کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں چھٹا ان

کا کتا ہے یہ سب دیکھے بغیر اندازے لگا رہے ہیں'' (کہف ۱۸۔آیت ۲۲)
روایاتِ اسلامی میں بھی دعوائے ملاقات کرنے اور فرمان نقل کرنے والوں کو جھٹلانے کا حکم دیا ہے اور وقتِ ظہور کا قریب ہونا اور بعید دکھانے والوں کو بھی جھوٹا قرار دیا ہے چنانچہ تاریخِ اسلامی کے دوسری صدی سے دعوائے مہدویت کے نام سے دینِ اسلام میں شگاف پیدا کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اب تک کتنے لوگوں نے یہ دعوی کیا اور ثابت بھی ہوا کہ وہ جھوٹے ہیں۔ قادیانیت 'مرزایت اس کے بڑے شاخص ہیں۔ان حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس سلسلہ میں ہر قسم کی سرگرمیاں اسلام کے خلاف سازش کے ساتھ دھوکہ' فریب اور خدمتِ اربابِ استعمار ہیں اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے چنانچہ جن لوگوں نے دعویٰ مہدویت اور دعوائے وکالت ونمائندگی امام اور دعویٰ دیدار ملاقات کیا ہے۔ان سب کے پیچھے مفاد پرستوں اور دشمنانِ اسلام کا ہاتھ ہے۔یہاں سے امام زمانہ (عج) سے منسوب ہر سرگرمی کا بنظر غائر جائزہ لینا ضروری ہے۔اور دیکھنا ہے کہ انکا یہ اقدام نا سمجھی کی بنیاد پر ہے یا یہ افراد معاشرے میں کوئی نئی فکر دینا چاہتے ہیں۔
ایسی تنظیمیں جو امام زمانہ (عج) کے ظہور کیلئے مقدماتی آمادگی کے نام سے متعارف کروائی جاتی ہیں چاہے لشکر امام زمانہ (عج) ہو' پاسبانِ امام زمانہ (عج)' یا منتظرینِ امام زمانہ (عج) یا استقبال امام زمانہ (عج) یہ قرآن وسنت اور سیرت آئمہ معصومینؑ کے برخلاف ہیں کیونکہ آئمہ طاہرین یا تو اسلام کے پرچم کے نیچے تھے یا خود پرچم دار تھے۔ وہ اسلام کا لشکر تھے انھوں نے اپنے نام سے کبھی بھی کوئی لشکر نہیں بنایا جہاں تک غیبتِ امام زمانہ (عج) کے دور میں مسلمانوں کی کیا ذمہ داری ہیں اس سلسلے میں مزید اور معلومات کیلئے ہماری چھوٹی سی کاوش افقِ گفتگو کی طبع دوم صفحہ ۵۶۷ کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔غرض یہ سب لوگوں کے

جذبات سے کھیلنے یا مسلمانوں کو انکی بنیادی مسائل سے غفلت میں رکھنے کا ایک شوشہ ہے۔ جو مغرب والے وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ امام زمانہ (عج) کے ظہور ہونے کا دعویٰ جس شکل وصورت میں ہو آپ (عج) کیلئے کوئی خاص عمل نہیں ہم سب منتظرِ ارادہ ومشیتِ الٰہی ہیں۔ انکے غیبت کے دور میں ہماری ذمہ داری وہی عمل ہے جو خدا اور رسول اور آپ (عج) کیلئے موردِ پسند ہو۔ انسانِ مسلمان کے مظاہر زندگی پر قرآن وسنت کو جلوہ گر کرنا ہے یہی انتظارِ امام زمانہ (عج) کا حقیقی تصور ہے۔

## گمراہ ادیان ومذاہب کے عقائد سے اقتباس

یہ لوگ جس کتاب کا حوالہ دیکر قرآن وسنت سے متصادم باتوں کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کتاب (اسرار آل محمدؐ) کے جملات ومضامین بہائیوں، قادیانیوں، نصیریوں اور موجودہ دور کے اسماعیلیوں (آغاخانی) کے عقائد ونظریات کو صحیح ثابت کرتے ہیں حالانکہ ان گروہوں نے شریعتِ اسلامی کے خلاف جو اقدامات اٹھائے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں اور بعض نے شریعتِ اسلامی کو بالکل معطل کردیا ہے اور بعض نے قرآن کی آیات کریمہ کے ظاہر کے خلاف تاویلات پیش کرکے اسلام وشریعت میں فرض کی گئی عبادات سے لوگوں کو آزاد کرایا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ ہمارے منابر سے شریعت اسلامی، فرائض وواجبات اور نماز جیسی اہم عبادت کے خلاف باتیں کرتے ہیں اور حلال کے خلاف اور محرمات کے حق میں برملا اعلان کرتے ہیں اور نماز کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علی علی کہنا ہی نماز ہے۔

(۱) قرآن کریم کی کثیر آیات میں ان عقائد پر مہر بطلان لگائی گئی ہے ان میں سے کچھ آیات

درج ذیل ہیں:

﴿وقالت الیھود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدھم﴾ ”اور یہود کہتے ہیں: اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جبکہ خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں“ (مائدہ ۵۔ آیت ۶۴)

﴿قل یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم﴾ ”کہہ دیجئے: اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو“ (مائدہ ۵۔ آیت ۷۷)

﴿یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم﴾

”اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو“ (نساء ۴۔ آیت ۱۷۱)

﴿لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء﴾ ”بتحقیق اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جو کہتے ہیں: اللہ محتاج اور ہم بے نیاز ہیں“ (آل عمران ۳۔ آیت ۱۸۱)

﴿یسئلہ من فی السماوات والارض کل یوم ھو فی شان﴾ ”جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اسی سے مانگتے ہیں۔ وہ ہر روز ایک (نئی) کرشمہ سازی میں ہے“ (رحمٰن۔ آیت ۲۹)

﴿قل ارء یتم ان جعل اللہ علیکم الیل سرمدا الی یوم القیامۃ من الہ غیر اللہ یأتیکم بضیاء افلا تسمعون ☆ قل ارأیتم ان جعل اللہ علیکم النھار سرمدا الی یوم القیامہ من الہ غیر اللہ یأتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون﴾ ”کہہ دیجئے: کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کیلئے رات کو مسلط کر دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ ۔ کہہ دیجئے: کیا تم نے کبھی غور کیا اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کیلئے دن کو مسلط کر دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ کیا تم (چشم بصیرت سے) دیکھتے نہیں ہو؟“ (قصص ۲۸۔ آیت ۷۱، ۷۲)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو معطل، فقیر و بے بس اور دستِ خالی کہنے والوں کی بات

کو واضح اور واشگاف الفاظ میں باطل قرار دیا گیا اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خدا کے بارے میں ایسی باتیں کرنے والے جہنمی ہیں۔

امیر المومنین علیؑ سے لیکر بارہویں امام (عج) تک ان تمام آئمۃ الھدیٰ علیہم السلام نے بیان شریعت، تفسیر شریعت اور اخبار غیب غرض اسلام و شریعت سے متعلق اپنی ہر بات کے صحیح اور سچ ہونے کی سند میں آیات قرآن کریم اور قول رسول اللہؐ کو پیش کیا ہے اور خود پیغمبر اکرمؐ نے اپنی کلام و بیان کو قرآن اور وحی سے مربوط کیا ہے اور آیات کریمہ شاہد ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کبھی بھی وحی الہی سے ہٹ کر اپنی طرف سے کوئی بات بیان نہیں فرماتے تھے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیات بطور ثبوت ملاحظہ کریں:

﴿یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالو الاعلم لنا انك انت علام الغیوب﴾

''(اس دن کا خوف کرو) جس دن اللہ سب رسولوں کو جمع کر کے ان سے پوچھے گا: (امتوں کی طرف سے) تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے: (تیرے علم کی نسبت) ہمیں علم ہی نہیں غیب کی باتوں کو یقینا تو ہی خوب جانتا ہے'' (مائدہ ۵۔ آیت ۱۰۹)

﴿قال عیسی ابن مریم اللّٰھم ربنا انزل علینا مآئدۃً من السمآء تکون لنا عیداً لاولنا و اخرنا و اٰیۃً منك وارزقنا وانت خیر الرازقین﴾ ''تب عیسٰی بن مریم نے دعا کی: اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! آسمان سے ہمارے لئے کھانے کا ایک خوان نازل فرما کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کیلئے وہ دن عید اور تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق دے کہ تو بہترین دینے والا ہے'' (مائدہ ۵۔ آیت ۱۱۴)

﴿عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا﴾ ''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا'' (جن ۷۲۔ آیت ۲۶)

﴿واللہ غالبٌ علیٰ امرہٖ ولکن اکثر الناس لایعلمون﴾

''اللہ اپنے امر میں غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ''(یوسف ۱۲۔آیت ۲۱ )

﴿ولااقول لکم عندی خزآئن اللہ ولااعلم الغیب ولااقول انی ملک ولااقول للذین تزدری اعینکم لن یؤتیھم اللہ خیراًان اللہ اعلم بمافی انفسھم انی اذاًلمن الظالمین﴾

''اور میں تم سے نہ تو یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جنھیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں ان کے بارے میں بھی یہ نہیں کہتا کہ اللہ انہیں بھلائی سے نہیں نوازے گا۔ان کے دلوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے اگر میں ایسا کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا''(ھود ۱۱۔آیت ۳۱)

﴿تلک من انباء الغیب نوحیھآ الیک ما کنت تعلمھاانت ولاقومک من قبل ھذافاصبران عاقبۃ للمتقین﴾''یہ ہیں غیب کی کچھ خبریں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں اس سے پہلے نہ آپ ان باتوں کو جانتے تھے نہ آپ کی قوم پس صبر کریں انجام یقیناً پرہیزگاروں کیلئے ہے''(ھود ۱۱۔آیت ۴۹)

﴿فقل انماالغیب للہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین﴾

''پس کہہ دیجئے:غیب تو صرف اللہ کے ساتھ مختص ہے پس تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں''(یونس ۱۰۔آیت ۲۰)

﴿ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر ومامسنی السوء﴾

''اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچتی''(اعراف ۷۔آیت ۱۸۸)

﴿قل لااقول لکم عندی خزآئن اللہ ولااعلم الغیب ولااقول انی ملک ان اتبع الامایوحیٰ

الی ﴾ ''کہہ دیجئے: میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جسکی میری طرف وحی ہوتی ہے'' (انعام ۶۔ آیت ۵۰)

﴿وعندہ مفاتح الغیب لایعلمہا الا ہو﴾ ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' (انعام ۶۔ آیت ۵۹)

﴿ذالک من انبآء الغیب نوحیہ الیک ﴾ ''یہ غیب کی خبریں ہم آپ کو وحی کے ذریعے بتا رہے ہیں'' (آل عمران ۳۔ آیت ۴۴)

﴿انی اعلم غیب السماوات والارض واعلم ماتبدون وما کنتم تکتمون﴾

''میں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہوں نیز جس چیز کا تم اظہار کرتے ہو اور جو کچھ تم پوشیدہ رکھتے ہو وہ سب جانتا ہوں'' (بقرہ ۲۔ آیت ۳۳)

(۳) کائنات کی تمام مخلوقات میں تقسیم ارزاق صرف خدا ہی کرتا ہے:

﴿امن ھذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ بل لجوا فی عتوٍ ونفور﴾

''اگر اللہ اپنی روزی روک دے تو کون ہے جو تمہیں رزق دے؟ مگر یہ لوگ سرکشی اور نفرت پر اڑ گئے ہیں'' (ملک ۶۷۔ آیت ۲۱)

(۴) رحمت خدا کے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ میں نہیں ہے:

﴿مایفتح اللہ للناس من رحمۃٍ فلاممسک لہا ومایمسک فلامرسل لہ من بعدہٖ﴾

''لوگوں کیلئے جو رحمت (کا دروازہ) اللہ کھولے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کردے اسے اللہ کے بعد کوئی کھولنے والا نہیں'' (فاطر ۳۵۔ آیت ۲)

﴿ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا﴾

''اللہ آسمانوں اور زمین کو یقیناً تھامے رکھتا ہے کہ یہ اپنی جگہ چھوڑ جائیں تو اللہ کے بعد انھیں کوئی تھامنے والا نہیں ہے یقیناً اللہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔'' (فاطر ۳۵۔آیت ۴۱)

(۵) کوئی نظام کائنات میں تصرف یا تبدیلی بغیر اذن خدا کے ازخود نہیں کرسکتا:

﴿ورسولاً الی بنی اسرائیل انی قدجئتکم بایۃٍ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ﴾ ''اور (وہ) بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے رسول کی حیثیت سے (کہے گا): میں تمہاری طرف سے نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں' (وہ یہ کہ) میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل کا مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے'' (آل عمران ۳۔آیت ۴۹)

﴿وما کان لنا ان ناتیکم بسلطانٍ الا باذن اللہ﴾ ''اور ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم تمہارے سامنے کوئی دلیل (معجزہ) اذن خدا کے بغیر پیش کریں'' (ابراہیم ۱۴۔آیت ۱۱)

﴿وما کان لرسولٍ ان یاتی بایۃٍ الا باذن اللہ﴾ ''اور کسی پیغمبر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی آیت پیش کرے'' (غافر ۴۰۔آیت ۷۸)

﴿واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا طیراً باذنی﴾ ''اور جب آپ میرے حکم سے مٹی سے پرندے کا پتلا بناتے تھے پھر آپ اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا'' (مائدہ ۵۔آیت ۱۱۰)

اس وقت اگر کوئی قرآن وسنتِ پیغمبر اسلامؐ اور سیرت معصومینؑ کی آئینے میں موجودہ تشیع کی مذہبی بود و باش نشست و برخاست اور دیگر سرگرمیوں کو دیکھیں گے تو روز

روشن کی طرح یہ کسی نہ کسی حوالے سے کبھی نص آیت قرآن اور کبھی سنت موکدہ نبی کریمؐ اور کبھی سیرت معصومینؑ کے سراسر خلف نظر آئے گا اور ان کی سرگرمیاں نظریات مسیحی اہل غلو یا جدید مغربی نظریات سے ہم آہنگ نظر آئینگی۔ یہاں پر وہ حضرات جو مکتب تشیع کے چہرے پر مختلف اشکال داغ اور نشانیاں دیکھتے ہیں اور اسے شیعوں کی پہچان سمجھتے ہیں ان پر واضح کروں کہ شیعہ مذہب ان چیزوں کو اپنی شناخت کے طور پر تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی گھوڑے، علم اور زنجیر کے نشانات کو اپنی پہچان سمجھتا ہے۔ اسی طرح اہل تشیع اہلبیت اطہارؑ کو کسی بھی حوالے سے نبی کریمؐ پر افضل و برتر نہیں سمجھتے اور نہ ہی تفویض کو قبول کرتا ہے۔ اسی طرح قادیانی' مرزائی' آغا خانی' بہائی' سیکولر اور لادین جماعتوں کے مقابل برادران اہلسنت و الجماعت کو چاہے وہ کتنا ہی ہم سے تعصب کیوں نہ برتتے ہوں چاہے وہ وہابی ہوں یا طالبانی ہم انھی کو اپنا دینی اور مذہبی بھائی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اگر کوئی شخص کسی شخص یا کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو اس سے وابستہ چیزوں سے بھی محبت کرتا ہے۔ چونکہ ہمارا محبوب اسلام ہے لہذ جو بھی اسلام سے وابستہ ہو ہمیں اس سے محبت ہونی چاہئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ غلو مستشرقین کی پیداوار ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ غلو کرنے والوں کو شیعوں میں نفوذ دینے اور ان کو فروغ دینے اور انکو تحفظ دینے کا تمام کردار مستشرقین کی سرپرستی میں ہورہا ہے۔ کیونکہ اہل غلو کو کوئی مرکز اجتماعی اور سیاسی اور اقتصادی حوالے سے مشخص نہیں ہے۔ ہمارے بعض علماء کا اپنے مذہب کے بارے میں یہ تصور اس مثال کی مانند ہے کہ جیسے کسی انسان کے عقد میں ایک بدصورت لڑکی کو دے دیا جائے اور وہ ہر قسم کی خوبی سے عاری ہو لیکن وہ اس شخص کی ہر جائز و ناجائز حرکتوں کو اس لئے برداشت کرتی ہو کہ کہیں اسے طلاق نہ دے دی جائے۔ غالیوں کے بارے میں بھی بعض علماء کا یہ تصور ہے جو انکی

تمام ناجائز باتوں کو برداشت کرتے ہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہیں انکے کردار سے چشم پوشی کرتے ہیں کہ کہیں یہ مذہب خیر باد نہ کہہ دیں گویا اب یہ مذہب ان غالیوں کیلئے صبر وتحمل اوران علماء کے سکوت وخاموشی کا مرہون منت ہے۔

کائنات کو ازلی وابدی سمجھنے اوراس کیلئے کسی خالق ومدبر کے انکار کرنے کو الحاد کہتے ہیں قدیم زمانے میں الحاد نہ ہونے کے برابر تھا اور سوائے محدود چند افراد کے کوئی بھی فکر الحاد کا معتقد نہیں تھا لیکن صنعتی انقلاب اور شکست حکومت کلیسا کے بعد بعض افراد اس فکر کو فروغ دینے کیلئے منظر عام پر آگئے۔ ان سب کی شناخت جس ایک نام سے ہوئی ہے وہ علمانیہ یا سیکولرازم ہے اس فکر کو فروغ دینے والوں میں مندرجہ بالا تمام گروہ شامل ہیں۔

## علمانیوں کی دودھاری جنگوں کے مناظر

مستشرقین اوران کے مشرقی کارندوں نے ان کے ایما اور اشارے پر یہاں بیک وقت دو متضاد افکار ونظریات کو ساتھ ساتھ چلایا ہے۔ بطور مثال ایک گروہ نے قرآن کریم کو شریعت اسلامی کا واحد مآخذ ومصدر قرار دیا جیسا سر سید احمد خان، غلام محمد پرویز اور غلام احمد چکڑالوی اور سنت نبوی سے بالکل روگردانی اختیار کے ساتھ ہی ایک گروہ کے ذریعے قرآن سے بالکل انکار اوراس کے بالمقابل میں ایک نئی کتاب مختلف ناموں سے پیش کرائی جیسا کہ قادیانیوں اور بہائیوں سے کرایا۔ ساتھ ہی اسی گروہ کے ذریعے لادینی قوتوں کی پشت پناہی کی اسی طرح یہاں پر اعلیٰ تعلیمی اداروں میں لادینی اور الحادی افراد اور ساتھ ہی میدان سیاست میں لادین سیاسی پارٹیاں وجود میں لائیں اوراس کے ساتھ دینی اور مذہبی پارٹیوں اور تنظیموں کو ختم کرکے سیکولر تنظیموں کو میدان میں رہنے کا موقع فراہم کیا۔

ایک ہی ملک میں کئی قوموں کو پروان چڑھایا اور ایک دوسرے سے الگ اور جداگانہ حقوق کے نام سے ایک دوسرے سے لڑوایا ایک ہی مذہب میں شگاف درشگاف کر کے یا موجودہ فرقوں کو ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدال کی حالت میں لایا۔

نظام علمانیت کے داعیان اور بانیان اپنی تمام حامیوں، یہودیت اور نصرانیت اور اسکے علاوہ مسلمانوں میں سے تربیت یافتہ اور پروردہ وریزہ خوار نام نہاد دانشوران کے ساتھ ایک اتحادی لشکر کی صورت میں اسلام و مسلمین کی دین ودیانت اور اُن کی عزت و آبرو مال و دولت ،زمین وفضا پر مختلف محاذوں اور مورچوں سے حملہ کر رہے ہیں۔ اس مقصد کیلئے اُنھوں نے دو محاذ سے جنگ لڑنا شروع کی۔اس سلسلے میں ایک جنگ، جنگ زبان ہے جسے مسلمان آج نظر انداز کیے ہوئے ہیں بلکہ وہ علمانیوں کے ساتھ اسلام کے خلاف بے خبری، بے شعوری اور بے حسی کے ساتھ حلیفِ جنگ ہیں اور صفِ مقدم میں اسلام و مسلمین سے نبرد آزما ہیں۔جنگِ زبان بیک وقت تین محاذوں سے لڑی جارہی ہے۔ بدقسمتی سے اس جنگ میں تنخواہ دار لشکر سے زیادہ مومنین وداعیانِ دین اپنی رضا کارانہ خدمات پیش کر رہے ہیں آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے محاذ ہیں:

## عربی فصیح سے جنگ

عربی فصیح زبان کو پسماندہ اور غیر ترقی پذیر زبان قرار دے کر اسے زبانوں کے قبرستان میں دفنانے کی بھرپور مہم چلائی اور اس کی جگہ پر ایک عامی زبان جو پرانی قبطی اور دیگر زبانوں سے ملا کر پیش کی اور عربوں میں ہر سطح پر مہم چلائی کہ اگر وہ لوگ عربی فصیح کی جگہ پر یہ نئی زبان استعمال کریں گے اور اسے رواج دیں گے تو وہ جلد ہی مغرب والوں جیسی

ترقی اور تمدن کی راہ پر گامزن ہو نگے ۔انکی ترقی کی درمیان رکاوٹ سوائے اسی عربی فصیح کے اور کچھ نہیں۔

استعمار نے اپنی قدرت واستعداد کے مطابق رسمی طریقے سے تمام تر کوشش کی کہ عربی زبان کو اسکول وکالج اور یونیورسٹیوں سے خارج کروائیں اور اس کے بدلے میں ایک اجنبی اور عربی عامی زبان کو جبری اور لازمی طور پر نافذ کروائیں ۔چنانچہ وزارت معارف برطانیہ کے مشیر دن لوپ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس سلسلے میں جامع الاظہر کے علماء و مدرسین کو حملوں کا نشانہ بنایا ہے۔دن لوپ جو مصر کی وزارت علوم ومعارف میں تھا اس نے ایک شعر انشاء کیا اس شعر میں اس نے عربی زبان اس کے محافظین اور جامعہ الاظہر کو حقیر کہا ہے اور ان پر سخت ترین تنقید کی ہے اس نے عربی زبان کے تحفظ اور اس کی دعوت کو ایک مسخرہ پن عمل قرار دیا ہے۔

اس سلسلے میں ولیم جیفورد پلجراف کہتا ہے جب قرآن اور سرزمین مکہ عربوں کی نظروں سے غائب ہو نگے اس وقت ہم عرب والوں کو ترقی اور تمدن کی راہ پر گامزن دیکھیں گے ۔یعنی عربوں کو اس ترقی وتمدن سے جس چیز نے روکا ہے اور انکے درمیان حائل ہے وہ سوائے محمد اور اسکی کتاب قرآن کوئی اور چیز نہیں ہے ۔لوٹ ڈوفرین نے ۱۸۸۲ میں کہا کہ انہوں نے جو اپنے مقاصد میں کامیابی کی طرف پیشرفت کی ہے وہ اس وقت تک بہت معمولی اور کمزور ہے جب تک عرب کے لوگ فصیح زبان بولتے رہیں گے اس وقت تک یہ زبان قرآن رہے گی۔

(۱) لوٹ ڈوفرین ۱۸۸۲ء میں کہتا ہے کہ "جب مصر کے عوام عربی فصیح کی تعلیم حاصل کرتے رہیں گے جو کہ لغت قرآن ہے اور اس وقت جاری ہے اس وقت تک مصر میں ہمیں

اپنے مقاصد میں کامیابی کی طرف پیشرفت کی اُمید نہیں ہے۔ ۱

اسی طرح ہندستان میں جہاں اورنگزیب بادشاہ مغل کے دور میں نفاذ اسلام شروع ہوا عدالتوں میں قانون اسلام نافذ ہوا۔ اس حوالے سے مصادر شریعت قرآن وسنت سے استفادہ اس وقت عربی زبان اور فارسی میں ہی ممکن تھا یہی وجہ ہے کہ جس وقت ہندوستان میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کی استعمار گری کی تمہید کی خاطر آنے والی ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے کارکنوں کیلئے الگ کالجوں کے قیام کا بندوبست کرنے کا فیصلہ کیا اس سلسلے میں سب سے پہلا کالج کلکتہ میں بنام کلیۃ فروٹ ولیم کے نام سے قیام میں آیا اس کلیۃ کی تفصیل یوں ہے۔

## کلیۃ فورٹ ولیم کلکتہ

## (COLLEGE OF FORT WILLIAM IN CULCUTTA)

جب ایسٹ انڈیا (EAST INDIA) نے اپنے کارکنوں کیلئے کالجوں کی بنیاد رکھنے کا ارادہ کیا جس میں ہندوستان میں رائج زبانوں اور خاص طور پر شریعت اسلامی کی تدریس کی جائے کیونکہ دفعاً لوگوں کو دین سے دور نہیں کیا جا سکتا اس مقصد کیلئے ۱۸۰۰ میلادی کو ایک کالج بنام کلیۃ فورٹ ولیم کلکتہ کی بنیاد رکھی پھر ایک اور کالج ۱۸۰۶ میلادی کو ایسٹ انڈیا کالج ان ہرٹ فورٹ کیسٹل (EAST INDIA COLLEGE IN HERTFORD CASTLE)

اس کالج کا دورانیہ تین سال کا تھا اس میں ریاضیات' پرانی ادب' قانون' تاریخ اور علم سیاست واقتصاد کے ساتھ ہندوستان میں رائج عام زبانوں کی تعلیم دیتے تھے وہ زبانیں یہ ہیں عربی' فارسی' سینسکرت' اردو' ہندی اور بنگالی۔ اور اس کا مدیر JHON GILCHRIST تھا

۱ (کتاب فصحی الغۃ القرآن ص ۱۱۱)

جو ۱۷۵۹ تا ۱۸۳۱ تک رہا اس کالج میں بعض مستشرقین تدریس کرتے تھے جن میں ولیم کاری(WILLIAM CARRY) یہ تبشیری جماعت سے تعلق رکھتا تھا یہ سنسکرتی زبان کی تدریس کرتا تھا۔ ایک اور مدرس JOHN BAILIE یہ عربی' فارسی' شریعت اسلام اور قواعد لغت عربیہ کی تدریس کرتا تھا۔ اس کالج میں یہ کتابیں پڑھائیں جاتیں تھیں۔

۱۔ المائۃ عامل۔ ۲۔ شرح المائۃ عامل۔

۳۔ مصباح۔ ۴۔ ہدایت النحو۔

۵۔ کافیہ ابن حاجب۔

ایک اور مدرس مائیولومسدن(METHEW LOMSDON) یہ ۱۷۷۷ سے ۱۸۳۵ تک رہے یہ عربی' فارسی' نحو کی کتابیں پڑھاتا تھا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے اساتید مسلم و غیر مسلم بھی تدریس کرتے تھے ان میں مولوی جان علی عربی' فارسی کتابوں میں مقامات حریری اور دیوان متنبہ' مختصر معانی وغیرہ بھی اس سے نشر کیں ہیں ان میں سب سے مشہور قاموس محیط فیروز آبادی ہے اسکے علاوہ ایک اور مدرس عبدالرحیم بن عبدالکریم ہیں جو متوفی ۱۸۵۱ ہے بھی تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ۱۸۲۰ کے بعد جب انگریز ہندوستان پر مسلط ہوئے اور انگریزی زبان کو رائج کیا تو ۱۸۳۵ میں لورڈ ماکولی(Lord Macaulay) نے نظام تعلیم کو خالص انگریزی میں تبدیل کردیا تو ۱۸۵۴ کو یہ کالج بالکل بند ہوگیا۔

انوار جندی لکھتے ہیں" برطانوی استعمار نے ہندوستان میں عربی کے خاتمے کے لئے کلیہ فورٹ ولیم کے آخری دور میں دو زبانوں میں تعلیم کو لازمی قرار دیا انہوں نے ایک ہی کالج میں پڑھنے والے مسلمان طالب علموں کے لئے اردو کو زبان تعلیم قرار دیا اس سے ان کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا تھا تا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف زہر

اُگلنے لگیں۔ [1]

اس طرح وہ آخر میں ان کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ اردو زبان میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں اور تمام اہل ہندوستان کے لئے مشترک زبان کا درجہ حاصل کر سکے۔ چونکہ اردو زبان مین فکر اسلامی موجود ہے اس لئے یہ صرف مسلمانوں سے مختص زبان ہے اور ہندوؤں کو اس لغت سے ہٹ کر اپنی ایک الگ لغت اپنانے کی ضرورت ہے انہیں چاہئے کہ عربی فارسی اور دیگر زبانوں سے حروف لے کر اور سنسکرتی کو ملا کر اپنی الگ زبان بنائیں اس طرح سے انیسویں صدی میں دو زبانیں وجود میں آئیں اور وقت کے ساتھ ساتھ دونوں زبان والوں میں اختلافات بڑھتے ہی گئے اور آخر کار ہندوستان اور پاکستان دو حکومتیں وجود میں آئیں۔

لاطینی حروف کے رواج کی دعوت: یعنی عربی زبان کو لاطینی حروف میں لکھنے کی مہم چلائی۔ لاتین یا لاتینی: جنگ صلیبی کے دوران یونان کے مقابل مغربی علاقے کو کہا جاتا تھا جس میں ہسپانیہ، فرانس، اٹلی وغیرہ شامل تھے۔ اس زبان کی ادبیات قدیم زمانے کے امپراطور روم کا ورثہ ہیں۔ رومی امپراطوری کے سقوط کے بعد یہ مغرب زمین میں قرون وسطی کی زبان کی حیثیت سے مانی جاتی تھی اور بتدریج خود روم اور دیگر علاقوں میں اس کی جگہ نئی زبان نے لے لی اور یہ زبان تنہا مذہبی کُتب کی تحریر تک محدود ہوگئی۔ [2]

سب سے پہلے اس عمل کیلئے مستشرقین میں ''ماسینیون'' جو کہ وزارت خارجہ فرانس میں شعبہ مستشرقین کا مسئول تھا اس نے اس فکر کو مغرب، مصر، سوریا لبنان میں اٹھایا پھر اس

---

[1] کتاب الفصحیٰ لغت قرآن ص ۱۰۶

[2] (لغت نامہ دہخدا ج ۱۲)

کے بعد یورپ کی یونیورسٹیوں سے فارغ ہونے والوں نے بیروت میں اس علم کو بلند کیا۔

مصر میں لاطینی حروف لکھنے کے علمبردار لطفی سید، قاسم امین، سلامہ موسیٰ، عبدالعزیز فہمی ہیں سلامہ موسیٰ نے کہا کہ عربی حروف کو ختم کر کے لاطینی حروف کو لکھنا مستقبل کی طرف پیشرفت میں ایک قدم ہے۔ اسی طرح ان چند سالوں میں ہمارے ہی ملک میں مغرب نواز اور انکی د رسگاہوں کے سند یافتہ اور انکے دستر خوان پر پلنے والوں کا مغربی ثقافت کو ہر موقع ومحل پر فروغ دینا کوئی تعجب خیز نقطہ نہیں ہے جسے ہم اٹھائیں کیونکہ یہ بزعم خود اسے نمک حلالی کہتے ہیں لیکن تعجب یہاں اپنی انتہا کو پہنچتا ہے کہ کچھ مومنین دین وایمان کا چہرہ رکھنے والے فروغ دین کے سلسلہ میں جن سے ہماری امیدیں وابستہ ہوں اور جن کے بارے میں اسلام دشمنوں کے عزائم میں شریک ہونے یا ہمدردی رکھنے کے تصور کی بھی گنجائش نہ ہو وہ اپنے دعوت نامہ شادی کارڈ پر اردو کلمات کو رومن حروف میں تحریر کر کے پیش کرتے ہیں اسی طرح بعض علماء فقہاء دینی مذہبی کتابوں یا مجلوں کے پیچھے ان کتابوں اور مجلّے جو عربی اردو اور فارسی میں ہیں انکے نام رومن حروف میں لکھتے ہیں جسکی کوئی بھی معقول توجیہ نہیں بن سکتی سوائے انکے تصور کے مطابق اتنی حد تک تو اعزاز افتخار حاصل کریں کہ ہم بھی ترقی پسند گروہ میں شامل ہیں بات حرام وحلال کی نہیں ہے بات یہ ہے کہ دلوں میں کس کیلئے مقام ومنزلت ہے۔

اگر ہم شخصیت مسلمان کو جو اسلامی ثقافت کے سائے اور اس کے اثرات سے وجود میں آتی ہے اور وہ شخصیت جو مغربی تمدن اور ثقافت کے سائے میں پروان چڑھتی ہے دونوں کا موازنہ کریں تو آپ پر یہ حقیقت واضح وعیاں ہو جائے گی کہ پہلی شخصیت میں استحکام وثابت قدمی کی حامل اور نا قابل تسخیر وتغیر پذیر نظر آئی گی جبکہ دوسرا گروہ اپنے بارے میں ہر وقت نظاموں اور دستوروں کی تبدیل وترمیم کا محتاج مند نظر آئے گا۔

مستشرقین اوراسلام و مسلمین کی جنگ میں مغربی استعمار نے اسلام کے خلاف ہر لحاظ سے جنگ میں شکست کھانے کے کچھ عرصہ تک کیلئے اپنی جنگ کا داؤ ثقافتی جنگ کے محاذ کیطرف پر موڑا اور تمام توانائیوں کو اس محاذ پر لگایا اور اس سلسلہ میں انھوں نے اپنے غلبہ اور تسلط کیلئے چند مراحل کی منصوبہ بندی کی:

## اسلامی ملکوں میں رائج اور متداول کلماتِ عربی کا اخراج

ترکی، ایران، ہندوستان اور پاکستان کی زبانوں سے عربی کلمات کو نکالنے کی مہم چلائی:

۱۔ ابتدائی سکولوں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں انگریزی زبان کو بطور نصاب لازمی قرار دیا:

۲۔ پورے ملک میں تمام سرکاری، نیم سرکاری یہاں تک نجی، معاملات کی اسناد کو انگریزی زبان میں لکھنے کا قانون وضع کرنا:

۳۔ اردو زبان کو کلی طور پر سکولوں سے نکالنے کی کوششیں ابھی تک جاری ہے۔

۴۔ یہاں اردو بھی انگریزی حروف میں لکھنے کی مہم کا حکومتی اور ذرائع ابلاغ کی سطح پر سلسلہ جاری ہیں۔

۵۔ دینی مدارس جو کہ خالص دین سکھانے کیلئے وجود میں آئے ہیں ان میں بزورطاقت وقدرت اور جبر وتشدد یا طمع ولالچ سے انگریزی زبان کو شامل کرنے کی مہم جوئی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔

۶۔ امت اسلامی کی وسیع وعریض سرزمین میں مدفون متروک یا دور افتادہ علاقائی زبانوں کو چھوٹے سے چھوٹے علاقوں اور محلوں میں زندہ کرنے اور فروغ دینے کی بھرپور کوشش

اوراس کام میں حصہ لینے والوں کیلئے اجتماعی، اقتصادی اور تعلیمی میدانوں میں اعلیٰ اعزازی اسناداور دیگر سہولتوں سے نوازنے کی نقدی اور وعدی جائزے کا اہتمام۔اس عمل کو اسلام ومسلمین کے خلاف سازش اور دشمنی کے شبہ پر چادر چڑھانے کیلئے مومنین وعلمائے دین کی خدمات اور تائید کو اُنکی روشن خیالی، روشن فکری، وسیع النظراور وطن دوستی قرار دیا گیا۔

حور غور نچہ کا کہنا ہے کہ محمد اقبال فیلسوف کہتا ہے کہ مثالیت کوئی ایسی چیز نہیں کہ ان کی نسل میں اثر انداز ہو سکے، لہٰذا آپ ان کی نسل کو ہمیشہ گمراہ اور بے راہ روی کا شکار پائیں گے وہ اخلاق سے نا آشنا ہیں اپنے آپ کو جمہوریت میں تلاش کرتے ہیں ان کی پوری کوشش یہ ہے کہ فقیر ونادار کا غنی کے حق میں استحصال کریں اگرچہ کہیں تو انسانی واخلاقی تقدم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یورپ ہی ہے جبکہ مسلمانوں کو اس کے خلاف اپنے آخری نظریات تک پیش کرنے اور زندگی کی گہرائیوں سے بات کرنے کا حق حاصل ہے۔

قرآن کا تمدن وہ ہے جو حقائق کو بیان کرتا ہے راستے کو واضح وروشن کرتا ہے۔صحیح معرفت کے مواقع دیتا ہے کیونکہ یہ وہ کتاب دائم ہے جو نہ تو قابل تغیر وتبدل ہے اور نہ اس میں تناقض واضطراب ہے اس کے آثار فرد مسلمان پہ ہمیشہ جاری وساری رہیں گے اور سختیوں اور مشکلات سے مقابلہ کیلئے ہمیشہ آمادہ وتیار ہوتا رہے گا۔

## انگریزی زبان کو عالمی زبان قرار دینے کی بھرپور کوشش:

ایک انسان باشعور یہ بات آسانی سے درک کرسکتا ہے کہ یہ لوگ کس طرح دودھار اسلحے سے اسلام ومسلمان کو ختم کر رہے ہیں ایک طرف سے پوری ملت کی زبان کو زندگی کے ہر صفحے سے مٹانا چاہتے ہیں اور دوسری طرف سے ہر ملک، علاقہ، محلّہ، گاؤں کی زبانوں

کو زندہ کرنے کیلئے کسی مسیحا کی تلاش میں ہیں۔اور تیسری طرف سے پھر ایک عالمی زبان وہ بھی صرف استعمار وظالم کی زبان کو بین الاقوامی زبان قرار دینے بلکہ اسلام و مسلمین کی زبان کی جگہ پر جاگزین کرنا چاہتے ہیں یہ جنگ درحقیقت صرف اسلام و مسلمین کے خلاف ہے دیگر زبانوں کے خلاف نہیں۔کلیہ فورٹ جو کہ انگریزوں نے اٹھارویں صدی میں کلکتہ میں بنائی تھی پہلے ہی دن سے ان کی خواہش تھی کہ عربی زبان کو دفنایا جائے اور اُردو زبان کا گھیراؤ تنگ کیا جائے تاکہ انگریزی زبان کو مسلمانوں اور ہندوؤں کی متحدہ و مشترک زبان سمجھا جائے۔

پھر جب ہندوستان کے لئے ایک مستقل لغت پر توجہ مرکوز ہوئی تو ایک بار پھر اردو زبان میں موجود اسلامی آثار سے نفرت وکدورت بڑھنے لگی تو انھوں نے ان تمام حروف وکلمات کو جو عربی اور فارسی سے مل کر بنتے تھے اور لغت اردو میں استعمال ہوئے تھے انہیں نکالنا شروع کردیا اور تمام تر توجہ قدیم ہندی زبان کی طرف مبذول کردی اور اُسے ہندوستان کی رسمی لغت کے طور پر عام کیا۔بعض ہندوؤں نے ہندی زبان کو ایک مشترک لغت کے طور پر منوانے کی کوششیں شروع کیں۔جب ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا تو عربی زبان کی مخالفت کے خلاف دوبارہ ایک مہم شروع ہوئی اور نکالے جانے والے حروف و کلمات کو دوبارہ اردو اور بنگالی زبان میں واپس لانے کی تحریک و مہم شروع ہوئی اس طرح کی کوشش اور اہتمام کرنے والوں کی جمیعت کا نام جمیعت حروف قرآن ثقافی تھا لیکن دوسری طرف سے ثقافتی جنگ کے ہیروؤں نے عربی زبان کے خلاف ایک اور حربہ استعمال کیا اور اردو زبان عربی حروف سے لکھنے کی بجائے لاطینی حروف سے لکھنے کی مہم شروع کی چنانچہ عبد استار سدھ کی طرح بہت سے مفکرین اسلام نے ہندوستان میں عربی زبان کو اپنے حقیقی

مقام پر واپس لانے کے لئے قیام کیا اس طرح کی کوششوں کے آغاز کے نتیجے میں 1951ء میں کراچی میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔

جس میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا ہے کہ تمام عالم اسلام عربی زبان کو اپنی رسمی زبان کے طور پر منتخب کرے کیونکہ اس سے اسلامی حکومتوں کے درمیان تفاہم آسان ہو جائے گا اس کانفرنس میں یہ بھی طے ہوا کہ پاکستان ایران ترکیہ اور انڈونیشیا اپنے حکومتی خطوط عربی میں لکھیں اور ان مقاصد کے لئے پاکستان اور انڈونیشیا میں ایک ایک درسگاہ بھی وجود میں لائی جائے۔

## برّصغیر میں انگریزی زبان کا داعی سرسید احمد خان

سرسید احمد خان ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۸۱۷ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۲۲ سال کی عمر میں عدالت صدر امینی دہلی کے سررشتہ بنائے گئے اور سنہ ۱۸۷۶ میں سب جج کے عہدے پر پہنچ کر ریٹائر ہوئے۔ سنہ ۱۸۸۷ میں سروس کمیشن کے رُکن مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۸۸۹ میں ایڈورڈ یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی کی اعزاز ڈگری عطا کی۔ سرسید کی قومی خدمات میں محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج کا قیام (۱۸۷۷ء) سائنٹیفک سوسائٹی کی تنظیم (۱۸۶۳ء) اور رسالہ تہذیب الاخلاق کا اجراء (۱۸۷۰ء) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان کی تصنیفات کی تعداد پچاس کے قریب ہیں جن میں آثار الصنادید، رسالہ اسباب بغاوتِ ہند، تاریخ سرکشی ضلع بجنور، سفر نامہ لندن، خطبات احمدیہ، تفسیر قرآن، تبیین الکلام، رسالہ احکام طعام اہل کتاب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ سرسیّد احمد خان حکومت برطانیہ کی عدالتی ادارے میں منصب قضاوت پر فائز رہے جہاں سے ان کے انگریزوں سے تعلقات محکم ہوئے اور وہ

ان کے مخلص حامیوں میں قرار پائے ۱۸۵۷ میں انگریزوں کے خلاف انقلاب میں انہوں نے انگریزوں کی کی حمایت کر کے انھیں بچایا وہ مغربی تمدن کے زیادہ عاشق اور ان کے علوم اور فنون اور طرز زندگی کے فریفتہ تھے وہ کہتے تھے کہ مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ انکے تمدن کو پوری طرح اپنائیں۔

انہوں نے ایک کتاب تبیان الاکلام کے نام سے لکھی جو ۱۸۶۲ کو شائع ہوئی جس میں انہوں نے انجیل کی تفسیر کی اور کہا کہ توریت اور انجیل تحریف شدہ کتب نہیں ہیں اس میں کوئی تفسیر و تبدیلی نہیں ہوئی انہوں نے اپنی تفسیر میں یہ بھی کہا اہل کتاب وحدت ادیان کی بات کرتے ہیں انسانیت الادیان یعنی دینوں میں کوئی فرق نہیں ہے سب ایک ہی دین ہے کی بات کرتے ہیں اسی طرح انہوں اپنی تفسیر میں ایک خاص طریقہ کار کو اپنایا جس میں انہوں نے آیات کی تاویل کرنے اور عقیدہ توحید سے متصادم مفاہیم، وافکار نکالنے کی کوشش کی ہے۔اس میں مغرب کی طرف سے آئے ہوئے افکار وخیالات کا جواز پیش کیا گیا ہے وہ ان افکار کی حمایت میں انتہا تک پہنچے اور معجزات کے منکر ہوئے اور نبوت کو عطیہ الہی قبول کرنے کی بجائے اُسے ایک ایسا مقام ومنصب قرار دیا جو زحمت وریاضت سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ انسان کی طبیعت اور سوچ کے اندر ہے اس کا مظاہرہ طریقہ انسانی سے ہوتا ہے نہ کہ غیر مادی طریقے سے .اس کے ساتھ ہی وہ مخالف اور نکتہ چینی سے بچنے کیلئے ختم نبوت کے بھی قائل تھے اسی طرح انہوں نے قرآن کریم میں موجود آیات جہاد جس سے کفر والحاد کے ساتھ مزاحمت کی روح پیدا ہوتی ہے کو روح قرآن سے نکال کر جہاد کو ایک وقتی فریضہ قرار دیا ہے جو رسول کی دعوت تک محدود تھا یعنی ایک طرح سے انہوں نے جہاد کے مفہوم کو ہی ختم کیا اور نئے مذاہب اسلام میں ختم نبوت کے خاتمے کیلئے تمہید بنائی جس سے

مذہب قادیانی کو ہندوستان میں ظہور ہونے کا موقع ملا چنانچہ قادیانیوں کا خلیفہ نور الدین حکیم بہت زیادہ سر سیّد کے افکار ونظریات سے متاثر ہوا خاص کر تفسیر وتاویل سے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ سر سیّد احمد خان قانون صنعت سے متعلق علوم جو انسان کو زندگی میں ترقی وتمدّن اور فقر وفاقہ پر قابو پانے اور مسلمانوں کی پستی سے نجات کا سامان تھا کے خلاف تھے وہ علوم کو تنہا ادب، فن اور لغت تک محدود رکھتے تھے انہوں نے واضح طور پر کہا تھا کہ ہمیں فکری طور پر پیشرفت کرنا چاہیے اور ان افکار ونظریات کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے انہوں نے علوم صنعت کی تعلیم پر انگریزی ادب کو ترجیح دی اور اس کیلئے الہ آباد میں کمیٹیاں تشکیل دیں وہ علم صنعت کے سخت مخالف تھے اور خاص کر ان کی یونیورسٹی میں ان علوم پر بندش تھی جس کے باعث اس میں ہندسہ، علم طبیعات، کیمیا اور ٹیکنالوجی وغیرہ نہیں پڑھائی جاتی تھی سر سیّد احمد خان نے انگریزوں کے پاس سے جو بلند مقام حاصل کیا ایسا کسی اور نے حاصل نہیں کیا ۱۸۶۹ میں جب انہوں نے ایک ہندوستانی مسلمان کی حیثیت سے برطانیہ کا دورہ کیا تو لندن میں ان کا بہت استقبال ہوا جہاں وہ تقریباً ۱۷ ماہ رہے اس دوران وہ کافی احترام کے ساتھ رہے اور انگریزوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرتے رہے یہاں تک کہ وہ بادشاہی خاندان کے دسترخوان تک بھی جا پہنچے اور ان کے تمدّن کے اعلیٰ نمونے کو دیکھا اور حکمران طبقے کے اخلاق سے بھی آشنا ہوئے تو لامحالہ شراب سے بھی آشنا ہوئے ہونگے۔ انہوں نے ان کے ساتھ اچھا احترام کیا اور لندن کی یونیورسٹیوں میں انھیں علمی تنظیموں کا ممبر بنایا۔ چنانچہ اس سلسلے میں سیّد جمال الدین افغانیؒ نے سر سید احمد خان کی تفسیر کو اسلام مخالف ہونے کی وجہ سے اس کا مقابلہ کیا اور اس کی یونیورسٹی کو مرکز شر وفساد قرار دیا۔

## ہندو پاک میں انگریزی تعلیم کا فروغ

۱۸۶۴ء میں سرسیّد احمد خان نے ایک سائنٹفک سوسائیٹی کی بنیاد ڈالی جس کا بزعم انکے اہم مقصد ہندوستان کے مسلمانوں کو مغربی سائنس سے روشناس کرانا تھا غازی پور میں ایک جدید مدرسہ قائم کیا ۱۸۶۸ء میں ہندوستان کے شمال کے مختلف اضلاع میں تعلیمی کمیٹیوں کے کام کی ترقی دی ۱۸۶۹ء میں سرسیّد احمد خان نے اپنے دورہ برطانیہ کے دوران مسلمانوں کے اعلیٰ تعلیم کیلئے ایک لائحہ عمل تیار کیا ۱۸۷۴ء میں انگلو محمڈن اور نیشنل کالج علی گڑھ کی بنیاد ڈالی اور ۱۸۷۵ء میں ایک اور اسکول قائم کیا جسے ۱۸۷۸ء میں کالج کا درجہ دیا گیا۔

سرسیّد احمد خان کی مغربی طرز تعلیم ہندوستان کے مسلمانوں کی خیر خواہی اور جذبہ دینی کی بنیاد پر نہیں تھی اس بارے میں دلائل اور علامتیں تاریخی اسناد میں ملتیں ہیں۔

۱۔ برطانوی حکومت کی طرف سے ان کو غیر معمولی مقام اور درجہ دینا جن میں سے ایک انہیں سر کا خطاب دینا شامل ہے اگر وہ انگریزوں کے خلاف مہم چلا رہے ہوتے تو کیا وہ انہیں سر کے خطاب سے نوازتے۔

۲۔ نصاب تعلیم میں دینیات کو قرون وسطیٰ کی یادگار قرار دیا اور اس پر تفرقہ اندازی وغیرہ کا نوٹ لکھ کر نصاب سے خارج کرنے یا رکھنے کا فیصلہ ایک کمیٹی کے سپرد کیا۔

۳۔ اس کالج اور یونیورسٹی میں وہ غیر مسلموں کو بھی داخلہ دیتے دہلی سے ۱۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک شہر (علی گرھ) علی گڑھ کے نام سے موجود ہے وہاں ایک علی گڑھ اسلامی یونیورسٹی قائم ہے اس یونیورسٹی کی بنیاد مدرسۃ مسلمانان کے نام سے سرسیّد احمد خان نے رکھی۔ جسے بعد میں علی گڑھ یونیورسٹی کا نام دیا گیا۔

## مدرسہ علوم اور علی گڑھ کے بانیان

ہندوستان میں مغربی علوم وفنون کی بنیاد رکھنے والے مندرجہ ذیل افراد ہیں:

۱۔مسٹر بیک (Mr. Beek)

۲۔مسٹر موریسون (Mr. Morison)

۳۔مسٹر آرجبولڈ (Mr. Archibold)

۴۔آغاخان (Agha Khan)

۵۔سرسید احمد خان (Sir Syed Ahmed Khan)

سرسیّد احمد خان نے ۱۸۶۵ کو غازی پور کے مقام پر ایک تنظیم جمعیۂ اسلامی (Islamic Science society) کی بنیاد ڈالی اور ۱۸۷۵ میں اس کو مسلم اورینٹل کالج (M-A-O callege) کا نام دیا۔ اسی مدرسے کی تاسیس وقیام کے متعلق لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور انگریز ہندوستان میں داخل ہوئے انگریزوں کے مقابلے میں مسلمان استقامت نہ کر سکے۔ چنانچہ سرسیّد احمد خان اپنی کتاب اسباب بغاوت ہند میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے سمجھا کہ ہمیں ہندوستان کے مسلمانوں کی طاقت کونمو دینے کی ضرورت ہے۔اس وقت اس یونیورسٹی میں بہت سے علوم جیسے فزکس، ڈاکٹری، ریاضیات، کمپیوٹر، تجارت، صنعت، اجتماعیات، زراعت، سیاسیات، تاریخ اورادب وغیرہ میں تعلیم دی جاتی ہے لیکن یہ سب بعد میں حکومت ہند کے فیصلے کے تحت شامل ہوئے ہیں۔

## انگریزی زبان کی تعلیم وترویج میں سرسید احمد خان کا کردار

سرسید احمد خان کبھی تو مسلمانوں کو مغربی علوم پڑھنے اور کبھی انگریزی زبان سیکھنے کا شوق دلاتے اور کبھی حکومت برطانیہ سے صلح وآشتی، مسالمت اور مصالحت کا رویہ اپنانے کی ترغیب دیتے تھے انھوں نے اس قسم کے کردار کو اپنا اولین فریضہ قرار دیا۔ وہ کبھی اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مسلمانوں کے سرمایہ دار افراد، فقراء و مساکین غرض ہر گھرانے کے دروازے پر دستک دیتے اور اپنے اس کردار کی تکمیل کیلئے اُن سے چندہ لیتے اور مسلمانوں سے کہتے کہ مسلمانوں کو یہ جو غربت و پسماندگی لاحق ہوئی ہے، اُس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے علوم جدید اور انگریزی زبان کو نہیں پڑھا جو ہمارے اوپر حملہ آوروں کی زبان ہے ہمیں اپنے اوپر ہجوم کرنے والوں کی زبان سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اُن کی اس ندا پر بہت سے مسلمانوں نے لبیک کہا اور اُنہیں ہندوستان کے مسلمانوں کا نجات دہندہ قرار دیا مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ اگر سرسید احمد خان یہ اقدامات نہ اٹھاتے تو ہندوستان سے مسلمانوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ اب ہم یہاں ان علماء و اصحاب مدارس وحوزات سے پوچھ سکتے ہیں جنھوں نے کثیر رقم ترویج و اشاعت دین کے نام سے مال امام سے وصول کر کے اپنے مدارس میں انگریزی زبان کی تعلیم کو ایک اعلیٰ وارفع اقدار کے طور پر طلباء علوم دینی کے اذہان میں جاگزیں کر رہے ہیں۔ کیا ان علماء و اصحاب مدارس نے سرسید احمد خان کے مشن کی تکمیل کی خاطر یہ مدارس قائم کیے ہیں یا دین اسلام، شریعت خاتم النبین کی تعلیمات کے فروغ کی خاطر انکی تاسیس کی ہے۔ انھوں نے ان مدارس کیلئے رقم سرسید احمد خان کے نمائندوں سے لی ہے یا نبی اسلام کے نمائندوں سے۔

## سرسید احمد خان کے قیام ونہضت کے بنیادی نکات:

۱۔ مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ علوم جدید کو حاصل کریں۔

۲۔ ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ انگریزی زبان سیکھیں۔

۳۔ مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ انگریزوں سے جنگ وجہاد کا خاتمہ کریں اور جہاد کی بجائے اُن سے مصالحت اور مسالمت کے اصول کو اپنائیں۔

۴۔ سرسید احمد خان نے جو تفسیر قرآن لکھی، اُس میں اُنھوں نے فریضۂ جہاد کی اہمیت اور قدر وقیمت کو گرا کر اُس پر تسامح انسانی اور تعاون عالمی کو ترجیح دی۔

۵۔ قرآن کریم میں موجود اُن معجزات کو یکسر مسترد کیا جو انبیاء نے پیش کیے تھے۔

## دشمن سے صلح وآشتی

مستشرقین نے مسلمانوں کے اوپر ہونے والے ظلم وستم پر غم وغصے کا مظاہرہ اور اُن کے دین کے خاتمے کی سازشوں کے مقابلے میں دینی غیرت وحمیت کے نتیجے میں ابھرنے والے جذبہ جہاد اور استقلال وخودمختاری کو دبانے کیلئے خود مسلمانوں سے ایسے افراد کو انتخاب کیا اور ابھی تک کر رہے ہیں جو اپنے معاشرے وعلاقے میں اجتماعی سیاسی اور ثقافتی مقام رکھتے ہیں انہی کی زبان سے مسلمانوں کے اندر غیرت دینی جذبہ جہاد اور ظالم سے نفرت وعداوت کے شعلے کو دبانے کیلئے اسلام کی غلط تفسیر کی مہم شروع کی اور کہا کہ دین اسلام صلح وآشتی کا دین ہے، مفاہمت کا دین عفو ودرگذر ظلم وستم اور بربریت برداشت کرنے کا دین ہے۔ اس حوالے سے فی زمانہ جہاد اور دشمن کے مقابلے میں ہر قسم کے مقابلے کو برداشت کرنا اور انتہاپسندی وغیرہ کا نام لے کر ان چیزوں کا اسلام سے نہ

ہونے کا مغالطہ پیش کیا اور مسلمانوں کو خاموش رکھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ سر سید احمد خان نے اس خطے میں اسلام و مسلمین کے خلاف ہونے والے مسلح نبرد آزما ہجوم کرنے والوں کے خلاف اسلحہ چھوڑنے، محاذ جنگ چھوڑنے کی خاطر اسلام کی غلط تفسیر کی۔ جبکہ تاریخ اسلام و قرآن اور سنت رسولؐ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی ہے کہ دشمن سے صلح و آشتی کریں خصوصاً ایسے دشمن سے کہ جس سے بنیادی اور عقلی طور پر صلح و آشتی کا کوئی جواز نہیں ملتا جیسا کہ ظالم و مظلوم میں تجاوز ہونے والے اور شرک و اسلام میں صلح و آشتی نہیں یہاں نص قرآن کے تحت کسی قسم کی صلح و مسالمت کا مفہوم نہیں ملتا ہے جیسا کہ سورۂ کافرون اور سورۂ یونس کی آیت ۴۱ سے واضح ہے:

﴿لكم دينكم ولي دين﴾

''تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین'' (کافرون ۱۰۹۔ آیت ۶)

﴿وان كذبوك فقل لي عملي ولكم عملكم انتم بريئون مما اعمل وانا بريء مما تعملون﴾

''اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے: میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عمل سے بری ہوں'' (یونس ۱۰۔ آیت ۴۱)

۲۔ درسگاہوں کے نصاب میں انگریزی زبان کو لازمی گردانا

برصغیر میں استعمار برطانیہ نے انیسویں صدی کے آغاز میں اجتماع کو منتشر کرنے والی زہریلی گیس استعمال کی تاکہ یہاں کے معاشرے میں انتشار و افتراق اور ایک خلیج پیدا ہو۔ وہ زہریلی گیس اس وقت کے معاشرے میں جو ہندو اور مسلمانوں دونوں پر مشتمل تھا انکی زبان اردو کے خلاف تھی۔ انگریز نے کہا کہ اردو زبان عربی زبان سے بنی ہے اور چونکہ

عربی مسلمانوں کی کتاب قرآن کی زبان ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ایک نئی زبان کی بنیاد ڈالی جائے اور وہ نئی زبان عربی فارسی سنسکرت اور کچھ دیگر زبانوں کے حروف پر مشتمل ہو۔ اسطرح انھوں نے ہندو اور مسلمان معاشرے میں ایک اور زبان کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کی۔

۲۔ دوسرے مرحلہ میں اس وقت کے امیر کاروان آزادی ہند کے مفکر گاندھی نے مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں چھپے ہوئے بغض وعناد کو اپنے ایک خطاب کے دوران باہر نکالا اور کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم ہندوستان میں اردو زبان بولنے سے گریز کریں۔ کیونکہ اس زبان کے حروف مسلمانوں کی کتاب کے حروف ہیں اور ہمیں اپنی ماؤں سے ملنے والی زبان سنسکرت استعمال کرنی چاہیے۔ چنانچہ گاندھی کے اس بیان کی رو میں مولانہ محمد حسن اعظمی نے کہا مسلمانوں کے لئے اگر کوئی ماں ہے تو وہ ازروئے قرآن ازواج نبی ہیں اور انکی زبان عربی تھی لہٰذا ہمیں عربی زبان ہی بولنی چاہیے۔

۳۔ ۱۸۰۰ میلادی میں کلکتہ میں فورٹ کالج کے ذریعے اردو زبان کے دائرے کو تنگ کرنے کی مہم میں تیزی آئی اور بعد میں اردو زبان میں سے عربی حروف کو نکالنا شروع کیا اور ملک میں انگریزی کو رسمی زبان قرار دیا۔

۴۔ سرسید احمد خان نے انگریزوں کے مقابل ترقی کے بہانے انگریزی زبان کو فروغ دینے کی مہم شروع کی اس سلسلے میں علی گڑھ سکول کا قیام عمل میں لایا گیا اور اسی ضمن میں ۱۸۸۶ء میں انگلو محمڈن ایجوکیشنل کانفرس منعقد کی گئی اور یہاں سے ہی علی گڑھ سکول قائم کرنے کی بنیاد ڈالی جس نے بعد میں علی گڑھ یونیورسٹی کی شکل اختیار کی۔ اسی طرح بعد میں لاهور میں انجمن حمایت اسلام کالج، پشاور میں اسلامیہ کالج اور کراچی میں سند مدرسۃ الاسلام انگریزی زبان کے فروغ کیلئے وجود میں لائے۔

لہٰذا استعمار نے اپنی تمام تر توجہ کو مشرق زمین کی طرف مرکوز کیا اور اس میں عرب سرزمین میں عربی زبان کی جگہ پر عامی زبان وہ بھی لاطینی حروف میں لکھنے کی کوشش کی اور ان ملکوں میں جہاں زبان عربی نہیں ہے لیکن عربی رسم الخط میں لکھی اور بولی جاتی ہے وہاں بھی انھوں نے عربی کلمات کو ڈکشنریوں سے نکالنے اور حروف کو لاطینی حروف میں تبدیل کرنے کی مہم شروع کی۔ اس سلسلے میں ایک کالج فورٹ ہے جسے انگریز نے اٹھارویں صدی میں کلکتہ میں قائم کیا تھا اسکا بنیادی مقصد عربی لغت کے تمام آثار کو مٹانا تھا اس سلسلے میں اردو زبان بھی انکا نشانہ بنی اور اس سے عربی کلمات کو نکالنے اور حروف کو انگریزی میں تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اس وقت برصغیر میں عربی اور فارسی کو زیادہ فروغ حاصل تھا اور اس حوالے سے اردو عربی حروف میں لکھی جاتی تھی۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب پاکستان وجود میں آیا تو عربی زبان کو روکنے اور اس کے خاتمے کی کوششوں کے خلاف اور عربی کے حقیقی مقام و منزلت کو واپس لانے کی کوشش کیلئے ایک جمعیت وجود میں آئی جس کا نام ''جمعیت حروف قرآن ثقافی'' تھا۔ چناچہ اس سلسلے میں ۱۹۵۱ میں کراچی میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ عربی زبان جو کہ عالم اسلام کی زبان ہے اور جس سے مسلمانوں کے درمیان تفاہم ممکن ہے اسے پاکستان کی رسمی زبان میں لایا جائے اس کانفرنس میں پاکستان' ایران' ترکی' اور انڈونیشیا کے مندوبین نے شرکت کی اس کانفرنس میں یہ فیصلہ بھی ہوا کہ اس سلسلے میں پاکستان اور انڈونیشیا میں ایک ایک درسگاہ کا قیام بھی عمل میں لایا جائے گا چناچہ اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے ۱۹۵۴ میں پاکستان کے شہر پشاور میں خواجہ شہاب الدین کی صدارت میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ عربی زبان اسلامی ثقافت کا سرچشمہ ہے اور یہی

زبان مسلمانوں کے درمیان قرب و انہام کا وسیلہ و ذریعہ ہے لہٰذا یہ کانفرنس پاکستان کی صوبائی و مرکزی حکومتوں سے درخواست کرتی ہے کہ وہ عربی کو اپنے نظام تعلیم میں شامل کریں اور اس کی تعلیم کو لازمی قرار دیں۔ اور ایسے مدارس کی تاسیس کی جائے جس میں بچوں کو سنِ طفولیت میں ہی قرآن حفظ کرایا جائے اور آیات قرآنی پر عبور حاصل کرایا جائے۔ اس کے بالمقابل برطانیہ کے استعمار گر نے تمام تر کوشش کی کہ انگریزی زبان کو پاکستانیوں میں خصوصی طور پر تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان قرار دیا جائے۔

یہ منصوبہ اب اپنے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اب یہاں کوئی فرزند مسلمان یا مشرق زمین اپنی زبان میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے اور یہ اجنبی زبان بلکہ دشمن کی زبان بھی ہمیں بہت مہنگی داموں میں حتیٰ روزمرہ کی لقمہ حیات سے بھی زیادہ مہنگے داموں میں خریدنی پڑتی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ ایک غریب انسان یا تو جینے کیلئے لقمۂ نان خریدیں یا بچوں کو انگریزی زبان میں تعلیم دیں ورنہ مرنے یا خودکشی کیلئے آمادہ ہو جائیں۔ بدقسمتی سے یہ منصوبہ، مروجین و مبلغینِ اسلام کیلئے دینی اور مذہبی نصابوں سے زیادہ اہمیت کا حامل بن چکا ہے اور اب وجوہاتِ شرعی اس مد میں خرچ کرنے کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے اس طرح سے یہ نصاب دینی خزانہ پر بڑا بوجھ بن رہا ہے۔ اب تو دینی مدارس کے بانی اور طالب علم کو قرون وسطیٰ کا انسان تصور کیا جاتا ہے لہٰذا یہ بھی خود کو اکیسویں صدی کا انسان ظاہر کرنے کی خاطر انگلش میڈیم سکول کو اپنے مفاد میں سمجھتے ہیں۔

## دینی مدارس کے نصاب میں بھی انگریزی لازمی قرار دیئے جانے کا مطالبہ

کچھ عرصے سے ہمارے دینی ومذہبی مدارس کا اہتمام کرنے والوں کے اذہان شریف میں نامعلوم وجوہات کی بناپر اپنے مدارس کے نصاب میں انگریزی زبان کو شامل کرنا ضروری قرار دینے کا خیال آیا ہے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ جہاں ایک طرف انگریزی زبان کو دینی مدارس کے نصاب میں شمولیت کو لازمی قرار دینے کی کوشش ہورہی ہے تو دوسری جانب سے دور میں حکومتی سطح پر سکولوں اور کالجوں میں اسلامیات کو غیرلازمی قرار دینے کی مہم چل رہی ہے۔ جبکہ بدقسمتی سے مدارس دینی میں اسلامیات پہلے سے شامل ہی نہیں ہے کیونکہ اسلامیات کے نصاب میں قرآن وسنت، تاریخ اسلام اور عقائد آتے ہیں اور وہ پہلے سے ہی موجود نہیں ہیں لیکن ہم ان مدارس کے دینی نام کو غنیمت سمجھ کر ان کو لاحق خطرات سے پریشان اور غمزدہ ہوکر اس مسئلہ کو اٹھا رہے ہیں کیونکہ یہی خطرات دوسرے مرحلہ میں دین اور مکتب کو لاحق ہوں گے الغرض یہ افراد جو انگریزی زبان کو نصاب درسی میں شامل کرنے کے خواہشمند ہیں اس کی ضرورت کے بارے میں چند توجیہات پیش کرتے ہیں:

۱۔ اس دور میں جب تک ہم مروجہ علوم نہیں پڑھیں گے ہم معاشرے میں پوری طرح داخل نہیں ہوسکتے جسے سے ہماری کوئی پذیرائی اور شنوائی نہیں ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم مروجہ علوم کو دینی علوم کے ساتھ پڑھیں یہ ایک لفظی مغالطہ ہے۔ کیونکہ انگریزی زبان مروجہ علوم میں سے نہیں ہے بلکہ مروجہ علوم تو سائنس ہے زبان نہیں!

۲۔ چند سالوں کے بعد اس ملک کی عمومی زبان انگریزی ہوگی لہذا ہمیں ابھی سے اس

کیلئے کام کرنا چاہئے۔

۳۔ اسلام کی تبلیغ وترویج کو دنیا تک پہنچانے کیلئے اس وقت زبان بقول بعض کے زندہ زبان انگریزی ہے لہٰذا اس کا علم ہونا ضروری ہے۔

۴۔ اگر دینی مدارس سے فارغ طلباء کو دینی خدمت کرنے کا موقع نہ ملے تو روزگار کے دیگر ذرائع اور مواقع سے حاصل کرنے کیلئے اس کیلئے اس زبان پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے

۵۔ مدارس سے فارغ التحصیل افراد معاشرے میں لوگوں کو دین سمجھانے سے قاصر ہیں اس وجہ سے لوگوں کی ترجیہات دینی مدارس سے ہٹ گئی ہیں اور وہاں صرف بار بار فیل ہونے والے یا ان پڑھ افراد ہی داخل ہوتے ہیں۔اس صورت حال کو دیکھ کر مدارس کی مقبولیت ختم ہورہی ہے۔اس لئے انکی مقبولیت بڑھانے اور لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانے اور مدارس میں جدت پیدا کرنے کیلئے اس زبان کو شامل کرنے کی ضرورت محسوس کررہے ہیں یا اسکی کچھ اور بھی وجوہات ہوسکتی ہیں۔

دینی مدارس میں انگریزی زبان کو سکھانے کے بارے میں ہم اس زبان کو کلی اور بنیادی طور پر مسترد نہیں کرتے اور نہ ہی حرام گردانتے ہیں اسی طرح اس کی ضرورت کو کلی طور پر تمام مدارس میں ضروری بھی نہیں سمجھتے اور نہ ہی اسے مستحسن سمجھتے ہیں ہم اس زبان کے سیکھنے کو اسی حد تک مستحسن سمجھیں گے جہاں تک اسکی ضرورت عقل وشرع کی رو سے ضروری ہو اور عقلائے اہل شرع اس کے بارے میں فیصلہ کریں۔ہم ذیل میں اس زبان کو دینی مدارس میں شامل کرنے کیلئے جو مفروضات بن سکتے ہیں۔ان میں سے ہر ایک کے بارے میں تجزیہ وتحلیل کریں گے اور جہاں اس کی ضرورت کو محسوس کرے وہاں اس سے اتفاق کریں گے۔

ا۔مصادر و مآخذ شریعت جاننے کے حوالہ قرآن وسنت کے علاوہ سے کسی بھی سمت سے حسن و بہتری نظر نہیں آتی کیونکہ دین اسلام کے مصدر و مآخذ قرآن وسنت ہیں اور وہ عربی زبان میں ہیں لہٰذا دین وشریعت کو پڑھنے کیلئے عربی زبان ہی کو پڑھنا چاہیے اس کے علاوہ احکام تاریخ اور احکام فقہ جوان دونوں مصادر سے مآخوذ ہیں انکی کتابیں بھی عربی میں ہیں یا شاذ و نادر ہی فارسی زبان میں ہیں تاہم عربی کی اولیت اور ترجیح اپنی جگہ باقی ہے کہیں کسی دینی کتاب کا فارسی میں ہونا اس ضرورت کا متقاضی نہیں کہ انسان اس مختصر موضوع کیلئے ایک زبان سیکھے چنانچہ پچھلے دس بیس سالوں میں انقلاب اسلامی ایران کے بعض گروہوں نے یہاں ہمارے لئے اسلام قرآن اور مکتب تشیع کے حقیقی چہرہ کو متعارف کروانے کے لئے جو رقم مخصوص کی تھی اسے فارسی کلاسوں پر خرچ کیا گیا۔جسطرح بعض دیگر ممالک اپنی زبان سکھانے پر خرچ کرتے ہیں۔لہٰذا اس ضمن میں انگریزی سیکھنے کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۲۔تبلیغ وارشاد: دین اسلام پوری دنیا کے کرہ عرض کیلئے ہے کیونکہ اس قرآن کریم میں جو خطابات ہیں وہ کسی خاص قوم یا فرقہ کیلئے نہیں ہیں کیونکہ یہ خطابات "یٰاَیُّهَا النَّاسُ" سے ہیں لہٰذا جہاں جہاں انسان ہیں وہاں تک اس کا پیغام پہنچنا چاہیے اس حوالے سے تبلیغ و ارشاد پوری دنیا کے لئے ہے۔اگر کوئی دینی مدارس اس فریضہ کو اپنے دوش پر لینا چاہے تو اس کیلئے صرف انگریزی زبان کو اپنے نصاب میں شامل کرنے کی کوئی منطق نہیں اس کی چندوجوہات ہیں:

(ا) پوری دنیا کی زبان انگریزی نہیں ہے حتیٰ یورپ میں بھی ہر جگہ انگریزی نہیں بولی جاتی۔اگر آپ کو اس حوالے سے کوئی قدم اٹھانا ہے تو اس ملک میں ایک ایسی درسگاہ قائم

کرنے کی ضرورت ہے جسمیں دیگر مدارس سے بنیادی علوم سے فارغ ہونے والے اور تبلیغ وارشاد کی صلاحیت رکھنے والوں کو اس درسگاہ میں داخلہ دیں جس میں پوری دنیا میں جہاں جہاں تبلیغات کی ضرورت ہے اس علاقہ کے حوالے سے اس درسگاہ میں شعبہ کھولیں اور اس علاقہ کی زبان کی تدریس کا اہتمام کریں جیسا کہ ایران اسلامی میں ایک ایسی دانشگاہ بنام دانشگاہِ امام صادق قائم کیا گیا اور اس نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے۔

(۲) آپ کے ملک کے حدودِ اربعہ میں واقع پڑوسی ممالک جن میں ہندوستان کے کروڑوں ہندو سکھ تو چھوڑیں کتنے ہی مسلمان ہیں جو دین کے بنیادی مسائل سے واقف نہیں ہیں ان کی زبان ہندی ہے آپ ہندی زبان سکھائیں ہمارے پڑوس میں چین ہے چینی زبان کا شعبہ کھولیں جاپان بھی دنیا میں ایک ملک ہے جاپانی زبان سکھائیں افریقہ کے ملکوں میں تبلیغ وارشاد کی ضرورت کیلئے افریقی ملکوں کی زبانیں بھی اس درسگاہ میں سکھائیں اسی طرح عرب دنیا بھی دینی تبلیغ وارشاد سے بے نیاز نہیں ہیں غرض دنیا کے گوشہ و کنار میں اتنے ممالک ہیں ہر ایک کی زبان مختلف ہے لہٰذا صرف انگریزی کو ہی نصاب میں شامل کرنے پر زور دینے سے ایسا لگتا ہے کہ آپ کی ہمدردی صرف یورپ کے ملکوں سے ہے۔ اس کی اگر کوئی دنیاوی توقعات ہوں تو ہو سکتی ہیں لیکن عقل و شرع سے اس کی کوئی توجیح نہیں کی جا سکتی۔

۳۔ حصولِ روزگار: یہ مفروضہ وہی ہے جو اس وقت بانیان اور مہتمم مدارس میں انگریزی زبان کو شامل کرنے کی توجیہات کو اس نکتہ پر مرکوز کرتے ہیں کہ دینی مدارس سے فارغ ہونے کے بعد بہت سے فارغ التحصیل طلباء کو دینی خدمت کے مواقع نہیں ملتے ہیں لہٰذا روزگار کیلئے وہ کسی بھی سرکاری یا نجی محکمے میں ملازمت اختیار کر سکتے ہیں اس لئے

انگریزی زبان کا سیکھنا ضروری ہے اس احتمال کے پیش نظر انگریزی کو دینی نصاب میں شامل کرنا چند حوالے سے مخدوش ہے:

☆۔یہ توجیہ اپنی جگہ ہر لحاظ سے مخدوش ومطعون ہے کیونکہ دینی درسگاہوں کی تعمیرات اوراس میں خرچ ہونے والی رقوم چاہے وہ وجوہاتِ شرعی، خمس، زکات،فطرہ اور کفارہ اور مقو فاتِ دینی سے ہو یا کسی کی دینی اور مذہبی جذبے کے تحت عطیہ ہو سب ترویج اوراشاعت دین کی خاطر ہیں یہ مدارس درسگاہیں ادارہ فلاح وبہبود کا ادارہ نہیں ہے یہ لوگوں کیلئے روزگار فراہم کرنے کی ایجنسی نہیں ہے یہ سی ایس ایس کا ٹرینگ سیٹر نہیں ہیں جو یہاں سے فارغ ہونے کے بعد اچھے روزگار پر لگ جائیں۔

☆آپ کے مدارس کی بنیاد اوراس کا بجٹ دین کے نام پر ہے آپ کو یہاں کی پیداوار کو دین کی ضروریات کو پورا کرنے کی حد تک محدود رکھنا چاہیے یہ بات عقل ومنطق سے باہر ہے کہ میڈیکل کالج سے فارغ التحصیل ہونے والے ڈاکٹروں کو ہسپتالوں، ڈسپنسریوں اور فارمسیوں میں ملازمت نہ ملے اور وہ کلینک نہ کھول سکیں لہٰذا اس احتمال کے پیش نظر انھیں درزی یا موچی کا کام بھی سکھایا جائے۔

☆۔ملک میں دینی مواقع نہ ملنے کا تصور وقتی اور ایک غلط تصور ہے کیونکہ ملک کے طول و عرض میں مجالس ومحافل اور مساجد وغیرہ کے کتنے مواقع ہیں حتیٰ کہ بہت سی ایسی جگہیں ہیں کہ جہاں لوگ دین کی بنیادی ضروریات سے بھی ناواقف ہیں کیا یہ مواقع نہیں ہیں؟

☆اگر دینی مدارس کے فارغ التحصیل دین کی ترویج واشاعت کی علمی اور ایمانی صلاحیت رکھتے ہوئے اسے کوئی موقع نہ ملے تو اس کے روزگار کا بندوبست فقہاء ومراجع کے ذمہ پر ہے۔جو ترویج دین کے نام سے ملک کے گوشہ وکنارے حقوق شرعیہ جمع کرتے ہیں۔لہٰذا یہ

بات صحیح نہیں کہ مدارس سے فارغ ہونے والے سڑکوں پر روزگار کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔

☆ کیا مدارس کے فارغ التحصیل ہونے والوں کی تعداد اس وقت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ملک میں اس کی ضرورت اور مانگ کم پڑھ گئی ہے تو کیونکر آئے دن ہر شہر اور ہر قصبے میں ہر چند میل کے فاصلے پر بلند و بالا مدارس کی عمارتیں کھڑی کرتے ہیں کیا ان عمارتوں پر خرچ ہونے والی رقوم کو ان فارغ التحصیل طلباء جو اپنے نان و نفقے کے مسائل میں مبتلا ہیں کو نہیں دیا جا سکتا۔

کیا جدید علوم اور ٹیکنالوجی سیکھنے کیلئے انگریزی زبان سیکھنا ایک ناگزیر حقیقت ہے

ا۔ کسی علم کو سیکھنے کی غرض سے اس علم کی زبان کو ملک میں ابتدائی تعلیمی سطح پر فروغ دینا اور اس زبان کو ملک کی رسمی زبان قرار دینا اور اس کو اس ملک کی روز مرہ زندگی اور ثقافت کا جز بنانا اسکے ناگزیر ہونے کی کوئی توجیہ ان لوگوں نے پیش نہیں کی اور نہ ہی پیش کر سکیں گے۔ کیونکہ کسی علم کو کسی ملک میں منتقل کرنے کیلئے چند ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ اس علم کو انتہائی دقت و باریک بینی سے حاصل کریں اور پھر اسکا اپنی ملکی زبان میں ترجمہ کر کے پیش کریں۔ اور اس طرح اپنے ملک میں اسے نصاب تعلیم میں شامل کریں۔ ہاں اگر کوئی مزید تحقیقات کرنی ہوں تو اسی عمل کی دوبارہ تکرار ہوگی اور تحقیقی مرحلے پر پہنچنے والا یا صلاحیت رکھنے والا ہی اس زبان کو سیکھے تا کہ اس کے پہلے مصادر تک رسائی حاصل کرے۔ لہٰذا ابتدائی مراحل سے ہی اس زبان کو سیکھنے کی ضروت کی کوئی منطق نہیں ہے۔

۲۔ اگر کسی علم کو سیکھنے کیلئے اس کی زبان کو سیکھنا ایک ناگزیر حقیقت ہے تو پھر علم شریعت بھی

ایک ناگزیر حقیقت ہے اور علم شریعت کے اصلی مصادر قرآن وسنت ہیں اور قرآن وسنت کی اصلی زبان عربی ہے لہٰذا ہر مسلمان کا عربی زبان سے آشنا وواقف ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے تو کیونکر ان کے حامی اور ان کے ارباب ہمارے سکول وکالج حتی کہ ڈکشنریوں سے عربی کلمات نکالنے کی مہم چلاتے ہیں۔ اسی طرح جو وسائل اور مشینری استعمال کرتے ہیں انکی زبان سیکھنا اگر ضروری ہے تو جتنے بھی روزمرہ زندگی کے وسائل ہیں خاص طور پر اِس عرصے میں جاپان، چین یا روس کی مصنوعات ہیں تو ہم کیونکر ان ملکوں کی زبان نہیں سیکھتے۔ اگر یہ لوگ ان چیزوں کی ہدایات وطریقہ استعمال انگریزی میں درج کرتے ہیں تو ہم یہ پوچھ سکتے ہیں یہ امریکہ وبرطانیہ کی مصنوعات تو نہیں ہیں ان کی ہدایات انگریزی میں دینا اس بات کی دلیل ہے کہ علم وٹیکنالوجی سے اس زبان کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ زبان کو کسی قوم وملت پر ٹھونسنے کی منطق ایک استعماری منطق ہے۔ اگر ہم آزاد وخود مختار ہوتے تو کم از کم جو چیزیں ہم خود بناتے ہیں اس میں اپنی خود مختاری کا مظاہرہ کرتے تو یقیناً وہ بھی جو چیزیں ہمارے لئے بھیجتے تو ان کی ہدایات اور طریقہ کار ہماری زبان میں ہی دیتے۔

مدارس دینی میں صرف انگریزی زبان ہی کیوں

درسگاہیں چاہے مروجہ ہوں یا دینی ومذہبی ان میں پڑھائے جانے والا نصاب بانی ومہتمم کے دل بخواہ نہیں ہو سکتے بلکہ انھیں کسی نہ کسی اصول وضوابط کے تحت ہونا چاہیے۔ چاہے وہ اصول وضوابط تحریر وکتب کی صورت میں موجود نہ بھی ہوں۔ نصاب کے بارے میں مسلمہ عقلی، شرعی اور تجرباتی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اسکی ضرورت اور اہمیت پر

روشنی ڈالتے ہیں تا کہ یہ عقلاء کیلئے قابل قبول ہو۔ عقل وشریعت کی رو سے اس نصاب کی ضرورت اگر واجب نہ ہو تو کم از کم مستحب کی حد تک عقلاء اور دانشوروں کی طرف سے تائید وتوثیق ضروری ہے نہ کہ کسی کے فتوی کے جواز اور عدم جواز کو اور نہ ہی اس میں کوئی حرج نہیں ہے کو جواز بنائیں۔ اس سلسلے میں ہم اس نصاب کے بارے میں بنیادی نکات کو وضاحت کریں گے۔ مدارس دینی میں نصاب پہلے مرحلہ میں دو بنیادوں پر قائم ہو:

۱۔ دین شناسی۔ ۲۔ دین کی ترویج وابلاغ۔

چنانچہ سورۂ الرحمٰن میں ان دونوں کی طرف اشارہ ہے۔

## ۱۔ دین شناسی

اس حوالے سے دینی مدارس میں دین شناسی اور دین کے فروغ کیلئے نصاب ہونا چاہیے۔ دین شناسی کے مصدر و ماخذ قرآن وسنت ہیں اور یہ دونوں چونکہ عربی زبان میں ہیں لہٰذا عربی زبان کی لغت اور اس کے قوائد وضوابط اس حد تک پڑھانا ضروری اور لازم ہیں کہ طالب علم قرآن وسنت کو سمجھ سکے۔

## ۲۔ دین کی ترویج اور ابلاغ

ترویج دین کے حوالے سے یعنی دین کو دوسروں تک پہچانے کیلئے بھی ایک زبان چاہیے۔ مبلغ کیلئے سامع سے زیادہ اس زبان پر عبور اور اسکی خوبیوں پر حاوی ہونا چاہیے تا کہ سامعین پر اثر انداز ہو سکے۔ لہٰذا خطیب و مبلغ کیلئے ضروری گردانا گیا ہے کہ وہ فصاحت وبلاغت، علم معانی و بیان پر عبور رکھتا ہو۔ اس حوالے سے زبان کا فروغ دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

ا۔ یہ ضروری ولازمی بلکہ واجب ہے کہ جس ماحول میں مبلغ نے ترویج وتبلیغ شریعت کرنی ہیاور دین کوفروغ دینا ہے وہاں کی زبان سے اسکا آشنا ہونا ضروری ہے چنانچہ اس سلسلے میں قرآن کریم میں آیا ہے کہ خداوند عالم نے ہر نبی کو اس قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کے ذریعے تبلیغ کرسکیں۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سرزمین حجاز فصاحت وبلاغت کے حوالے سے اپنے عروج پر تھی تو خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو ایک ایسی کتاب کے ساتھ مبعوث فرمایا جو تمام فصاحت وبلاغت کو چیلنج کرنے والی کتاب ہے۔ جبکہ خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کو اس وقت کی سپر طاقتوں روم اور ایران کی زبان سے آراستہ کرکے نہیں بھیجا بلکہ انھیں اسی مقامی زبان میں ہی مبعوث کیا۔

مدارس دینی اور خرابہ شام

مدارس دینی اور خرابہ شام میں نسبت واضح کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم پہلے خرابہ شام کا تصور واضح کریں۔ خرابہ شام ایک حوالے سے خود ساختہ مصائب کی داستان ہے اور کتب میں رُلانے کیلئے ایک عنوان ہے اشک وآنسو کو پسند کرنے والے خریداروں کیلئے ایک موثر مصیبت ہے لیکن حقیقت میں ان صفات کی حامل کوئی جگہ خرابہ شام کے نام سے جس میں اہلبیتؑ اطہار کو دوران اسارت رکھا گیا ہو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن تاریخ اسلام میں اہلبیتؑ اطہار اور بنوامیہ کے درمیان مقابلہ اور مزاحمت کو سامنے رکھتے ہوئے اور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا شام اہلبیتؑ کیلئے خرابہ تھا کیونکہ خرابہ میں قدر و قیمت والی چیز نہیں رکھی جاتی بلکہ وہاں بیکار غیر ضروری اشیاء رکھی جاتیں ہیں اگر وہاں کوئی قیمتی اشیاء موجود ہوں تو انھیں وہاں سے منتقل کرتے ہیں اس حوالے سے شام میں اہلبیتؑ نامی کوئی وجود

نہیں تھا شام میں بنی امیہ کے علاوہ کسی اور کیلئے تصور ہی نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ معاویہ نے اپنے خاندان کو ہی اہلبیت قرار دیا تھا لہٰذا حضرت علیؑ کی شان میں کتنی ہی بے ادب باتیں معاویہ اور اس کے کارندوں کی طرف سے گڑھی جاتیں اور ان کو پذیرائی ملتی۔

شام کا شہر صرف اہلبیتؑ کیلئے ہی خرابہ نہ تھا بلکہ خود اسلام کیلئے بھی خرابہ تھا چنانچہ اس سلسلے میں تاریخ کے صفحات میں معاویہ کے اپنی نجی محفلوں میں پیغمبرؐ، اذان اور خلفاء راشدین کے خلاف جملے ملتے ہیں یہاں تک کہ یزید نے سر اقدس امام حسینؑ سے خطاب کر کے کہا کہ ہاشم کے فرزندوں نے حکومت اور اقتدار کے لئے کھیل کھیلا ہے ورنہ نہ کوئی فرشتہ اور نہ ہی کوئی وحی اتری ہے۔

معلوم ہوا کہ شام کے خرابہ میں اسلام اور اہلبیتؑ کا کوئی وجود نہیں تھا لہٰذا اہلبیتؑ اور اسلام کیلئے یہ شہر خرابہ تھا یہاں سے ہم ہر اس جگہ اور دل کو خرابہ کہیں گے جس میں خدا اسلام، قرآن اور اہلبیت کا نام نہ لیا جاتا ہو۔ دنیا کی ظالم پیشہ استعمار اور استحصال کی وہ قوتیں جو اسلام کے خلاف مختلف محاذوں سے نبرد آزما ہیں یہ آئے دن کوئی نہ کوئی محاذ کھولے رکھتی ہیں۔ لیکن اسلام کے صحیح دفاع کرنے کیلئے قیام و جہاد کرنے والے امت اسلامی کو خواب غفلت سے بیدار کرنے والے ذوات پاک قائدین فقہاء و مجتہدین جیسے سید جمال الدین اسد آبادی، آیت اللہ شہید باقر الصدرؒ، آیت اللہ شہید مطہریؒ اور امام خمینیؒ نے ان کے مقابلے کیلئے واحد و موثر اسلحہ اسلام اور قرآن سے تمسک کرنے کو گردانا ہے اور انہوں نے ہمیشہ مغرب کی استعماری طاقتوں کی ہر قسم کی تقلید و پیروی سے منع کیا تھا۔

ہمیں اس بات کا احساس ضرور ہے کہ اس عنوان سے ہمارے مدارس کے بانیان و اہتمام کنندگان اور اساتید بزرگوار کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی لیکن ہم ان پر یہ واضح کرنا ضروری

سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں نہ ہم احساس کمتری میں کی بنا پر کہہ رہے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی مدرسہ نہیں اور نہ ہی کسی سے عداوت و دشمنی کی بنیاد پر اور نہ دینی مدارس کی ضرورت کے منکر ہو کر بیان کر رہے ہیں اور نہ خود کو ایک بڑا علوم جدید کا دانشور سمجھ کر دین کا مذاق اڑانے کیلئے بلکہ ہماری کوئی حیثیت علم کے حوالے سے اگر ہے تو انھیں مدارس کے طفیل و برکت سے ہے ہم مستقبل و آئندہ کیلئے بھی انھیں مدارس کی ضرورت کے معتقد ہیں لیکن انکی تعمیرات ساخت اور نصاب اور بود و باش، افراد کے ذاتی مفادات کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ عقل و شرع کی مقرر کردہ اصول و ضوابط کے تحت ہو۔

## امتِ مسلمہ اور امتِ قرآن کیلئے چند تجاویز

اہل دین و دیانت اور اسلام و قرآن سے دلی وابستگی رکھنے والے خاص طور پر اس ملک کے مسلمان دانشور اور خاص طور پر علماء اعلام اور طلاب دینی کیلئے جیسا کہ اس کتاب میں ذکر ہوا ہے کہ مستشرقین اور انکی پس پشت طاقتوں نے اسلام اور قرآن کے خلاف عرصہ دراز سے ہر محاذ پر جنگ و جدال کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ یہ جنگ کبھی دشمنی کے روپ میں ہے اور کبھی دوستی کے روپ میں اور کبھی نصیحت اور مشوروں کی صورت میں ہے لڑی جا رہی ہے۔ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ آپکو دنیا کی صفحات تاریخ میں ہر کتب خانہ اور لائبریوں میں مطالعہ کیلئے میسر ہے اور اس کے کچھ نمونے آپکی توجہ کیلئے ہم نے یہاں نقل کیے ہیں۔ ویسے اب تو یہ مسئلہ ایک محسوس شکل میں آپ کے سامنے روشن و عیاں ہے جبکہ ہمیں اپنے ہی گھروں میں ہر طرف سے محسوس ہو رہا ہے۔ یہاں تک غلط فلمیں، ڈرامے، آڈیو وڈیو کیسٹ اور انٹرنیٹ نے ہمیں ہر سمت سے محصور کر رکھا ہے۔ ان حقائق کو سامنے رکھنے کے

باوجود اگر آپ حضرات اسلام وقرآن سے تھوڑی سی بھی وابستگی رکھتے ہیں اور خود کو قیامت کے دن حضرت محمدؐ کے سامنے حاضر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں تو حسب دستور قرآن جو تم پر تعدی کرے تو اسکے ساتھ اس کے ساتھ مقابلہ بالمثل کرنا چاہیے۔ جس انداز اور طریقے سے انھوں نے ہمارے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے تو ہماری بھی غیرت وحمیت کے بال ہلنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل گذارشات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جہاں ان لوگوں نے ہمیں امت اسلامی کیلئے ایک زبان سے منع کرنے کیلئے اتنی منصوبہ بندیاں کیں ہیں تاکہ ہمارے درمیان افتراق وانتشار پھیلے اور افہام وتفہیم کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور ہم قرآن سے دور رہیں اور ہمارے اوپر ایک ایسی زبان کو مسلط کریں جس کا کسی حوالے سے بھی ہمارے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ لہذا ہمیں ان کے مدمقابل عقل وشریعت اور قرآن وسنت کی رو سے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے چاہیے:

۱۔ عربی زبان کو وسیع پیمانے پر ملک میں رائج کریں یہاں تک کہ اسے اپنے ملک کی رسمی زبان بنانے کی تحریک چلائیں۔

۲۔ تمام سکول اور کالجوں میں عربی زبان کو باقائدہ نصاب میں شامل کیا جائے۔

۳۔ اردو زبان کے بیان اور تحریر دونوں سے انگریزی کلمات کو نکالا جائے جیسا کہ انھوں نے قرآن وامت اسلامی کے دشمنی میں اردو زبان سے عربی کلمات کو نکالا تھا۔

۴۔ تمام ملک کے گوشہ وکنار میں چوراہوں پر جو ھدایات اور نشانیاں ہیں انھیں اردو یا عربی میں لکھی جائیں۔

۵۔ شادی بیاہ اور دیگر اجتماعات کے دعوت نامے خالص اردو زبان میں لکھے جائیں اور ملک میں اردو زبان کو رسمی زبان قرار دیں تاکہ یہ زبان مسیحی استعمار سب کی آنکھوں کیلئے خار بنے۔

مذکورہ بالا تجاویز کو پڑھنے کے بعد بعض قارئین کرام شاید یہ نتیجہ اخذ کریں کہ راقم کی فکر اور سوچ اب قرون اولی یا وسطی جیسے انسانوں جیسی ہوگئی ہے۔ اب ان کی باتوں سے صرف بوسیدگی اور فرسودگی، رجعت پسندی کے علاوہ کچھ اور نظر نہیں آتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہ چند سطور اس فعل کا ردعمل ہے جہاں ان ارباب اقتدار نے ہمیں اپنے دین کی زبان یعنی زبان قرآن سے دور کرنے پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے ہمیں اپنی ملک کی زبان سے بھی دور کر رکھا ہے اور اپنی زبان کو ہمارے زندگی کے ہر شعبہ میں بھی رائج کیا ہے بیت الخلاء، باورچی خانے سے لے کر شادی بیاہ، مجلس ترحیم وغیرہ تک میں یہ زبان رائج ہے دوسری وجہ ہم جیسے ملک کے گوشہ و کنار میں رہنے والے اس ذلت کی زندگی سے تنگ آکر پانی میں موجود مینڈک کی مانند نہ زبان کھول سکتے ہیں اور نہ اسے بند کر سکتے ہیں۔ بعض افراد یا خاندان اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ وہ اپنی زبان کو چھوڑ کر استعمار کی زبان بولنا اپنے لئے باعث اعزاز و افتخار سمجھتے ہیں۔ ہم نے اپنی تجرباتی زندگی میں دیکھا ہے جنھوں نے بھی اس زبان کے ذریعہ مقام و منصب بنایا انھوں نے اپنی عزت کو صرف اس کلمہ "لیس سر" میں دیکھا ہے۔ جبکہ ہمارے دین کی زبان جو انبیاء و آئمہ نے ہمیں سکھائی ہے جیسا کہ امام حسین سے نقل ہے وہ کلمہ "لا" ہے یعنی میں ذلت برداشت نہیں کروں گا کیونکہ میرے رب میرے نبی اور ہر مومن کو یہ برداشت نہیں ہے۔

## مستشرقین اور حکومتِ واحدہ کے قیام کی کوشش

ہمیشہ سے تاریخِ انسانی میں ظالمین اور جابرین کے ذہنوں میں یہ خلجان رہا ہے کہ دنیا میں ایک ہی ظالم رہے۔ یعنی ظالم بھی دوسرے ظالم کو برداشت نہیں کرتا چنانچہ قرآن

کریم میں اس کی مثال ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

﴿ان ھذا اخی لہ تسع و تسعون نعجۃ ولی نعجۃ واحدۃ فقال اکفلنیھا و عزنی فی الخطاب﴾ "بلاشبہ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے یہ کہتا ہے کہ اسے میرے حوالے کردو اور گفتگو میں مجھ پر دباؤ ڈالتا ہے"

(ص ۳۸۔ آیت ۲۳)

ظالمین نے اپنے ان شوم مقاصد تک رسائی کیلئے دو دھاری تلوار کو استعمال کیا ہے ایک طرف سے امت مسلمہ کو رنگ و نسل و زبان حدود علاقہ کی بنیاد پر ایک دوسرے سے جدا کریں جس طرح قصائی کھال کو جسم سے الگ کرتا ہے اور دوسرے مرحلے میں ان کو ذرا دھمکا کے کہ تمہیں فلاں سے خطرہ لاحق ہے لہذا ہمارا ساتھ دو تا کہ ہم تمہیں تحفظ دیں اس طرح انھیں مسلح کرتے ہیں پھر انھی کو اپنے ہاتھوں ذلیل کرتے ہیں۔ اس طرح وہ دنیا میں ایک ہی حکومت کے قیام کے مراحل طے کر رہے ہیں نامعلوم اس سے آگے وہ ان بے بس انسانوں کو دبانے کیلئے کیا منصوبے تیار کر رہے ہیں۔

روئے زمین پر انسانوں کیلئے ایک ہی حکومت کے دو تصور موجود ہیں۔

۱۔ عدل و انصاف اور اعلیٰ وارفع اقدار کی بنیاد پر جس میں ہر قسم کے ظلم استحصال اور امتیازات ناپید ہوں حکومت خداوند متعال (حکومت الٰہی) ہے۔

۲۔ حکومت واحدہ ہو جہاں ظلم و استحصال بربریت غرض ہر برائی کو حکومت کے قیام کی خاطر جائز سمجھنا یعنی یہودیوں کی حکومت ہے۔ چنانچہ یہودی ایک ایسی حکومت کیلئے عرصے دراز سے اپنے منصوبے عملی مراحل سے گزار رہے ہیں بعض ایسی حکومتوں کے قیام کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے اُن کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا ان کے منصوبے یہ ہیں:

۱۔ تمام ادیان کو کلی طور پر سوائے یہود کے چاہے وہ کتنے ہی گرے ہوئے کیوں نہ ہوں ختی نام کی حد تک کیوں نہ ہوں انھیں ختم کیا جائے۔

۲۔ تمام مظاہر طاقت وقدرت اور معنویت انسانی کا خاتمہ کریں اور انسانوں کو جہاں بھی ہوں ذلیل وخوار کریں اور اپنی غلامی و بندگی کا اعتراف کروائیں۔

۳۔ جوانوں پر بالخصوص بچوں کی تربیت پر زیادہ توجہ دیں اور انہیں بے ہودہ کھیل کود، موسیقی وغیرہ جیسی مشاغل مصروف رکھیں تاکہ وہ ابتدا ہی سے دین سے دور زندگی گزاریں۔

۴۔ قوموں کے درمیان فتنے وفساد اور جھگڑے کی آگ جلانے کیلئے جتنا بھی مال ودولت ممکن ہو خرچ کریں اور انھیں چین سے جینے نہ دیں۔ اس حالت سے نکلنے اور نجات کیلئے ایک ظالم چاہے وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو اسے استعمال کریں۔

۵۔ ایک سیکولر گروہ کو تربیت دیں جو ہمارے اہداف ومقاصد کو فروغ دے اور اپنے ماحول اور حلقوں میں عقائد اور روحانیت ومعنویت ودیانت وغیرہ کو بالکل کنارے پر لگائے۔

۶۔ بیہودہ وبوسیدہ، مذاہب وفلسفی نظریات پر زیادہ توجہ دینا۔

۷۔ ایک ایسے گروہ معاشرے کے سیاسی میدان سے پس پردہ اور مخفی رکھیں جو اس ملک کی یا عالمی سطح کی سیاست کو گردش دے۔ چنانچہ بنیامین انگریز یہودی نے ۱۸۴۴ء میں کہا کہ دنیا میں سیاست چلانے والے وہ نہیں جن کے ہاتھ میں ظاہری حکومت ہے بلکہ وہ (یہودی) ہیں جو ان کے پس پشت ہیں۔ چنانچہ فرانس کے ایک بادشاہ نے ۱۸۵۹ء میں کہا تھا کہ اس میں دھوکہ نہیں ہونا چاہیے کہ دنیا میں حکومت چلانے والا خفیہ ہاتھ ہے۔

۸۔ دین اخلاق کے خلاف برے سے برے کلمات اور رویئے کو رواج دیں تاکہ یہ

معاشرے میں پھل پھول نہ سکے۔

۹۔ عورت کے مسئلے کو وسیع پیمانے پر انتہائی اہمیت کے ساتھ فروغ دیا جائے اور انہیں ہر قسم کی آزادی دلانے کی مہم چلائیں ۔دین و مذہب ،خاندان وشوہر وغیرہ کی پابندی سے انہیں آزاد کریں اور انہیں بیہودہ محافل میں دعوت دیں ۔ہم اس وقت تک دین پر غالب نہیں آسکتے جب تک عورت ہمارے ساتھ شریک نہ ہو کیوں کہ دین کے خاتمہ کیلئے عورت ہمارے لیئے سفیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۰۔ ازدواجی زندگی جو دین و مذہب کے دائرے میں ہوتی ہے اس کے بدلے ایک عقیم زواج ( آزاد ازدواجی زندگی ) کو فروغ دیں۔

۱۱۔ قومیت : آزادی اور جہاد جیسی دعوتوں کی مزاحمت کریں انہیں کوئی مقام ومنزل اور حیثیت حاصل نہ ہونے دیں۔

۱۲۔ دین و مذہب کو خیر باد کرنے اور اس کی جڑوں کو سکھانے اور جلانے والی تعلیمات کو زیادہ فروغ دیں۔

۱۳۔فساد پھیلانے کے تمام اسباب یعنی ثقافت وصحافت اورنئی باطل رسومات کوفروغ دیں۔

۱۴۔ خدا، خالق ،دعا وغیرہ کے مفہوم کوسرے سے ہی مسترد کردیا جائے۔

۱۵۔ ہر قسم کی بت پرستی اور قدیم وفرسودہ مظاہر کو دوبارہ زندہ کریں۔

۱۶۔ الحادی افکار کو زندہ کریں۔

۱۷۔ مال ودولت کو مقام عبودیت اور ربوبیت کا درجہ دیں۔

۱۸۔ تمام قوم قبیلے اور وطن جیسے امتیازات سب کو مٹا کے ایک عالمی حکومت کے قیام کیلئے آمادہ کریں۔

تمدن ثقافت اور حضارت ان جیسے کلمات کی مثال ان تلخ و کڑوی دواؤں کی مانند ہے جو کسی شربت یا کیپسول میں ملا کر بیمار انسانوں اور بچوں کو پلائی جاتی ہیں۔ یہ کلمات اس معاشرے میں اتنا فروغ پا چکے ہیں اور ان کا اس حد تک استقبال ہوا ہے کہ شاید ان کلمات کو زیادہ دہرانے والوں کیلئے خود ان کا معنی و پس منظر واضح نہ ہو۔

تمدن (Social intercoures;living togerther)

تمدن: طرز معاشرت۔ مل کر رہنے کا طریقہ۔ تمدن بھی ایک علم ہے جہاں آدابِ معاشرت کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ عربی میں تمدن کے معنی حضارت ہے۔ حضارت مادۂ حضر سے لیا گیا ہے جس کا معنی لوگوں کے ساتھ میں مل کر رہنا ہے باہمی تعلقات اور ربط میں رہنا اور اس کیلئے وضع شدہ اصول وضوابط کا پاس رکھنے کو عربی میں حضارت کہتے ہیں۔

حضارت بدو کے خلاف ہے بدو یعنی جو میدانوں، پہاڑوں اور خیموں میں زندگی گزارتے ہیں جہاں کسی قسم کے وسائل وآسائش زندگی دور دور تک نظر نہیں آتے، ہر طرف بھیڑ، بکریاں، پہاڑ، پتھر اور کانٹے ہوتے ہیں اور یہ سرکش حیوان، احمق دیوانے اور ان پڑھ لوگوں اور بسا اوقات درندوں اور چرندوں کی جگہ ہے۔ ایسی زندگی کو قرآن کریم نے نفرت اور جہالت کا نام دیا ہے:

﴿افحکم الجاھلیۃ یبغون﴾ "کیا یہ لوگ جاہلیت کے دستور کے خواہاں ہے" (مائدہ/۵۰)

ایسے لوگوں کو قرآن کریم میں سورۂ توبہ آیت ۹۷ سے ۱۰۱ میں اعراب کہا ہے:

﴿الاعراب اشد کفراً و نفاقاً و اجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ علیٰ رسولہ ... ومن الاعراب

من يتخذ ما ينفق مغرماً ويتربص بكم الدوائر...... ومن الاعراب من يؤمن بالله واليوم الآخر...... وممن حولكم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق ﴾'' یہ بادیہ نشین بدو کفر ونفاق میں انتہائی سخت ہیں اور اس قابل ہی نہیں کہ اللہ نے اپنے رسول پر جو کچھ نازل کیا ہے ان کی حدود کو سمجھ سکیں۔ اور ان بدوؤں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں...... اور ان بدوؤں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں...... اور تمہارے گرد و پیش کے بدوؤں میں اور خود اہلِ مدینہ میں بھی ایسے منافقین ہیں جو منافقت پر اڑے ہوئے ہیں''

اور ان کا مزاج ان پر حاوی و غالب رہتا ہے اور انہی صفات سے وہ لوگوں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ اس کو کفر و نفاق، خود مختار اور خود ساختہ آزادی کہا ہے۔ اس کے مقابلے میں حضارت ایک مستقل زندگی ہے جس کے گرد و پیش زندگی کے اچھے وسائل فراہم ہیں۔ پانی، چشمے، پھل دار درخت اور اچھے اخلاق و کردار کے حامل انسانوں سے واسطہ رہتا ہے۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بدوی وحشی زندگی گذارنے والے کو تمدنی زندگی پسند نہیں جس طرح ایک تمدنی زندگی گذارنے والے چند لمحوں سے زیادہ بدوی زندگی نہیں گذار سکتے۔ چنانچہ ''ہولڈ غرنچ'' مستشرق کہتا ہے اگر کوئی شخص اسلامی عقیدے سے تمسک کرے گا تو اس کیلئے ممکن نہیں کہ وہ مسیحیت کی حکومت کے اندر رہے کیونکہ اسلام سے مسلمان کا ربط کسی واسطے کے بغیر قائم ہو سکتا ہے جبکہ مسیحیت میں یہ شفیع و واسطے کے بغیر ممکن نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام مسلمانوں کو کائنات حیات، شریعت اور اخلاق میں مسلسل غور و خوض کرنے کی اجازت دیتا ہے جبکہ دین مسیحی میں یہ اجازت نہیں ہے اس سلسلے میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ معاویہ ایک بدوی عورت سے شادی کر کے اسے قصر خلافت

میں لایا جس سے یزید پیدا ہوا وہ عورت چند دن سے زائد دارالخلافت میں نہیں ٹھہر سکی۔

گذشتہ زمانے کے ساتھ ساتھ حضارت و بدویت کی اقدار اور معیار بھی بدل گئے ہیں اس نے اپنا مفہوم بدل لیا ہے جیسا کہ عصر حاضر میں مغرب اپنی تمام وسیع وعریض مادی زندگی کے نتیجے میں انسانی اقدار و قدر و قیمت سے دور ہو کر حیوانی آزادی میں مستغرق ہے یہ اپنی اس زندگی کو حضارت کہتے ہیں جبکہ مشرق زمین جہاں اسلام کی حضارت ہے جہاں انسان کی قدر و قیمت ہے اسے غیر متمدن اور بدوی زندگی قرار دیتے ہیں۔

اسلامی تمدن میں بنیاد و اساس قرآن ہے جیسا کہ ارشاد رب العزۃ ہے:

﴿یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرہ ویضل الله الضالمین﴾

''اللہ ایمان والوں کو دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی قول ثابت پر قائم رکھتا ہے اور ظالمین کو گمراہ کر دیتا ہے'' (ابراہیم ۱۴۔آیت ۲۷)

اس قول ثابت میں تحقیق و ترقی اور تفسیر و تشریح کی کوئی بندش نہیں کہ قرآن نہ تکوینیات سے ٹکراتا ہے اور نہ ہی قوانین علم اور انسانی تجربے سے ٹکراتا ہے اگر کوئی تمدن و حضارت تغیر پذیر ہے تو وہ علم قوانین انسانی تجربات سے متعلق ہے کیونکہ یہ خطا و لغزش کا میدان ہے ان کے مصادر وہم و گمان ہیں جیسا کہ ارشاد رب العزۃ ہے:

﴿ان ھی الّا اسماءٌ سمیتموھآ انتم وآبائکم مآ انزل الله بھا من سلطن ان یتّبعون الّا الظّن وما تھوی الانفس﴾

''دراصل یہ تو صرف چند نام ہے جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے گھڑ لیے ہیں۔ اللہ نے تو اس کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔ یہ لوگ صرف گمان اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں'' (نجم ۵۳۔آیت ۲۳)

کیونکہ یہ نظریات کبھی خواہشات نفس یا کبھی اجتماعی، سیاسی شیطانوں کی گمراہ کن تبلیغات سے برآمد ہوئے ہیں۔

چنانچہ فیلسوف اور مستشرق فرانسوی کہتا ہے جب اس نے اپنے اندر اپنی شخصیت میں دورخی کو محسوس کیا تو کبھی اس کا ضمیر چاہتا تھا کہ حق بولے اور کبھی اپنی قوم کے نظریات کے احترام کی کی طرف کشش ہوتی۔ وہ کہتا ہے کہ قرآن اساس اسلام ہے اس نے اپنی حقیقت کو بغیر کسی تبدیلی وتحریف کے اب تک محفوظ رکھا ہے جیسے ہم اس کتاب کی کثیر آیات میں مشاہدہ کرتے ہیں ان آیات کو مشاہدہ کرنے کے بعد ہمیں اس کتاب عظیم کے سامنے خاضع ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ میری اپنی تحقیق اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اس نبی پر جن جھوٹ وافترا کی نسبت دی ہے اس حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے ان جھوٹ وافترا پر دازیوں کا مصدر وماخذ مغرب والوں کی اپنی عادات ورسومات ہیں سے متاثر ہونے کی وجہ سے ہے جیسا کہ فولڈ نے کوشش کی ہے۔ جبکہ قرآن تمام تمدن وترقی کا سرچشمہ ہے۔

## اسلامی معاشرے میں مغربیت کا بیج

ایک مشہور ومعروف اور دانشور مؤلف ومحرر عبدالجبار ربائی اپنے ایک مقالے کے مقدمات میں لکھتے ہیں کہ جب عالم اسلام مغربی تمدن کے خطرات سے غافل اور ناآگاہ تھا تو اس وقت محمد اقبال لاہوری نے یہ آواز بلند کی کہ دور نبوت وحی کو درک کریں اور ان امراض کو پہچان لیں جو مغرب کی طرف سے ہماری طرف حملہ آور ہوئے ہیں اور مغربی افکار میں ضعف وناتوانی اور پستی اور اس میں موجود خوبیوں اور اقدار کو درک کرلیں تا کہ ہم مغرب کے ساتھ جنگ لڑنے کیلئے تیار ہوجائیں یہ آواز اس وقت اٹھائی گی جب ہم بے

حسی اور کمزوری میں ڈوبے تھے۔ ہماری مغرب کے ساتھ جنگ دین اور بے دینی کے حوالے سے ہے جو ہمیشہ رہے گی۔ ان کی تمام تر سعی وکوشش اس میں ہے کہ ہم لادین ہوں اور یہ ہمارے دلوں کو دین کے اثرات سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ مغرب کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ جب مسلح جنگ کے محاز پر آتا ہے تو اسکے ساتھ ایک اور محاذ بھی کھولتا ہے وہ محاذ دین کے خلاف ہے اسکے لئے وہ جنگجو اور بہادر تلاش کرنے میں مہارت رکھتا ہے۔

## مسلم امہ کی شقاوت و پسماندگی اور تنزل کا واحد راز

مسلم امہ کی تمام شقاوت و بدبختی' افسردگی و پسماندگی اور حالتِ زار، جس پر وہ خود مرثیہ پڑھتے ہیں اور دشمن ان پر طنز وشماتت کرتا ہے اور کہتا ہے تمھاری پسماندگی کی وجہ تمھارا دین وتمدن ہے اگر تم اس تمدن کو چھوڑ کر ہمارے تمدن کو اپناؤ گے تو تم بھی ہم جیسے ترقی یافتہ تمدن کی زندگی گذارو گے۔ ان کا یہ کلام مجمل ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ مسلمان مغرب والوں جیسی ترقی نہیں کر سکتے جب تک وہ کائنات کے بارے میں مغرب جیسا عقیدہ نہ رکھیں یعنی جبتک ہم کافر نہیں ہونگے ہم ان جیسی ترقی یافتہ زندگی نہیں گذار سکیں گے۔ حقیقت میں اس وقت امتِ مسلمہ اور اس پر مسلط اور برسرِ اقتدار گروہ اور مغرب کی ترجمانی کرنے والے ان کے گماشتہ افراد کے درمیان ایک تضاد اور تناقص قائم ہے۔ جو ہمارے ملک کی ترقی کے راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ حکومت اور ان کے گماشتہ افراد اپنے آقاؤں کے نمک حلالی کرنے اور انکی خدمت گذاری دکھانے کیلیے وقتاً فوقتاً دینِ اسلام سے مذاق تمسخر کرنے پر تلے ہوئے ہیں انکے یہ عزائم اور منافقانہ رویہ دیکھ کر امتِ اسلام ان سے بدظن ہوتی جارہی ہے جس کے نتیجے میں آپس میں عدمِ تعاون' ایک دوسرے سے

نفرت ودوری اور نجات وخلاصی کی سوچ میں مستغرق ہے۔

امت اسلامی اجمالی طور پر یہ عزم وارادہ کرچکی ہے کہ وہ اس دین کو نہیں چھوڑے گی اس سلسلے میں اسکا یہ فیصلہ ناقابل تبدیل وتنسیخ ہے۔ چاہے کتنا ہی مغرب نفوذ کرے اسلام سے لاتعلقی کیلیے تیار نہیں چنانچہ اسکا واضح مظاہرہ دنیا فلسطین' عراق' چچن' افغانستان اور کشمیر میں دیکھ رہے ہیں۔ زمینی اور ہوائی بم باری ان کے آشیانے تو ویران و برباد کرسکتی ہے لیکن انھیں دینِ اسلام سے لاتعلق نہیں کرسکتی۔ اس میں امتِ مسلمہ کا فیصلہ حتمی وناقابل تنسیخ ہے چاہے مغرب مسلمانوں کے ملکوں کو اپنے صوبے بنانے اور اپنے گورنروں کے تحت چلانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ بعض ملکوں میں وہ تمدن کے اصول وقواعد وضوابط قرآن وسنت سے لینے کے بجائے مغرب سے لیکر نافذ کرنے میں کامیاب ہوا ہے اسکی وجہ ہمارے بعضِ مغرب کے قصیدہ خواں علماء ودانشور دینی اور مذہبی تنظیموں کے حالت حاضرہ کے موضوع پر گفتگو کرنے والے لکچراروں بھی ہیں اور انھوں نے اس عمل میں بہت کردار ادا کیا ہے۔ ہمیں سکا احساس ہے کہ انھوں نے مغرب کیلیے بہت سی خدماتِ جلیلہ انجام دی ہیں لیکن ان کے آقا ان سے اس حد تک راضی ہیں یہ انہیں سے پوچھیں۔ ہم یہاں صرف ان کے نافذ کردہ اصول تمدن کے چند مظاہر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ زبانِ انگریزی کو دینی مراسم' تقریبات تک فروغ دینا۔

۲۔ قرآن وسنت کے خلاف بے حجابی اور بے پردگی میں مرد وعورت کے مخلوط اجتماعات کرنا۔

۳۔ ہر قوم کی ایک تاریخ ہے امتِ مسلمہ کے بھی دن' مہینہ سنہ جدا ہیں اسلامی مہینہ قمری کے حساب سے شروع ہوتا اور سنہ پیغمبر اکرمؐ کے ہجرت سے شروع ہوتا ہے لیکن عملی زندگی

میں دینی تنظیمیں، علماء دانشمندان ایسا مظاہرہ کرتے ہیں کہ گویا ان سب کے نزدیک ان کے دین ومذہب کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔

۴۔ ہفتے میں ایک دن کی چھٹی جب ایک ناگزیر عمل بنا تو یہ کہنا کہ اسلام میں چھٹی کا کوئی تصور نہیں یہ قرآن وسنت اور امتِ مسلمہ کی تاریخ سے چشم پوشی ہے جہاں قرآن نے سورۂ جمعہ میں جمعہ کے وقت کام کے تعطیل کرنے کا حکم دیا ہے:

﴿یاایھاالذین امنوااذانودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ فاسعواالی ذکراللہ وذروالبیع ذالکم خیرلکم ان کنتم تعلمون﴾ ''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کی ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت ترک کر دو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو''

اسی میں دن کے دیگر حصوں کو بھی شامل کر کے جمعہ کی چھٹی اتوار سے زیادہ قرینِ صواب ہے جس میں اسلام سے وابستگی ہے جبکہ اتوار مغرب سے وابستگی کا نام ہے۔

۵۔ **مغرب نواز دانشوروں کا کردار:** دینِ اسلام ابتداء سے عصر حاضر تک کبھی بھی کسی بھی علم کی جو انسانی زندگی کی ساخت میں کردار رکھتا ہو اسکی مخالفت نہیں کرتا ہے۔ ہم ہر اس دانشمند کا جو اپنے علم ودانش کے تقاضوں کا وفادار ہے احترام کرتے ہیں لیکن تعجب یہاں آکر اپنی انتہا کو پہنچتا ہے کہ بعضِ دانشمند جو اعلیٰ سند یافتہ ہیں اور ملک کے اچھے عہدوں پر فائز ہیں ملت کے نزدیک وہ اس ملک کیلئے مایۂ ناز دانشمند سمجھے جاتے ہیں لیکن وہ اس ملک میں اسلامی اعیاد اور مجالس سوگواری کے نام سے ملتِ اسلامیہ کے عوام کے بعضِ مظاہرِ دینی ومذہبی جیسے جلوسِ جشن میلاد النبیؐ، عزاداریِ امام حسینؑ اور پندرہ شعبان کی شب بیداریوں

میں ہونے والی مسخرہ آمیز، عقل ومنطق سے دور فرسودہ خرافات ورسومات جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں جن سے اسلام کی بوتک نہیں آتی ہے جیسے اونٹوں پر لدے کجاوے سونے اور چاندی سے سجے ہوئے گھوڑے یا دریا اور تالابوں میں ڈالے جانے والے عریضے یہ سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اس کے باوجود ان کی مخالفت کرنا تو درکنار وہ انکی محافظت کرتے ہیں اور اس کو دین ومذہب کی بقاء سمجھتے ہیں۔ یہیں سے ہمارے ذہنوں میں انکے بارے میں خدشات اور احتمالات پیدا ہوتے ہیں:

(الف) وہ لوگ جو ان چیزوں کو دین ومذہب کی اساس وبنیاد سمجھتے ہیں تو اس صورت میں ہمیں یہیں سے انکے علم ودانش کو والسلام اور خیر باد کہنا چاہیے۔

(ب) اگر وہ انہی فرسودہ رسومات کے ذریعے اسلام کے چہرے کو مغرب والوں کے سامنے فرسودہ اور مسخ شدہ دکھانا چاہتے ہیں تو اس صورت میں انکے ایمان کو سلام کہنا چاہیے۔

## جدید استعماری ثقافتی یلغار

مجلہ توحید عربی شمارہ ۲۶ صفحہ ۶۸ میں ایک عنوان استعمار الحدیث والغزو الثقافی الغربي کے نام سے چھپا ہے جس میں امت اسلام میں مغربی ثقافت کے نفوذ کی برگشت دو عوامل کی طرف ہے۔

۱۔ امت کی اذہان میں فراغ اور خلا ہے۔

۲۔ عالمی استعمار کا جابرانہ تسلط۔

شہید مرتضیٰ مطہریؒ کتاب علل گرائش مادہ گری میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر عقائد کے فراغ اور خلل نے انسان کو مادہ پرستی، مادہ گرائی اور مغرب کی طرف جھکاؤ پیدا کیا

ہے۔ ان دونوں عوامل میں سے کس کا کردار زیادہ ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہوگا۔ لیکن اگر باریک بینی سے کام لیں تو آپ کو یہ واضح نظر آئے گا کہ مغربی استعمار تنہا ایک سمت سے مسلمانوں پر اپنی پست اور ملعون ثقافت کو نہیں ٹھونستے بلکہ اس ضمن میں متعدد مختلف طریقہ واردات ہیں ان میں سے چند کا یہاں ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ا۔ یہ طریقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے جس کے ذریعے وہ ہمارے ہی دین ومذہب کی توانائی، افرادی قوت علمی، سیاسی اور مالی طاقت سب پر غیر شعوری طور پا قابض ہوتے ہیں۔ یہ ہماری خودساختہ دینی رسومات ہیں ایک مسلمان مؤمن ان رسومات میں ذرہ بھر اسلامی افکار وعقائد اپنی ذہن میں نہیں لیتا ہے بلکہ وہاں سے وہ ان افکار وعقائد کے خلاف چیزیں لیتا ہے۔ اس نصف صدی میں ہمارے منبر استعماری مشن کے فروغ کی خاطر استعمال ہوئے ہیں۔ امام حسینؑ کے اس فرمان کے مطابق جو آپؑ نے اہل کوفہ سے خطاب فرمایا تھا ''جو اسلحہ جنگ ہم دونوں نے مل کر اپنے دشمن کے خلاف استعمال کرنا تھا وہی اسلحہ تم نے اپنوں کے خلاف استعمال کیا'' اسی طرح مسلمان نے اپنے بغض وعداوت اور دشمنی کا نشانہ دنیا کفر یہود وہنود واستعمار کو بنانے کے بجائے مسلمانوں کو بنایا اپنے ہی فرقے کو اندر سے پاش پاش کیا اور انھیں اپنے پاوں پر کھڑا نہیں ہونے دیا۔ دینی درسگاہیں جو دین کے نام سے قائم ہوئی تھیں ان میں مسلمانوں کے اپنی ضروریات میں سے کوئی چیز نہیں سکھائی جاتی۔ جس کی وجہ سے یہاں سے فارغ ہونے والے معاشرے میں بے روزگاری اور بے اعتنائی کا شکار ہیں۔ جس کے نتیجے میں انسان کے دل میں دین ومذہب کے بارے میں ایک کراہت اور ناپسندیدگی پیدا ہوئی ہے۔

۲۔ ٹیکنالوجی، تعمیر وترقی، روزگار یا انتہا پسندی کی مذمت وغیرہ نے انسان ومسلمان کے

دل میں مغرب گرائی کیلئے جگہ بنائی۔

۴۔ مقامی حکومتوں کے توسط سے اپنی ثقافتی یلغار کو یہاں سے ذرائع ابلاغ خاص کر تعلیمی اداروں کے ذریعے مسلمان نسل پر ٹھونسا یا۔

## مستشرقین کے عزائم شناسی کے بعد اس خطرات سے بچنے کی تجاویز:

اہل مغرب نے ایک ہی حملے میں دائیں بازو والے افراد، علماء اور مراکزِ دینی کو استعمال کرتے ہوئے اپنے دین کو مسلمانوں پر ٹھونسنے اور اُن کی دولت وثروت پر قبضہ کرنے کا عزم وارادہ کیا تو اُس وقت یہاں کے بادشاہوں اور حکمرانوں نے مسلمانوں کو اُن کے اسلامی تشخص کو بغیر کسی بندش اور پابندی کے جاری رکھنے دیا کیونکہ وہ صرف اپنی حکومت کی بقا کے خواہاں تھے۔ جبکہ کلیسا کے نمائندوں تبشیری گروہوں اور اُن کے مبلغین کا عزم وارادہ یہ تھا کہ اسلامی تعلیمات ومفاہیم کی نشر واشاعت کی اجازت نہیں ہونی چاہیے اور اُس کے اثر ونفوذ کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے اور مسلمانوں کے دل ودماغ سے اسلام اور تعلیماتِ اسلامی کو نکال کر اُس کی جگہ مسیحیت کو جاگزین کرنے کا موقع ومحل فراہم پیدا کرنا چاہیے۔ لیکن اس سفر کی اگلی منزل پر یہ دونوں آپس میں متحد ومتفق ہو گئے اور اُن کے درمیان ایک دوسرے سے تعاون وہمکاری کا عملاً معاہدہ طے پایا کہ مسلمانوں کے پاس نہ تو دولت وثروت رہے اور نہ ہی انکا دین رہے۔

اہل مغرب نے ان مذموم عزائم کی تکمیل کیلئے سب سے پہلے مشرق زمین کے بارے میں وسیع ومحیط معلومات جمع کرنے کا عمل شروع کیا کیونکہ جنگ صلیبی میں شکست کے بعد اُنھوں نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ لہٰذا سولہویں صدی کے اُس دور سے

مشرق زمین اور اسلام و مسلمین کے بارے میں تحقیقاتی اداروں اور اُن کے اس کام کا تسلسل اب تک آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہے اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ وہ تحقیقاتی ادارے ہمارے محلوں اور گھروں تک میں کھولے جا چکے ہیں۔

اگر ہم اُن کے اس منحوس و شیطانی عمل کا مقابلہ و مزاحمت کرنا چاہتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں ذلت و رسوائی عار و ننگ کی چادر سے جان چھڑانا چاہتے ہیں تو جس طرح مستشرقین نے ہمارے بارے میں تحقیقات کی ہیں، ہمارے لئے بھی اُن کے بارے میں اسی طرح کی تحقیقات ناگزیر ہیں کہ جن سے اُنھوں نے ایسے نتائج حاصل کیے جو اُن کی مرضی و تمنا تھی۔

اس سلسلے میں کچھ نقاط و تجاویز ملاحظہ کریں:

ا۔ مستشرقین ہمارے عقائد، احکام و تعلیمات، اخلاق و سلوک اور تاریخ کو کس طرح سمجھے اور اس سے انھوں نے کیا کیا نتائج اخذ کیے، اس سلسلے میں ہمیں اُن کے مصادر کی طرف رجوع کرنا ہوگا:

(ا) ا۔ مستشرقین کی لکھی ہوئی کتابوں، کانفرنسوں کی قراردادوں اور مجلات و جرائد، ان سب کی جمع آوری کرنا ہوگی۔

(ا) ۲۔ مستشرقین نے جن زبانوں میں یہ کام انجام دیا ہے، ہمارے پاس بھی انھی زبانوں میں کام کیلئے کچھ گروہ آمادہ ہونے چاہیں تا کہ وہ ابتداء سے انتہا تک معلومات اور نتائج کے بارے میں وافر مقدار اور بڑے پیمانے کی تحقیقات کریں۔

(ا) ۳۔ ان تحقیقات کے نتائج کو علماء و فقہاء و مجتہدین اور سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور دفاعی امور کی ماہر شخصیات کے سامنے پیش کریں تا کہ وہ ان پر اپنے ملاحظات، رد اور نقد و انتقاد سے اپنے اہداف کیلئے لائحہ عمل تیار کر سکیں۔

(ا)۴۔ مستشرقین نے ہماری طاقت وقوت کے پہلوؤں کو کن چیزوں میں دیکھا ہے، ہم اُس طاقت کو مزید قوت وتوانائی بخشیں اور اُس کی حفاظت کیلئے اُس کے گرد مضبوط حصار بنائیں تاکہ دشمن کی اُس تک رسائی ممکن نہ ہو۔ اسی طرح مستشرقین نے کن کن چیزوں میں ہمارے نقاط ضعف وکمزوری کو محسوس کیا ہے، ہم اُس ضعف وکمزوری کو طاقت وقدرت میں تبدیل کریں۔

(ا)۵۔ ہم اُن کے کام کے طریقہ کار اور ٹیکنیک کو بھی دیکھیں اور اُس سے بھی منفی اور مثبت ہر دو طرح کے نتائج سے استفادہ کریں۔

۲۔ ہمیں چاہیے کہ ہم مستشرقین کے اُن طریقۂ واردات اور اخذِ نتائج کو اپنی نقد وتنقید یا جواب اشکال کا نشانہ بنانے کی خاطر ان موضوعات سے متعلق اہلیت اور صلاحیت کے حامل افراد کو ان ذمہ داریوں کے اٹھانے کی دعوت دیں اور مستشرقین پر واضح کریں کہ جو نتائج انھوں نے اخذ کیے ہیں وہ غلطیوں پر مبنی ہیں۔

۳۔ بعض مستشرقین نے اپنے ہم منصب بعض مستشرقین کے نظریات کو مسترد کیا ہے۔ ہمیں چاہیے اس کا بھی جائزہ لیں۔

۴۔ مستشرقین نے اسلام کے خلاف جو انتقاد واعتراضات اٹھائے ہیں وہ امتِ اسلامی کے نزدیک کسی بھی حوالے سے قابل قبول نہیں ہیں بلکہ وہ سب کے نزدیک مردود مفروضات پر مبنی ہیں لیکن مسلمان اسی وقت ان اشکالات کا جواب دیں گے جب ان میں یہ صلاحیت پیدا ہوگی۔

۵۔ بعض مواقع پر مستشرقین نے اسلام وقرآن اور نبی اسلام سے دفاع کیا ہے اُن کے اس طریقہ کار سے ہمیں دھوکہ نہیں کھانا چاہیے اور نہ ہی اس حوالے سے اُن کی مدح سرائی کرنی

چاہیے۔ان کے اس جال میں پھنس کر انھیں محققین اور حق گو قرار نہ دیں کیونکہ ایسی صورت میں اسلام و مسلمین کے نقصان در نقصان کی راہیں بند نہ ہوں گی۔

## مصادر وماخذ قرآن اور مستشرقین

### تفاسیر اور قرآنیات


☆معجم المفهرس الفاظِ قرآن کریم — محمد فؤاد عبدالباقی

☆معجم المفهرس الفاظ القرآن الکریم — محسن بیدارفر

☆کشاف الموضوعی القرآن الکریم — دارالقرآن الکریم

☆معجم مفصل لمواضع القرآن — محمد خلیل عیستانی

☆المقطف من عیون التفاسیر — مصطفی الحصن منصوری

☆التفسیر الکبیر — علی امام فخرالرازی

☆الفسیر البیان — آیت اللہ ابوالقاسم الخوئی

☆تفسیر المیزان۔ — آیۃ اللہ محمد حسین طباطبائی

☆تفسیر الفرقان — آیۃ اللہ محمد صادقی تھرانی

☆التفسیر المنیر — الدکتور وھبہ الزحیلی

☆تفسیرِ الشعراوی — الشیخ محمد متولی الشعراوی

☆ایسر التفاسیر — ابوبکر جابر الجزائری

☆تفسیرفی ظلال القرآن — سیدقطب

☆تفسیر جلالین — جلال الدین سیوتی

☆امالی سید مرتضی — سید مرتضی

| | |
|---|---|
| ☆تفسیرالمنار | شیخ محمدعبدہ |
| ☆صفوۃ التفاسیر | الصابونی |
| ☆من وحی القرآن | السید محمد حسین الفضل اللہ |
| ☆تفسیر نظم الدرر فی تناسب الآیات و السّور | البقا ئینی |
| ☆تفسیر النور الثقلین | الشیخ عبد علی بن جمعۃ الحویزی |
| ☆التفسیر البرھان | علامۃ بحرانی |
| ☆تفسیر الوجیز | وھبۃ الزحیلی |
| ☆تفسیرتفھیم القرآن | ابوالاعلیٰ مودودی |
| ☆تفسیرنمونہ | آیت اللہ مکارم شیرازی |
| ☆تفسیرموضوعی | آیت اللہ جوادآملی |
| ☆تفسیرموضوعی | آیت اللہ مکارم شیرازی |
| ☆تفسیرموضوعی | آیت اللہ جعفرسبحانی |
| ☆من ھدی القرآن | آیۃ اللہ محمد تقی مدرس |
| ☆تفسیر قرآن | محی الدین ابن عربی اندلیسی |
| ☆تفسیر مھمات القرآن | البلنسی |
| ☆تفسیرالکاشف | علامہ جوادمغنیہ |
| ☆تفسیر ابن بادیس | علامہ ابن بادیس |
| ☆التفسیر و المفسّرون فی ثوبہ القشیب | آیت اللہ ھادی معرفت |
| ☆تفسیرو المفسرون | دکتورمحمدحسین ذھبی |

| | |
|---|---|
| ☆علوم القرآن عندالمفسرین | مرکزثقافه والمعارف قرآنیه |
| ☆تفسیر به راء ی | آیت الله مکارم شیرزی |
| ☆تفسیر القرآن الکریم | محمد علی تسخیری و عمانی |
| ☆تفسیر ابن عربی | محی الدین العربی |
| ☆نحو التفسیر موضوعی لسور القرآن الکریم | مهمد الغزالی |
| ☆منهج البیان فی التفسیر القرآن | السید ابن حسن الرضوی |
| ☆محاضرات فی تفسیر القرآن الکریم | سید اسماعیل الصدر |
| ☆تسنیم تفسیر القرآن | آیت الله جواد آملی |
| ☆التفسیر و المفسرون | الدکتورمحمدحسین الذهبی |
| ☆قواعد التفسیر | خالدبن عثمان السبت |
| ☆تفسیر اسئلة القرآن المجید و اجوبتها | عبد القادر الرازی |
| ☆تفسیرفتح القدیر | محمدعلی بن محمد الشوکانی |
| ☆دانش نامه قرآن | بهاالدین خرمشاهی |
| ☆الکشاف عن حقائق غوامض التزیل | زمخشری |
| ☆در سهیائی از علوم القرآنی | دکتر حبیب الله طاهری |
| ☆معجم مفردات الفاظ قرآن | راغب اصفهانی |
| ☆معجم التعبیرات القرآنیة | محمدادریس |
| ☆ قاموس قرآن | سید علی اکبر قرشی |
| ☆فرهنگ نامه قرآنی | آستان قدس رضوی |

| | |
|---|---|
| ☆ترجمه قرآن کریم | علامه شیخ محسن علی نجفی |
| ☆ترجمه قرآن کریم | علامه جوادیؒ |
| ☆ترجمه قرآن کریم | ابوالأعلی مودودی |
| ☆بررسی و ترجمه انفال | آیت الله محمدی گلپایگانی |
| ☆الحرکة الجهادیة فی سورة الناس | پاسدارش ۵۰ ص۶۷ |
| ☆ المدرسة القرآنیة | آیة الله سید محمد باقر الصدرؒ |
| ☆اسس الایمان فی القرآن | آیت الله محمد الیزدی |
| ☆الاتقان فی علوم القرآن | علامه جلال الدین السیوطی |
| ☆پرسش وپاسخهای قرآنی | محمدبن ابی بکررازی |
| ☆منهاج الجدل | الدکتورزاهرعواض الالمعی |
| ☆احکام القران | قاضی ابی بکر ابن عربی |
| ☆الکون و الارض و الانسان فی القرآن العظیم | عبد الحمید |
| ☆درسهایی از علوم قرآنی | دکتر حبیب الله طاهری |
| ☆روش شناسی تفسیر قرآن | محمود رجبی |
| ☆علوم القرآن عند المفسرین | مرکز الثقافة و المعارف القرآنیه |
| ☆فی ضلال القران | محمدجعفرالشس الدین |
| ☆پژوهشی پیرامون تدبّردرقرآن | ولی الله نقی پورفر |
| ☆الاعجازفی نظم القرآن | الدکتور محمود السید شیخون |
| ☆الانسان فی القرآن | عباس محمود عقات |

☆الحوار فی القرآن — آیت اللہ فضل اللہ

☆اسرار الآیات — صدر الدین شیرازی

☆التعریف والاعلام — عبدالرحمٰن السہیلی

☆الاشتراك اللفظی فی القرآن الکریم — محمد نور الدین المنجد۔

☆معجزة القرآن الحدیدہ بنیة الآیات و السور — عمر النحد

☆اسلوب دعوت فی القرآن — آیت اللہ فضل اللہ

☆الفرقان و القرآن — الشیخ خالدعبدالرحمٰن العك

☆القرآن فی السلام — السید محمد حسین طباطبائی

☆قرآن و عرفان و برہان — استاد حسن زادہ آملی

☆اطلس القرآن — الدکتور شوقی ابو خلیل

☆گنجینہ معارف قرآن — ابو الفضل فخر السلام

☆القرآن حکمة الحیاة — السید محمد تقیؒ المدرسی

☆اسرر التکرار فی القرآن — عبدالقادر احمد عطا

☆البیان فی روائع القرآن — الدکتور تمام حسان

☆دراسات فی القرآن۔الکریم — الدکتورمحمد ابراهیم الحفناوی

☆النہی فی القرآن الکریم — الدکتور جمال ادین المصر ی

☆الکتاب و القرآن — الدکتور محمد شحرور

☆القواعد الحسان لتفسیرالقرآن — شیخ عبد الرحمن بن ناصر

☆موجزعلوم القرآن — الدکتورداؤدالعطّار

| | |
|---|---|
| ☆درّة التنزیل وغرة التّاویل | ابی عبدالله خطیب الا سکا فی |
| ☆المدخل لعلم تفسیر کتابِ الله تعالیٰ | ابی النّصر حدا دی |
| ☆ملاك التاویل | احمدبن زبیرالغرناطی |
| ☆قواعدالتّدبرالامثل | عبدالرحمٰن حسن حبنکه المیدانی |
| ☆من وحی القرآن | آیة الله محمدحسین فضل الله |
| ☆مجازات القرآن | شریف الرضی |
| ☆معالم القرآن فی عوالم الا کوان | الشیخ احمدمحی الدین العجوز |
| ☆۵۵۰معمای قرآنی | محمدحسین قاسمی |
| ☆التصویر الفنی فی القرآن | سید قطب |
| ☆القرآن فی شهر القرآن | الد کتور عبدالحلیم محمود |
| ☆شناخت قرآن | محمودرجبی، محمود اعراقی |
| ☆التعریف و اعلام | عبد الرحمن السهیلی |
| ☆من قضایا الاعلام فی القرآن | رمضان الاوند |
| ☆سیر تحول قرآن و حدیث | علی فاضل عبد الرحمٰن انصادی |
| ☆معرفت شناسی در قرآن | سید هسین ابراهیمیان |
| ☆النهی فی القرآن الکریم | جمال الدین المصری |
| ☆الفرقان و القرآن | الشیخ خالد عبد الرحمٰن العك |
| ☆مجموعه۔ سخنرانیها و مقالات | کنفرانس تهقیقاتی و مفاهیم قرآن |
| ☆القیامة بین العلم و القرآن | الد کتور داود سلمان السعدی |

| | |
|---|---|
| ☆اعجاز قرآن | علامه سید مهمد هسین طباطبائی |
| ☆قرآن باب معرفت الله | امام خمینیؒ |
| ☆العلاقة الجنسية فی القرآن الكريم | محمد مهدی الاصفی |
| ☆الظواهر الجغرافية بين العلم و القرآن | عبد العليم عبد الرحمٰن خضر |
| ☆معطيات آية المودة | السيد مهمود الهاشمی |
| ☆پایه ها ی اساسی شناخت قرآن | عبد الفتاح طباره |
| ☆الكون والارض والانسان فی القرآن الكريم | رجا عبد الحميد عرابی |
| ☆برهان قرآن | صدر الدين بلاغی |
| ☆معيارها و عوامل تمدن از نظر قرآن | بنياد باقر العلوم |
| ☆نقدی و برسیر تحول القرآن | علی الرضا صدر الدين |
| ☆من الذرة الى المجرة | حمادة احمد العائدی |
| ☆قرآن ثقل اكبر | سيد علی كمالی دزفولی |
| ☆دراسات تاريخية من القرآن الكريم | محمد بيومی مهران |
| ☆البرهان فی نظام القرآن | محمد عناية الله اسد سبحانی |
| ☆الجنس فی التصور الاسلامی | محسن محمد عطوی |
| ☆حول القرآن | آية الله الفانی الاصفهانی |
| ☆قرآن در عصر فضا | دكتور سيد عبد الرضا حجازی |
| ☆دستور الخلاق فی القرآن | دكتور محمد عبد الله دراز |
| ☆الانحرافات الكبریٰ | سعيد ايوب |

| | |
|---|---|
| ☆اسالیب البیان فی القرآن | سید الجعفر الحسینی |
| ☆قبس من نور القرآن الکریم | الشیخ محمد علی الصابونی |
| ☆ملاحم القرآن | الشیخ ابراهیم انصاری |
| ☆متشابهات القرآن و مختلفه | محمد بن علی شهر آشوب |
| ☆قاموس القرآن | عبد العزیز سید الاهل |
| ☆تلخیص البیان فی مجازات القرآن | سید شریف الرضی |
| ☆مباحث فی علوم القرآن | الدکتور صبیح الصالح |
| ☆الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل | زمخشری |
| ☆رحمة من الرحمٰن فی تفسیر و اشارات القرآن | محی الدین ابن العربی |
| ☆حقائق هامة حول القرآن الکریم | سید جعفر جعفرمرتضی العاملی |
| ☆سوگندهای قرآن | استاد جعفر سبهانی |
| ☆زوال اسرائیل فی القرآن | شیخ اسعد بیوض التمیمی |
| ☆ادیان آسمانی و مسئلۂ تحریف | سید مرتضی عسکری |
| ☆لباب نقول فی اسباب النزول | جلال الدین عبد الرحمن السیوطی |
| ☆درآستانه قرآن | وکتور محمود رامیار |
| ☆نامه هدایت | دکتور محمد مهدی رکنی |
| ☆الفصحی لغةالقرآن | انور الجندی |
| ☆آسمان وزمین وستاره گان ازنظرقرآن۔ | آیت الله محمدصادقی |
| ☆بشارت عهدین۔ | آیت الله محمد صادقی تهرانی |

| | |
|---|---|
| ☆بشارات والمقارنات۔ | آیت الله محمد صادقی تهرانی |
| ☆نهاية الكون بين العلم و القرآن | محسن عبد الصاحب المظفر |
| ☆تفسير القرآن الكريم | صدر المتالهين |
| ☆پژوهشی درباره قرآن و تاریخ آن | سید محمد باقر حجتی |
| ☆واژه های قرآن | سید حسین شفیعی دارابی |
| ☆الايات العجاب فی رحلة الانجاب | حامد احمد حامد |
| ☆عجائب القرآن | السيد الجميلى |
| ☆وجوة قرآن | ابو الفضل حبيش بن ابراهيم تفليسى |
| ☆مباحث فی تفسير الموضوعی | الدكتور مصطفى مسلم |
| ☆دراسات فی القرآن الكرين | على مهمد الاصفى |
| ☆من اشعه القرآن | محمد امين زين الدين |
| ☆شگفتیها ازاعجاز در قرآن | الدكتور محمد جمال الدين فندى |
| ☆کلید های فهم قرآن | علی رضا صدرلدینی |
| ☆القرآن والا حوال المناخية | محسن عبدالصاحب المضفر |
| ☆علوم طب في القرآن۔ | استاد خليل |
| ☆تفسيرالآيات فی كتاب التكامل فی الاسلام | استاداحمدامين |
| ☆رحلة المدرسية۔ | آیت الله جوادبلاغی |
| ☆سیر تحول قرآن و حدیث | علی فاضل عبدالرحمن انصاری |
| ☆افسانه تحریف قرآن | رسول جعفریان |

| | |
|---|---|
| ☆رسالت قرآن | آیت الله جوادی آملی |
| ☆آشنائی با قرآن | استاد مرتضی مطهری |
| ☆علوم قرآن یا تفسیر موضوعی | آیت الله مرتضی حائری یزدی |
| ☆علوم القرآن | السید محمد باقر الحکیم |
| ☆السنن التاریخیة فی القرآن المجید | الشیخ الزکابی |
| ☆بحوث فی تاریخ القرآن و علومه | ابو الفضل میر محمدی |
| ☆الکون والانسان بین العلم و القرآن | بسام دفضع |
| ☆اسرار الکوب فی القرآن | الدکتور داؤد سلمان السعدی |
| ☆القرآن الکریم و روایات المدرستین | السید مرتضیٰ العسکری |
| ☆شناخت شناسی در قرآن | آیت الله جواد آملی |
| ☆بحوث فی اصول التفسیر و مناهجة | فهد بن سلیمان الرومی |
| ☆منهج القرآن فی تطویر المجتمع | الدکتور محمد البهی |
| ☆القرآن الکریم و التوراة و الانجیل و العلم | موریس بو کائی |
| ☆سنتهائی اجتماعی در قرآن کریم | احمد حامد مقدم |
| ☆سورة اعلی و زلزال | ملا صدرا |
| ☆هدایت در قرآن | آیت الله جواد آملی |
| ☆قرآن و کتابهائی دیگر آسمانی | شهید سید عبد الکریم هاشمی نژاد |
| ☆الی لقرآن الکریم | الامام محمود شلتوت |
| ☆الظاهرة القرانیة | مالك بن نبی |

☆الاعتذار محمد و القرآن — جان ديون پورت

☆المبادی العامة لی تفسير القرآن الكريم دكتور محمد حسين على الصغيرا

☆قصص القرآن — محمد على قطب

☆قصص الانبياء — علامه شعراوی

☆قصص الانبياء — علامه ابن كثير

☆قصص الانبياء — سيد نعمت الله جزائرای

☆قصص القرآن — آيت الله سيد محمد باقر الحكيم

☆القصه فی القرآن — ______

☆اساليب بل بيان فی القرآن — سيد جعفر حسينی

☆مع الانبياء فی القرآن — حفيف عبد الفتاح طيار

☆قصص الانبياء — عبد الرحمٰن بن ناصر سعدی

☆دراساتِ فنية فی قصص القرآن — محمعد البُستانی

☆قصص الانبياء و المرسلين — علامه شعراوی

## کتب تاریخ و سیرت

☆احكام اسرة و البيت المسلمه — شيخ محمد متولی شعراوی

☆السيرة النبويه — شيخ محمد متولی شعراوی

☆تشريع الاسلامی،مناهجه و معاصره — سلمان العيد

☆الاسلام و التطور الاجتمائی۔ — عبدالعالی المظفر

☆ابعاد عالمية فی عقیدة الاسلامیة عبد الكريم فكر اسلامی ش۸ص۱۷۳

☆الاسلام فی مشاكل المجتمعات الاسلامية دكتور محمد البهی

☆العودة الی الاسلام لمنهاج و حل لمشكلات دكتور محمد سعید رمضان البوطی

☆الثورة الاسلامية عقباتها و مكاسبها خطب هاشمی رفسنجانی

☆طاغوت۔ محمود حکیمی

☆الحرية و الفكرية ،ادواتها اطرها ئیس التحریر فكر اسلامی ش ۱۱

☆الحركة الاسلامية، هموم و قضايا آية اللّٰه فضل اللّٰه

☆دورالشعار فی النظرية الاسلامية سید محمد باقر الحکیم فكر اسلامی

☆حداثة الفكر و متانة الطرح كلمة هيئة التحرير مجله فكر اسلامی ش۱۷ ص٤

☆تاریخیة هانی ادريس ،مجله بصائر ش ۱۱

## معاجم وقوامیس

☆لسان العرب ابن منظور

☆تاج العروس ________

☆المنجد ________

☆لسان للسان تهذيب لسان العرب ابی الفل جمال الدين محمد بن مكرم

☆قاموس اللغات ________

☆قائد اللغات ________

☆انوار اللغات ________

☆معجم الموضوعات المطروقة ______

☆آئینہ اردو لغت ______

☆اظهر اللغت ______

☆فیروز اللغت ______

☆حسن اللغت ______

☆فرهنك رائد الطلاب ______

☆فرهنك آصفی ______

☆فرهنك عمید ______

☆لغات علمی ______

☆کشاف اصطلاحات ______

☆معجم فقه۔جواهری ______

☆کشاف الفنون ______

☆معجم و مؤلفین ______

☆موسوعة کشاف اصطلاحات ______

☆الفنون و العلوم علامه محمد التحانوی

**مجلات مخصوص بہ قرآن کریم ودیگر مجلات جس میں قرآن سے متعلق مضامین ہیں**

☆ رسالت القرآن دارالقرآن الکریم ش ۱ تا ۱۲ قم ایران

☆پژوهشهائی قرآنی ش ۱ تا ۸۔ ۲۳ تا ۲۶

| | |
|---|---|
| ☆مجله بینات | ش،١،٦،٩،١٢ قم ایران |
| ☆المعارج | ش،١،٨،٩،لبنان ش ١٨-١٩-٢٠ |
| ☆ سیارۃ ڈائجسٹ | قرآن نمبر ١-٢-٣ |
| ☆ترجمان وحی | ایران |
| ☆ترجمان القرآن | لاهور |
| ☆مجله نقد و نظر | دفتر تبلیغات اسلامی قم |
| ☆مجله ثقافة الاسلامیة | رایزنی ایران دمشق ش ٧٠/١ |
| ☆مجله الرصد | رایزنی جمهوری اسلامی ایران لبنان |
| ☆کیهانِ اندیشه | ——————— |
| ☆مجله التوحید | سازمان تبلیغات اسلامی تهران |
| ☆مجله المنطلق | لبنان |
| ☆مجله البینات لبنان ـ خطابات مصاحبات | آیة الله فضل الله |
| ☆مجله نورالاسلام | جامعة المدرسین |
| ☆مجله حوزه | ١٩،٢٠،٣١،٣٩تا٤٢،٧٩،٨٠ |
| ☆مجله مشکوة | مشهد |
| ☆مجلات العربی | الـکـویـت |
| ☆رسالة الاسلام | کلیه اصول الدین بغداد |
| ☆مجلاتِ النجف ـ | نجف |
| ☆مجلات ـ الاضواءِ النجف ـ | نجف |

| | |
|---|---|
| ☆الاعتصام۔سازمان تبلیغات اسلامی | ایران |
| ☆نامہ فرهنگ۔ | وزارۃ ارشاد |
| ☆نورالاسلام۔ | موسسه امام حسینؑ لبنان |
| ☆اخبارِ جنگ۔ | راولپنڈی |
| ☆اخبار نوائے وقت۔ | راولپنڈی |
| ☆مجلہ ثقافتِ اسلامیہ | رائیزنی جمهوری اسلامی ایران دمشق |
| ☆مجلہ رسالت الثقلین | مجمع اهل البیتؑ ایران |
| ☆مجلہ دارالتقریب | ایران |
| ☆مجلہ رسالت الاسلام۔ | دارالتقریب الاسلامی مصر |
| ☆مجلہ فکرِ اسلامی | ـــــــــــــــــــ |
| ☆مجلہِ فکرِ جدید۔ | لندن |
| ☆مجلہ پاسدار۔ | ایران |
| ☆مجلہ فکرو ثقافت۔سوالات و جوابات | آیت اللہ فضل اللہ |
| ☆مجلہ اندیشہ حوزہ | ش ۱ ص ۱۰۷ |
| ☆مجلہ کیهان اندیشہ | ش ۳۲ ص ۵۸۔۸٤ |
| ☆مجلہ کیهان اندیشہ | ش ۱٦ ص۳۳،٤٧ |
| ☆مجلہ کیهان اندیشہ | ش ۱٧ ص ۳٧ |
| ☆مجلہ رسالہ تقریب | ـــــــــــــــــــ |

| | |
|---|---|
| ☆نظام سیاسی فی الاسلام | محمد باقر شریف القریشی |
| ☆نظام السیاسی فی الاسلام | مهدی الشمس الدین لبنان |
| ☆نظام سیاسی فی الاسلام | یعقوب محامی اردن |
| ☆نظامِ تربووی فی الاسلام | محمد باقر شریف قریشی |
| ☆نظام الحکم و الاداره | محمدباقر شریف القریشی |
| ☆نظام مجتمع و الحکم | عبد الهادی فضلی |
| ☆نظام الحکم و الاداره | دکتور محمد نوری |
| ☆نظامِ المالی فی الاسلام | محمد مهدی الآصفی |
| ☆نظامِ التشریع فی الاسلام | محمد مهدی الآصفی |
| ☆منهج التفسیر | صادقی م بصائرش۱۲، ۱۳، ص۴۲ |
| ☆المراء ة فی التاریخ و الشریعة | الدکتوراسعد السحمرانی |
| ☆المراء ة فی القرآن۔ | عباس محمود العقاد |
| ☆تکوین الاسرة فی السلام۔ | الدکتور علی القائمی |
| ☆نقشِ کتاب در تمدن و فرهنگ اسلامی | ــــــــــــــ |
| ☆حقوق زن دراسلام | آیت الله شهید مرتضی مطهریؒ |
| ☆حجاب دراسلام | ــــــــــــــ |
| ☆اسلام وایران | آیت الله شهید مرتضی مطهری |

| | |
|---|---|
| ☆المراة فی القرآن | عباس محمود العقاد |
| ☆تکوین الاسرة فی الاسلام | الدکتورعلی قائمی |
| ☆المراة فی التاریخ والشریعة | الدکتور سعدسحمرانی |
| ☆المراة المسلمه | الدکتور قیسی |
| ☆المرة بین الفقه و القانون | الدکتور محمد مصطفی سباعی |
| ☆زنان صدر اسلام | سید محمد بحر العلوم |
| ☆کتاب بلاغات النساء | ابی فضل احمد بن طاهر طیفور |
| ☆سیمای زن در اند اندیشه فقه شیعه زهرا گواهی | ———— |
| ☆المراة معاصره | عبد محسن الغفار |
| ☆المراة فی ظل السلام | سیده مریم نور الدین فضل الله |
| ☆زن در آئینه قرآن و زردشت یهود و مسیحت | اله وکیلی |
| ☆منزلة زن | شعبه خواتین تبلیغات اسلامی |
| ☆زن در اسلام | عباس علی محمودی |
| ☆المراة بین الواقع التاریخی والدور مغیب | موسسه بلاغ |
| ☆المراة فی مجتمع السلامی | محمد تقی مدرسی |
| ☆المراة مسئولیت موقف | شیخ حسن الصفار |
| ☆جایگاه اخص زن | محمد رضا امین زاده |
| ☆الحجاب فی السلام | محمد قوام الوشنوی |
| ☆تعدد زوجات بین العلم و الدین | عبد المحسن علی ابو عبد الله |

☆سیمای مسجد۔ رحیم نو بهار

☆موسوعه سین و جیم۔ احمد سالم بادویلان

☆منهاج الرسل۔ السید احمد القبانجی

☆علماء والمسئولیت تثقیف الامة حسن الصفاء بصائر ش ١٠ ص ٦٥

☆نصرانیة و التبشر توحید٤٧، ٤٦ ص١٣٣، ٢٢

☆تاریخ الحرکة الاسلامیة المعاصرة فی العراق الخطیب ابن النجف

☆صراع الارادات ، سلیم الحسنی

☆قضایا معاصره هاشمی نژاد

☆الثقافی الجدید مسالیه و اثاره توحید ١٦ ص ١٨١

☆الاسلام و الاسطورة حسن الباش، مجله بصائر ش ١٠

☆خصوصیة ثقافیة و مشکلات النخیة فی المغرب الاقصیٰ بقاریة

☆الحیات ، محمد رضا حکیمی

☆الامامت و القیادة دکتور احمد عزالدین

☆الی و کلائنا فی البلاد آیة اللّٰه مهدی حسینی شیرازی

☆کیف تدبیرالامورتجدیددین واحیائه وواقع ________

☆المسلمین وسبیل الفهوض بهم، ابوالاعلیٰ مودودی

☆الحوار فی الاسلام فضل الله، مجله منطلق عدد ٩٨

☆الثقافة الرسالیة احمد نائز

☆ خطاب الاسلامی و تحدیة المتقابل ________

☆احزاب بعد از مشروطیت		پاسدار اسلام ش ۱

☆احزاب سیاسی پس از مشروطیت،		پاسدار اسلام ش ۲

☆نقش کتاب در تمدن و فرهنگ اسلامی ،		ضیاء الدین

☆مفهوم التعلیم عند الغربیین ۹		____________

☆الدعوة و الخطابة ،		علی عبد العظیم

☆علامه شیخ غلام محمدایك بے داغ قیادت ۔امامیه آرگنائزیشن بلتستان ریجن

☆ الفکر الأستشراقی تاریخه وتقویمه		ذاکثر محمد الدسوقی

☆ الأسلام والعرب اشکالیة التعایش والصراع		الدکتور سمیر سلیمان

☆ حرکة التالیف باللغة العربیه الشمالی الهندی الدکتور جمیل احمد الاستاذ

فی القسم العربی جامعه کراتشی

☆ بَرِ صغیر میں اسلامی جدیدیت پروفیسرعزیزاحمد۔ترجمه ڈاکٹرجمیل جالبی

☆ آزادی هند		مولانا ابو الکلام کی از خود نوشت

☆تمدن هند		سیّد علی بلگرامی ۔ ترجمه رئیس احمدجعفری

☆نحن والحضارة العربیه		سیّد ابو الاعلی مودودی

☆اسلامیات		خطاب علامه ابو الحسن ندوی الحسینی

☆ الاسلامیّة والقویٰ المضادّة		الدکتور نجیب الکیلانی

## مجلات ومقالات

☆مجله توحید		عدد ۴۵ ص ۱۱۱،عدد ۱۱

ص۸۵ ،عدد ۲۲ص۱۱۶،عدد

۲۶ ص۶۸،عـــدد ۱۸،عـــدد
۵۹ ص۱۴۵،عـــدد۲۱ ص۷۵،
عـــدد۵۸،عـــدد۸،ص۱۹۴،۱۲۶،
عـــدد۶۰ص۹۰،عـــدد۲۱
ص۱۵۸،عـــدد ۱۹ص۱۳۱،۱۳۸،
عـــدد ۲۰ ص ۶۴،عـــدد ۶۴
ص۲۲،عـدد ۴۷ ص۱۳۳،عـدد ۴۸
ص۱۴۴۔

☆الحروب اللغويه حارة وبارده تحكم العالم شوقی رافع العربی عدد ۴۶۱ ص۱۲۴

☆القرآن معجزة متجدده طلال السعيد المنفی العربی ع ۴۴۶،ص ۵۰

☆القرآن والأجتهاد والعقلانية المؤمنة محمّد عمارة،العربی ع۴۴۶،ص۵۶

☆فكرة الأضمحلال فی التاريخ الغربی آرثر هيرمان ترجمه طلعت الشايب العربی عدد ۴۴۹ ص۱۸۸

☆الغة العربيه ونشأة الراوية العربية الدكتور جابر عصفور العربی ع۴۹۸،ل ۷۸

☆الاستشراق والاسلام هوية الأستشراق الشيخ فؤاذ كاظم المقداددی،رسالة الثقلين عدد ۱،۲،ص۱۷۲،۲۰۰۴

☆ايقين دينيه فنان اعتنق الأسلام بقلبه وريشته الدكتور محمّد ظاهر العربی ع۴۹۸،ص ۱۵۰

☆القيم الحضارية فی رسالة الاسلام دكتور محمد فتحی عثمان

☆حاضر العالم الاسلامی وقضاياه المعاصرة د۔جميل عبدالله محمد مصری

☆المستشرقون والتفسير ا۔د۔علی بن ابراهيم الحمد النملة

☆دراسة میدانیة عن الحرکات التنصیریة فی العالم الاسلامی د .عبدالودودشبلی

☆الاسلام وصراع الحضارات دکتوراحمدالقدیدی

☆الاسلام والغرب اشکالیة التعایش والصراع دکتورسمیرسلیمان

☆کلمات من الحاضرة دکتورمنصورعید

☆الاستشراق والدراسات الاسلامیة ا۔د۔علی بن ابراهیم الحمد النملة

☆مناهج البحث فی الاسلامیات لدیٔ المستشرقین وعلماء غرب

محمدالبشیرمغلی

☆الاستشراق فی الفکرالعربی د۔محسن جاسم الموسوی

☆الاستشراق فی المیزان دکتورمنزرمعالیقی

☆الاستشراق رسالة استعمار دکتورابراهیم الفیومی

☆لمحات من تاریخ الحضارة العربیة والاسلامیة دکتورعلی عبدالله الدفاع۔

☆دراسات فی الغزوالفکری والتبعیة الفکریة دکتورامیرعبدالعزیز

☆تاریخ فلسفۂ اسلام ٹی ۔جے۔دوبوئر۔

☆مستشرقون سیاسیون۔جامعیون۔مجمعیون نذیرحمدان۔

☆الاسلام والحضارة الغربیة دکتورمحمدمحمدحسین۔

☆العالم الاسلامی انورالجندی۔

☆مشاهیرالعالم الموسوعة الثقافیة العالمیة هیثم هلال۔

☆الاستشراق المعاصرفی منظورالاسلام دکتورمازون بن صلاح مطبّقانی۔

☆الاسلام والحضارة العربیة دکتورحسن احمدمحمود۔

☆اسلوب فی حرب الاسلام جمعان بن عایض الزهرانی۔

☆قضایاقرآنیة فی الموسوعة البرطانیة استاددکتورفضل حسن عباس

☆تاریخ العلم ودورالعلماء العرب دکتورعبدالحلیم منتصر

☆ القرآنیون وشبهاتهم حول السنة خادم حسین الهی بخش

☆موسوعة التاریخ الاسلامی ولحضارةالاسلامة لبلادالسندوالنحات(باکستان الحالیه) دکتورعبدالله مبشرالطرازی ج ۲'۱

☆مجله رسالة الاسلام ش ۲'۱ص۱۳۵'ش۷،۸ص۱۰۵(حول الاستشراق)

☆مجله فکرجدیدلندن دارالاسلام للدراسات ۱۴۱۵ش ۱۰'ص۲۱۷ الغة العربیة فی والنشرمواجهة الغزوالحضاری)

☆مجله توحیدعربی ش۷۹'ص۳۸ (الفکرالاستشراقی فی میزان النقدالعلمی)

ڈاکٹرمحمدالدسوقی

☆استشراق مجله رسالة القرآن(من ملامح رؤیة المستشرقین للقرآن)

ش ۱۱،ص ۱۸۱استاذ عبدالجباررفاعی

☆مجله رسالة الثقلین شماره'۱ ص ۱۰۰

☆مجلّه توحید'الفکرلاستشراقی تاریخه وتقویمه

ش ۲۰۷'تألیف ڈاکٹر محمّد وصوقی

☆حاضرالعالم الاسلامی وقضایاه المعاصرة د۔جمیل عبدالله محمدمصری۔

☆الاسلام وصراع الحضارات دکتوراحمدالقدیدی

☆الاستشراق فی المیزان دکتورمنزرمعالیقی

☆الاستشراق رسالة استعمار — دکتورابراهیم الفیومی

☆لمحات من تاریخ الحضارة العربیة والاسلامیة دکتورعلی عبدالله الدفاغ۔

☆الاستشراق المعاصرفی منظورالاسلام — دکتورمازون بن صلاح مطبّقانی۔

☆الاسلام والحضارة العربیة — دکتورحسن احمدمحمود۔

☆اسلوب فی حرب الاسلام — جمعان بن عایض الزهرانی۔

☆تاریخ العلم و دورالعلماء العرب — دکتورعبدالحلیم منتصر

☆عظماء و مفکرون یعتنقون الاسلام — احمد کفتارو

☆الاسلام والدعوات الهدامة — انور الجندی

☆الاستشراق — الادوارد سعید

☆لماذ الخترنا الدین الاسلامی — سید محمد رضی الرضوی کشمیری

☆جذور الفکرقومی والعلمانی — عدنان محمد زرزور

☆الاسلام و شبهات الاستعمار — سید امیر محمد کاظمی قزوینی

☆شبهات حول الاستشراق — فراج الشیخ الفزایری

☆الاستشراق وخلیفیة الفکریة للصراع الحضاری

ڈاکٹر محمد احمدی زقزوق

☆اسلوب جدید فی حرب الاسلام — جمعان بن عارض زهرانی

☆الاسلام والمسیحیة — الیکسی جوارفسکی

☆هکذا علمتنی الحیاة — ڈاکٹر مصطفی السباعی

☆مجله الاستشراق — ع اول ۱۹۸۷ء ع دوم ۱۹۸۷ء ع سوم ۱۹۸۹

| | |
|---|---|
| ☆معجم المولفین | عمر الرضا کحاله |
| ☆موسوعة العلوم | دار الفکر لبنانی |
| ☆موسوعة المستشرقون | عبد الرحمٰن بدوی |
| ☆قاموس المذاهب والادیان | حسین علی حمد |
| ☆قاموس السیاسی | احمد عطیة الله |
| ☆الفصحی لغة القرآن | انور الجندی |
| ☆سلام از دید گاه دانشمندان جهان | علی اسحاق خوینی |
| ☆اخطار الغزو الفکری علی العالم الاسلامی | ڈاکٹر صابر طعیمة |
| ☆تفسیر الشهید الصدر | شهید باقر الصدرؒ |
| ☆اعلام الفلسفة | رائیس شارل حلو |
| ☆قرآن از دید گاه ۱۱۴ دانشمندان | محمد مهدی علیقلی |
| ☆رویة اسلامیة للاستشراق | احمد غراب |
| ☆الاستشراق والدراسات الاسلامیة | عبد القهار داود عبد الله العافی |
| ☆الاسلام و صراع الحضارات | ڈاکٹر احمد القدیدی |
| ☆سنت کی آئینی حیثیت | سید ابو الاعلیٰ مودودی |
| ☆القیم الحضاریة فی رسالة الاسلام | ڈاکٹر محمد فتحی عثمان |
| ☆الاستشراق المعاصر | ڈاکٹر مازن بن صلاح مطبقانی |
| ☆الانحرافات الکبریٰ | سعید ایوب |
| ☆الاسلام و الحضارة العربیة فی آسیا الوسطی | حسن احمد محمود |

☆هالوك البشرية رضوان بن ظاهر طلاع
☆مناهج البحث فی الاسلامیات لدی المستشرقین و علماء الغرب
محمد بشیر مغلی
☆الثقافة السلامیة و تحدیات العصر شوکت محمد علیان
☆جزور تکوینه للاستشراق فی الاندلس ڈاکٹرسمیرسلیمان توحیدعربی ش ۳۱ ص ۱۰۷
☆جزور تکوینه للاستشراق فی الاندلس۔۲
ڈاکٹرسمیرسلیمان ص ۱۱۳ توحیدعربی ش ۳۲
☆الانحرافات العقدیة و العلمیة علی بن بخیت الزهرانی
☆اسلام اشکالیة المنهج فی الخطاب المعرفی الغربی
ڈاکٹرسمیر سلیمان ص ٦٥ توحید عربی ش ۳۵
☆رسالة الثقلین(الارهاب بین الثقافتین) اداریه عدد ۴۲'۴۳
☆رسالة الثقلین(مقولة الاستکباریة) اداریة عدد ۳۸
☆رسالة الثقلین(دور العلماء) آیت الله خامنه ای عدد ۳۷
☆اضوا علی بعض الدراسات الاستشراقیه
عبد الجبار شراره ص ۳۳ توحیدعربی ش ۸۱
☆الراسمالیة و وسائل السیطره استعماریه
علی اشرفی ص ۴۰ توحیدعربی ش ۸۱
☆فکر الاستشراقی فی میزان نقد العلمی ڈاکٹرمحمددسوقی ص ۳۸ توحیدعربی ش ۸۹
☆رجال الفکر و الدعوه فی الاسلامیة سید ابی الحسین علی الحسینی اندوی

☆پژوهشاهی قرآنی(ادیان الہٰی ازمنظر قرآن) دکتر محمد ایوب

☆رسالة الثقلین(البهایة) عبد الکریم رؤوف

☆الفکر الاستشراقی فی الختر المراحلی ڈاکٹرمحمددسوقی ص۵۳توحیدعربی ش۷۸

☆توحیدعربی (الفهم الاستشرقی) ش۷۸ زعیم خیر الله ص۱۷۴

☆قالوا فی الاسلام

☆موسوعة الاختراعات دار الفکر لبنانی

☆ادیان زندۂ جہان رابت ۱۔هیوم

☆ادیان و معتقدات العرب قبل الاسلام دار الفکر لبنانی

☆ادیان الهند دکتورمحمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی

☆فرهنگ فرق اسلامی

☆موسوعة المیسرة

☆مشاهیر مشرق

☆الکید الاحمر عبد الرحمٰن حبنکه المیدانی

☆اسلام و الدیمقراطیة و الغرب روبن رائت ص۷۸توحید عربی ش ۷۶

☆محلة توحیدانمات السوك التغریبی فی مجتمعات المسلمین اداریة ش۷۴

☆نظریة المؤامرۃ بین مؤیدیها و معارضیا علی اشرافی توحید عربی ش۷۴

☆حول الاستشراق محله رساله الاسلام کلیة اصول الدین بغداد ۳۹۰ ص ۱۰۵

☆شبه حول العجاز القرآن رسالة الاسلام کلیة اصول الدین بغداد ص ۲۱

☆ردود الاسلامیه علی بعد المستشرقین

رسالة الاسلام كلية اصول الدين بغدادص ۱۲٤

☆حول الحركت الاستشراقيه رسالة الاسلام كلية اصول الدين بغدادص ۱۳۵ ش ۲'۱

☆شبة المستشرقين حول الوحی رسالة الاسلام كلية اصول الدين بغدادص ۱۳ ش ٥'٦

☆تعليم فی المساجد عند الشيعه قبل الظهور المدارس رسالة الاسلام كلية اصول الدين بغدادص ۵۹ ش ٥'٥

☆الغاء عربيه فی مواجهة الغزو الحضاری عبد الرحمن مجله فكر جديد ش ۱۰ ص ۲۱۷

☆قرآن از ديدگاه ۱۱٤ دانشمند جهان محمد مهدی عليقلی

☆ملامح من روية المستشرقين للقرآن ص ۱۸۱ رسالة القرآن عدد ۱۱

☆تقويم الجهود الاستشراقيه فی الدراسات القرآنيه ڈاكٹر محمد حسين علی سغيرص ۸۰ مجله معارج ش۸ ۱٤۱۲ء

☆قرآن و كتابهائی ديگر آسمانی سيد عبد الكريم هاشمی نژاد

☆در آستانه قرآن دكتر ريجيه بلاشر REGIS BLACHERE

مجله ترجمان وحی ش ۲ ص ۸۱

# فہرست کتاب


تمہید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵

قرآن اور مستشرقین پر لکھنے کی ضرورت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰

مستشرق، اسمِ فاعل استشراق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴

مشرق، یورپ اور مستشرقین کے نظر میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶

استشراق و مستشرقین، مفکرینِ اسلام کی نظر میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷

موضوعات مستشرقین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰

عمل استشراق کے مراحل و مراتب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷

مستشرقین کے بارے میں علماء اور مفکرین کے آراء و نظریات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸

نظام استشراق کی بنیاد اسلام کے خلاف نقطہ چینی اور عیب جوئی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱

مستشرقین کی تقسیم بندی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳

عمل استشراق سے متعلق مجلات کا صدور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵

وسائل مستشرقین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۷

اہداف استشراق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۲

مستشرقین اور دین اسلام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳

مستشرقین کے اسلام کے خلاف عزائم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۷

اسلام، مستشرقین یہود کی نظر میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۰

مستشرقین اور عمل تراجمِ قرآن اور دیگر کتب ۵۱
ترجمۂ قرآن ۵۶
قرآن کریم کے بارے میں مستشرقین کے معاندانہ اور بُرے نظریات ۵۹
وحیِ قرآن اور مستشرقین ۶۰
مستشرقین سے چند سوالات ۶۱
وحیِ قرآن کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کا موقف ۶۲
مستشرقین اور جمعِ قرآن ۷۱
مستشرقین اور اعجازِ قرآن ۷۳
آیات قرآنِ کریم کی تقسیم بندی ۸۰
آیات قرآنِ کریم کی روشنی میں مسیحیت اور یہودیت کی شناخت ۸۵
مستشرقین کی مطبوعات ۸۸
قرآن کے خلاف کتب ومجلّات کی نشر واشاعت ۹۱
یورپ میں قرآن کی طباعت اور ترجمہ کتب ۹۶
مستشرقین اور مبشرین ۹۸
مسیحی مشنریوں کے کارنامے ۱۰۴
مستشرقین کا قرآن کے بارے میں اظہار نظر ۱۰۶
آیات قرآنی میں مستشرقین کا تعارف ۱۹۶
ہم نے کیوں دینِ اسلام کا انتخاب کیا ۲۰۲
مستشرقین ومعاندین اور حاقدین اسلام و مسلمین کی ایک اجمالی فہرست ۲۱۹

مستشرقین کے مذموم عزائم کے چند نمونے ---------------- ۲۳۶
مراحل و تنظیم عمل استشراق ---------------------- ۲۳۸
مستشرقین کی استعماری خدمات --------------------- ۲۴۲
مستشرقین کے کارنامے اور کارندے ----------------- ۲۴۶
عالمِ اسلامی میں نظام علمانیت ---------------------- ۲۴۹
تاریخِ ظہورِ نظامِ علمانیت ------------------------ ۲۵۲
خلافت سے علمانیت تک --------------------------- ۲۵۷
داعیانِ علمانیت وطنِ اسلامی میں ------------------- ۲۶۱
نظام اشتراکیت اور اجتماعیت کے الحادی عزائم ---------- ۲۶۳
فرقہ بہائیت ----------------------------------- ۲۶۹
مستشرقین اور نظامِ علمانیت ----------------------- ۲۷۱
رہبرانِ دینی اور دین میں غلوگرائی -------------------- ۲۷۹
دعوائے مہدویت --------------------------------- ۲۸۳
گمراہ ادیان و مذاہب سے اقتباس ---------------------- ۲۸۶
علامانیوں کی دو دھاری جنگوں کے مناظر --------------- ۲۹۳
انگریزی زبان کو عالمی زبان قرار دینے کی بھرپور کوشش ------- ۳۰۱
ہندوپاک میں انگریزی تعلیم کا فروغ --------------------- ۳۰۶
دشمن سے صلح و آشتی ---------------------------- ۳۰۹
دینی مدارس کے نصاب میں انگریزی لازمی قرار دینے کا مطالبہ ------ ۳۱۴

مدارس دینی میں صرف انگریزی زبان ہی کیوں؟ ---------------------------- ۳۲۰
مدارس دینی اور خرابۂ شام ---------------------------- ۳۲۲
امت مسلمہ اور امت قرآن کیلئے چند تجاویز ---------------------------- ۳۲۴
اسلامی تمدن اور مغربی تمدن ---------------------------- ۳۳۰
اسلامی معاشرے میں مغربیت کا بیج ---------------------------- ۳۳۳
مسلم امہ کی شقاوت و پسماندگی اور تنزل کا واحد راز ---------------------------- ۳۳۴
مصادر و مؤاخذ قرآن و مستشرقین ---------------------------- ۳۴۳
فہرست ---------------------------- ۳۷۰
ہم قرآن کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ ---------------------------- ۳۷۴

## ہم قرآن کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

## مکتب تشیع اور قرآن

تألیف

سیّد علی شرف الدین

اہل تشیع نزول قرآن کی ابتداء کو کب اور کس آیت سے بتاتے ہیں؟

اہل تشیع جمع قرآن کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں؟

آیا مسلمانوں کا کوئی فرقہ تحریف قرآن کا قائل ہے؟

آیا ہم قرآن کو سمجھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

## قرآن سے پوچھو

تألیف

سیّد علی شرف الدین موسوی

ہم قرآن سے کیا اور کیوں پوچھیں؟ قرآن ہمارے درمیان مہجور کیوں؟

کیا قرآن کریم خدا نے سمجھنے کیلئے بھیجا ہے؟

آپ قرآن کا ساتھ دیں گے یا قرآن کے دشمنوں کا ساتھ؟

قرآن اور سنت میں نظام زوجیت کے بارے میں کیا احکامات وارد ہوئے ہیں؟

دعا کیوں، کب اور کیسے؟ مدعو کی شرائط کیا ہے؟

قرآن کونسی دعا کی تائید کرتا ہے؟ قرآن کیسے کتاب شفا ہے؟

خاندان کی چار دیواری میں شادی... کیسے؟

اسلامی ملکوں میں داعیان سیکولرزم کی کامیابی اور ناکامی کا جائزہ؟

# ہم قرآن کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

## تفسیر شہید الصدرؒ

تالیف

آیت العظمیٰ شہید سیّد محمد باقر الصدرؒ

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ کب؟ کیسے؟ اور کیوں؟

قرآن کی نظر میں مسلمانوں نے تاریخ کے کن قوانین کو نظر انداز کیا جسکے سبب آج اس حالت سے دوچار ہیں؟

صدرِ اسلام میں مسلمین کو عزت وعظمت حاصل تھی لیکن آج مسلمان ذلت وخواری کی زندگی گزار رہے ہیں۔

قرآن کی نظر میں مسلمان کب اور کیسے موجودہ زبوں حالی اور ذلت وخواری سے نجات پائیں گے؟

کیا انسان اپنی تاریخ بنانے میں خود مختار ہے قرآن کا کیا نظریہ ہے؟

قرآن سمجھنے کیلئے کن بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے؟

کیا جس طرح ہر علم میں قوانین ورموز ہیں؟

تاریخ کیلئے بھی اصول وقوانین ہیں؟

اسباب نزول کی شناسائی کا فائدہ کیا ہے؟

کیا قرآن پیغمبرؐ کے زمانے میں جمع ہوا؟

مکی اور مدنی آیات میں حقیقی فرق کیا ہے؟

قرآن معجزہ ہونے کی دلائل کیا ہیں؟

تفسیر توحیدی یا موضوعی اور تفسیر تجزئی میں کیا فرق ہے؟

تفسیر وتأویل میں کیا فرق ہے؟

مفسّر قرآن میں کن شرائط کا ہونا ضروری ہے؟

حبّ اللہ اور حبّ الدنیا کے درجات کیا ہے؟

پست اقدار سے مراد کیا ہے اور پست اقدار اپنانے کی وجوہات کیا ہے؟

اصول دین کا حرکت بشری میں کیا کردار ہے؟

قرآن کس عمل کو صالح عمل سے تعبیر کرتا ہے؟

مارکسیزم اور اسلام کا نقطہ نظر عمل کی قیمت گزاری کے بارے میں کیا ہے؟

کونسی آزادی؟ قرآنی یا مغربی؟

قرآن میں آزادی کا تصور ہے؟

دین میں جبر نہ ہونے کا کیا معنا ہے؟اور؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

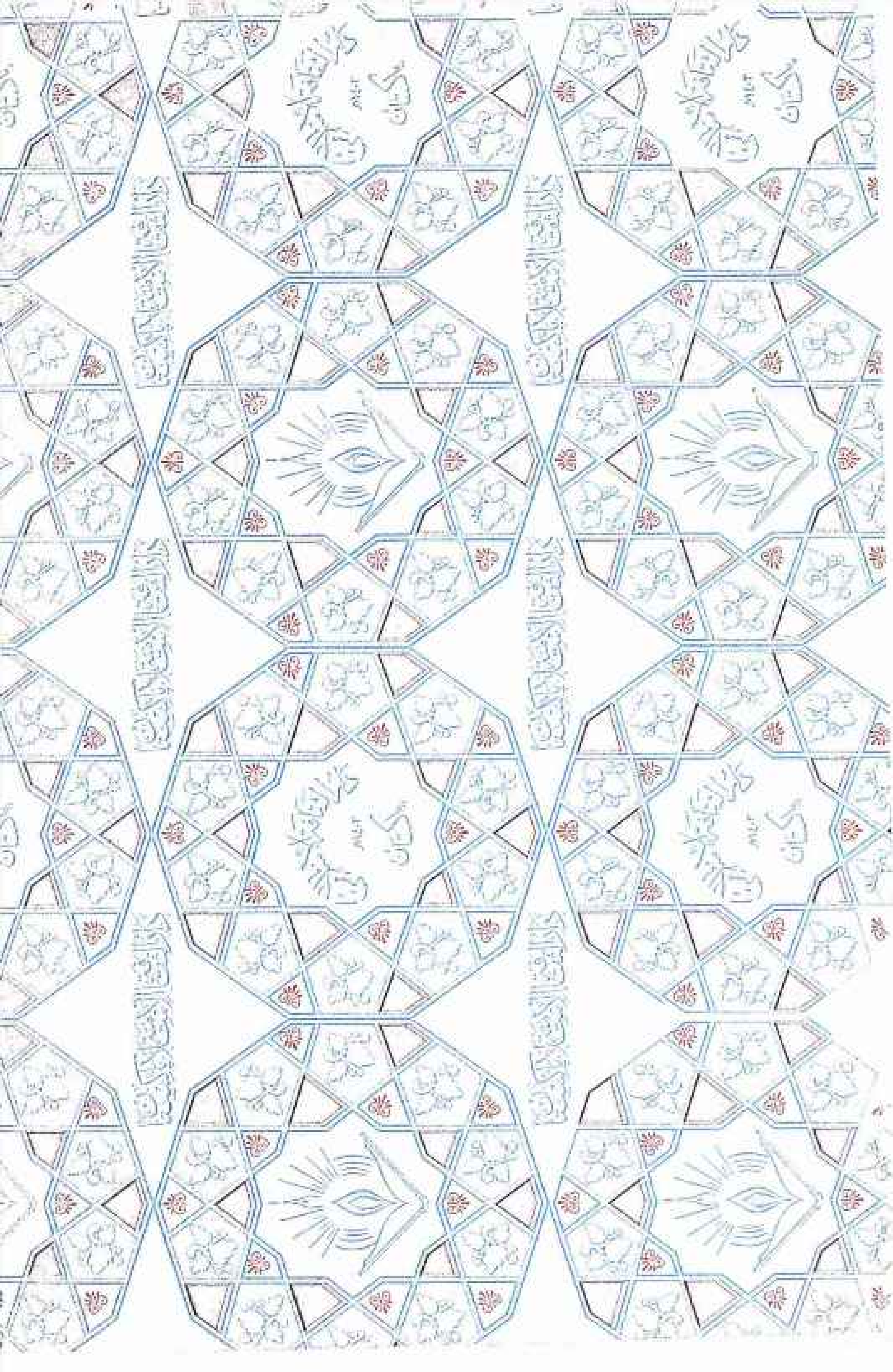

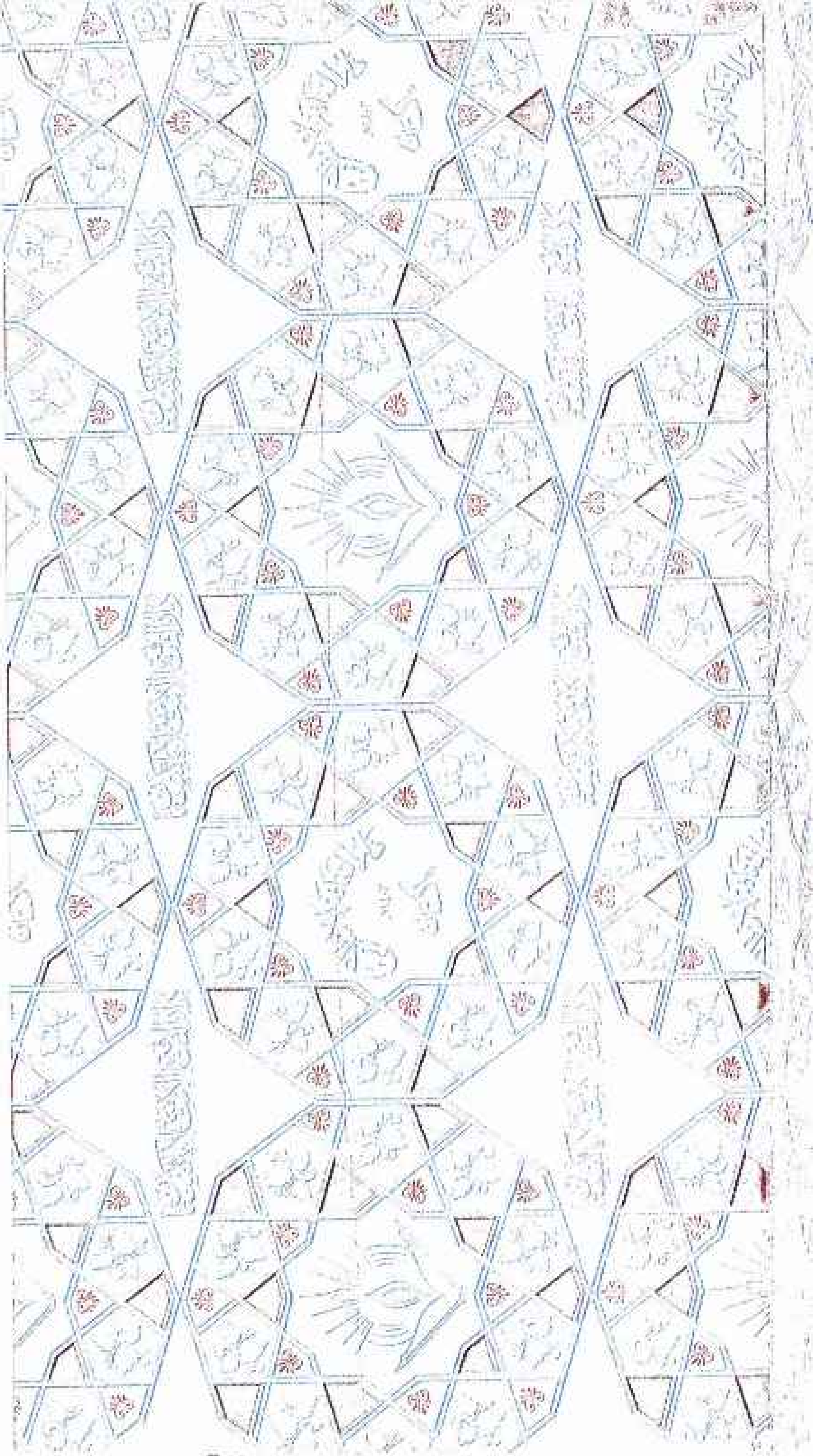

# وإن القرآن ظاهره أنيق وباطنه عميق

## لا تفنى عجائبه ولا تنقضي غرائبه

## ولا تكشف الظلمات إلا به